جو حقیقت میں متحد ہیں اور اُس کے استحقاق عبادت پر جو اُس کو لازم ہے پورا پورا یقین ہو اُسکی ذات پر یقین - اُس کے موجود بالذات ازلی و ابدی وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونے پر یقین ہوتا ہے - اُس کی صفات پر یقین - اُس کی مانند صفات کا کسی دوسرے میں نہ ہونے پر یقین کرتا ہے - تمام صفتیں جو خدا سے منسوب کیجاتی ہیں **عالم - رحیم - حیّ** اور مثل ان کے اور جو اُن کا مفہوم ہمارے ذہن میں آتا ہے اور جن میں اَوروں کا اشتراک بھی بوجہ مایتصوّر ہوتا ہے اُس مفہوم سے اور اُس اشتراک سے بھی خدا کی صفات کو مبرّا ومنزّہ ماننا اُس کی صفات پر یقین ہونا ہے - اُس کے استحقاق عبادت پر یقین یہ ہے کہ کوئی شئے سوا خدا کے مستحق عبادت نہیں یعنی عبادت کے لایق نہیں - جو شخص کہ اسطرح سے خدا پر یقین رکھتا ہے وہ مسلمان ہے - میں نہیں کہتا بلکہ خدا نے یوں ہی کہا ہے - ہاں ایسے شخص کی نسبت جو صرف خدائے واحد کو مانتا ہے میں یہ ضرور کہوں گا کہ وہ محمدی نہیں - قرآن کی اصطلاح تو یہی ہے جو میں نے بیان کی مگر ہمارے زمانہ میں محمدی اور مسلمان کے الفاظ ایک ہی معنی میں لیئے جاتے ہیں اور مترادف سمجھے جاتے ہیں اسلیئے مجھ کو کسی قدر تفصیل کے بیان کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے - محمدی ہونے کے لیئے ضرور ہے کہ ہم اُس شخص پر بھی جس نے ہمکو توحید کی نعمت دی اور جس نے ہمکو توحید کی تعلیم کی جس کی وجہ سے ہمنے خدا کو جانا اور اُس کی صفات کو پہچانا یقین کریں خود عقل ہی ہم کو ہدایت کرتی ہے کہ جس سے ہمکو ہدایت ہوئی کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اُس کے ہادی ہونے پر یقین نکریں - اسلام جس کو میں نے ایسے استحکام سے سچّا بتایا اُسکی ہدایت حضرت **محمد رسول اللہ** صلعم نے کی ہے پس اس کی تصدیق بالضرور دوسرا رکن اسلام کا ہے جو پہلے رکن سے منفک ہی نہیں ہو سکتا - اس تمام تقریر کا نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص خدا کو مانتا ہے اور وحدہٗ لاشریک جانتا ہے اور اُس پر یقین رکھتا ہے اور کسی نبی کی تصدیق نہیں کرتا اور آنحضرت صلعم کی بھی تصدیق نہیں کرتا اُس کی نسبت یہ کہنا کہ محمدی نہیں یا مرادف معنی لیکر یہ کہنا کہ وہ مسلمان نہیں ہے بالکل صحیح ہے مگر اُس کو کافر بمعنی مشرک کہنا یا موحد نہ کہنا اسلام کی اصول کی رُو سے درست نہیں ◆

بلا شبہ تصدیق نبوت دوسرا رکن اسلام کا ہے - موحدین محض کے مخلّد فی النّار ہونے یا نہونے پر قدیم سے علماء میں بحث چلی آتی ہے - کوئی کہتا ہے کہ مخلّد فی النّار ہوں گے کوئی کہتا ہے کہ بعد عذاب نجات پاویں گے - اس بحث کو اُنہی عالموں کے لیئے چھوڑ دو اور ہمکو اپنے حبیب کے اس قول پر رہنے دو کہ ”علی رغم انف ابی ذر“ ◆

وحدانیت و رسالت کی تصدیق کے بعد اَور چیزیں بھی اسلام کے ساتھ ہیں جنکو خدا تعالےٰ نے فرض قرار دیا ہے۔ مثلاً نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ ◆

ان فرائض کے نہ ادا کرنے والے کو ہم گنہگار اور اُن کے مُنکر کی نسبت وُہی کہینگے جو رسالت کے مُنکر کی نسبت کہا ہے کہ وہ محمّدی نہیں یا بمعنی مرادف مُسلمان نہیں۔ اُسکے مخلّد فے النّار ہونے یا نہونے کی نسبت وُہی بحث پیش آجاتی ہے جو ابھی موحد محض کی نسبت میں نے بیان کی ◆

اے دوستو! یہ ایک بحث بہت بڑی اور نہایت نازک ہے جس کے بیان کے لیئے ایک بہت بڑا وقت درکار ہے۔ اُسکو مختصر کر دینا ہی وقت کے لحاظ سے بہتر ہے۔ اسی طرح شرک کی بحث بھی جو اسلام کا پُورا پُورا دشمن ہے اور جس کے ساتھ اسلام جمع ہی نہیں ہوسکتا بہت بڑی ہے مگر مَیں اِس وقت ایک شمہ اُس کا بیان کروں گا جسطرح خدا کو اپنی ذات و صفات میں وحدت ہے اُسی طرح رسُول کو تبلیغ احکام یا احکام شریعت کے قرار دینے میں وحدت ہے اور کسی کو اُس میں شرکت نہیں۔ پس جو شخص رسُول کے سوا کسی اَور شخص کے احکام کو دین کی باتوں میں اس طرح پر واجب العمل سمجھتا ہے کہ اُسکے برخلاف کرنا گناہ ہے اور اُسی کی تابعداری کو باعث نجات یا ثواب سمجھتا ہے وہ بھی ایک قسم کا شرک کرتا ہے جس کو مَیں شرک فی النبوّۃ سے تعبیر کرتا ہوں۔ خدا نے یہود و نصاریٰ دونوں کو اسی بات پر ملزم ٹھہرا کر فرمایا " اتّخذوا احبارھم و رھبانھم اربابًا من دون اللہ "۔ پس اس طرح کی پیروی اربابًا من دون اللہ تک پہنچا دیتی ہے ◆

میری اس تقریر سے آپ یہ تصوّر نہ کریں کہ میں ائمۂ مجتہدین کے برخلاف رائے رکھتا ہوں۔ نہیں۔ مَیں اُن کو اُمّت کا سرتاج اور اُن کے اجتہادوں اور اختلافوں کو باعث رحمت سمجھتا ہوں۔ یہ بھی آپ خیال نہ کریں کہ میں اُن کے پیرو مقلدین کو بُرا کہتا ہوں یا تقلید کو بُرا جانتا ہوں۔ مگر اس قدر مَیں ضرور سمجھتا ہوں کہ مقلدین کے بعض افعال اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ اُنھوں نے اپنی غلطی سے نہ اُن کی تقلید سے اُن کو اربابًا من دون اللہ تک پہنچا دیا ہے۔ جو لوگ کہ اس مسئلہ تقلید کے برخلاف ہیں اور عدم تقلید کے مسئلہ کی پیروی کرتے ہیں اور اُس کے اجراء میں کوشش کرنی چاہتے ہیں اُن کی بھی مَیں عزّت کرتا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ دونوں کا مقصود ایک ہے اور دونوں خدا و رسُول کی خوشنودی چاہتے ہیں (چیئرز)۔ مگر افسوس ہے کہ ان دونوں فرقوں کے سبب سے باہم رنج و عداوت پیدا ہوئی ہے یہ شیطان کے وسوسے ہیں جو گروہ اسلام کو متفرق کرنے اور

قوت کو ضعیف کرنے کی فکر میں ہے۔ حقیقت میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہنا اور اُسپر دل سے یقین رکھنا اور سب کلمہ گوؤں کو بھائی سمجھنا ہی باہمی اختلاف سے اسلام کے مجمع کو متفرق کرنا اصول اسلام کے برخلاف ہے۔ اور اُس برکت کی ناشکری ہے جو خدا نے دی ہے اور جس کو "فالّف بین قلوبکم" کے لفظوں سے تعبیر کیا ہے (جیمز) +

اب میں اُن امور کی نسبت کچھ تھوڑا سا بیان کرنا چاہتا ہوں جو تصدیق نبوّت اور اُن مسائل اسلام سے متعلق ہیں جو ظاہر میں عقل و علم کے برخلاف پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ اس کی تفصیل بیان کرنے کو بہت بڑا وقت چاہیئے اور شاید برسوں گذر جاویں اور یہ بیان ختم نہ ہو تو بھی کچھ عجب نہیں۔ مگر بعض نوجوان انگریزی خوانوں یا اَور لوگوں کے لیئے جو اپنے خیال دوسری طرح پر کرنے چاہتے ہیں اس کا بیان کرنا گو مختصر ہی ہو بے موقع نہ ہوگا +

محمّدی ہونے کے لیئے یا مرادف معنی کے لحاظ سے اسلام کے دائرہ میں داخل ہونے کے واسطے توحید کے ساتھ رسالت یعنے نبوّت کی تصدیق بھی واجب ہے اسلام کی نسبت نوجوان انگریزی خوانوں کو یا آزاد خیال والوں کو دو چیزیں ہیں جو شک میں ڈالتی ہیں۔ ایک تصدیق نبوّت دوسرے وہ مسائل جو اِس زمانہ کی حکمت و فلسفہ یا عقل کے برخلاف یا بعید از عقل معلوم ہوتے ہیں۔ نبوّت کی بحث فطرت کے اصول پر ایک طولانی بحث ہے اس وقت مَیں اُس کو نہ چھیڑوں گا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کی صداقت پر چند باتیں بطور خطابیات کے جن کو دل قبول کرسکتا ہے بیان کروں گا بڑے بڑے فلاسفر جو گذر گئے ہیں اور جو اَب بھی موجود ہیں جنھوں نے علوم میں بہت بڑا درجہ حاصل کیا ہے اور عُمدہ عُمدہ کتابیں تصنیف کی ہیں وہ بھی اَصل اسلام کی ہدایتوں کو اور اُن اصولوں کو جن پر اَصل اسلام مبنی ہے لاثانی تسلیم کرتے ہیں۔ اُن کو جانے دو اور خود جانچ لو کہ اصل اسلام کے اصول فقہا کے اجتہادات اور پیچیدہ مسائل کو چھوڑ کر جو سیدھے سادے اصول اسلام سے مناسبت نہیں رکھتے کیسے عُمدہ و پختہ لاثانی ہیں۔ جس نے تمام عمر فلسفہ و حکمت و علوم طبعی اور انسان کے نیچر کی حقیقت کی تحقیق میں بسر کی ہو وہ بھی ایسے اصول قایم نہیں کرسکتا۔ پس اب کیا میرا یہ کہنا بیجا ہوگا کہ ایک ایسے شخص نے جو ریتیلے کنکریلے ملک میں پیدا ہوا اور جو چھوٹی عمر میں یتیم ہوگیا اور جس نے نہ کسی دار العلوم میں تعلیم پائی نہ سقراط و بقراط اور افلاطوں کے مسائل کو سُنا نہ کسی اُستاد کے سامنے تعلیم کو بیٹھا

نہ حکماء اور فلاسفروں اور پولیٹیکل و مدل سیٹیر کے عالموں کی صحبت اُٹھائی بلکہ چالیس برس اپنی زندگی کے ناتربیت یافتہ اور بد اخلاق اُونٹ چرانے والوں میں بسر کیئے چالیس برس تک بجز ایسی قوم کے جو بت پرستی اور باہمی جنگ جدال میں مبتلا تھے چوری و زناکاری پر عورت و مرد کو فخر تھا اور کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ دفعتاً اپنی تمام قوم کے برخلاف اُٹھا۔ چاروں طرف سے وہ بُت پرستی میں گھرا ہوا تھا مگر اُس نے کہا تو یہ کہا کہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ"۔ اُس نے صرف یہ کہا ہی نہیں بلکہ تمام قوم سے بھی جو سینکڑوں برس سے لات و منات و عزیٰ کو پوجتی آتی تھی یہی کہوا دیا۔ اُن تمام بد اخلاقیوں و امارل عادتوں کو تمام قوم سے مٹوا دیا۔ بتوں کو زمین پر گروایا۔ اُن کو تڑوایا۔ اور خدا کے نام اور خدا کی پرستش کو تمام عرب کے جزیرہ نما میں بلند کیا۔ وہ جزیرہ جو ابراھیم و اسمٰعیل کے بعد سے ہزاروں ناپاکیوں سے ناپاک ہو گیا تھا۔ پھر اسکو اُس کی اصلی پاکی اور دین ابراھیم کی بزرگی تک پہونچایا۔ چالیس برس کے بعد کس نے یہ نور اُس کے دل میں ڈالا جس نے نہ صرف جزیرہ عرب کو بلکہ تمام دنیا کو روشن کر دیا (چیئرز)۔ اُس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تعلیم کے بعد جو احکام دین کے اخلاق کے لوگوں کو بتلائے کیا کوئی فلاسفر اس سے زیادہ کچھ بتا سکتا تھا جو اُس اُمّی نے بتائے (چیئرز) صرف بتائے ہی نہیں بلکہ اپنے پاک دل اپنی پاک زبان کے اثر سے لوگوں کے دلوں میں بٹھلا دیئے (چیئرز) یہ کام وہ تھا جو نہ کسی فلاسفر سے ہو سکتا تھا نہ کسی سلطان مقتدر سے پھر کیا چیز اُس یتیم بچے میں تھی جس نے نہ جزیرہ عرب کو بلکہ تمام دنیا کو خدائی کا کرشمہ دکھلا دیا (چیئرز)۔ اے میرے دوستو! کوئی سخت سے سخت دہریہ اور لامذہب بھی اگر ایسے شخص کو معاذ اللہ نبیؐ نہ مانے گا تو اُس کو یہ ماننا تو ضرور پڑے گا کہ بعد خدا کے کوئی دوسرا شخص بزرگ ہے تو یہی ہے (چیئرز)۔ روحی فداک یا رسول اللّٰہ۔ پس جو کوئی شخص نبوت کی حقیقت کو سمجھ لے گا تو امکان سے خارج ہے کہ محمد رسول اللّٰہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق نہ کرے (چیئرز)۔ یہ مختصر الفاظ تصدیق نبوت کے ایسے شخص کے دل کی تشفی کے لیئے جو کچھ بھی سمجھ بوجھ رکھتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ بالکل کافی ہیں ؀

اب مسائل اسلام کی نسبت مجھ کو کچھ کہنا ہے۔ آپ سب صاحب بخوبی جانتے ہیں کہ اسلام کے مسائل دو قسم کے ہیں۔ ایک منصوص۔ دوسرے اجتہادی۔ جو علماء نے اپنی نیک دلی اور نیک نیتی سے قایم کیئے ہیں۔ دوسری قسم کے مسائل جو اجتہادیات کہلاتے ہیں اگر اُن کا کوئی مسئلہ نیچر یا فطرت انسانی کے برخلاف ہو تو اُس سے اسلام پر

کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ فی الحقیقت وہ ایک ایسے انسان یا مجتہد کا اجتہاد ہے جو سہو و خطا سے معصوم نہیں ہے ۔

خود آئمہ مجتہدین نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ " المجتہد قد یخطی و قد یصیب " اس سبب سے ہمکو علماء کے اجتہادی اور قیاسی مسائل پر بحث کرنی فضول ہے ممکن ہے کہ وہ صحیح ہوں اور ممکن ہے کہ غلط ہوں ۔ ہم اسلام کے طرفدار ہیں نہ فلاں و بہمان کی رائے و اجتہاد کے ۔ اگر اُن میں غلطی ہے تو اُس سے اسلام کو کچھ مضرت نہیں اگر وہ صحیح ہیں تو اسلام کو اُسپر فخر کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ۔ منصوص مسائل کو نیچر انسانی فطرت کے مناسب ثابت کرنے کو ہم موجود ہیں نہ کسی نقلی دلیل سے نہ اپنے ہاں کے عالموں کے قول سے نہ مجتہدوں کی براہین اجتہادیہ سے بلکہ نیچر سے ۔ ہم اُن مسائل کو اُسی علم سے ثابت کرنے کو تیار ہیں جس علم کے پڑھنے سے اُن لوگوں کے دلوں میں شبہے پیدا ہوئے ہیں ۔ یہ ہمارا دعویٰ لوگوں کے خیال میں کیسا ہی ہو اور گو بعض لوگ اُس کو نا ممکن سمجھتے ہوں مگر جو کچھ ہمارے دل میں ہے اور جسپر ہمکو یقین ہے اُس کو باواز بلند ہم کہہ رہے ہیں ۔ ہماری سمجھ میں کوئی مسئلہ ٹھیٹ اسلام کا یا جو کچھ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے کسی قدیم یا جدید علم کے برخلاف نہیں ہے ۔ نہ کوئی حکمت اُس کو توڑ سکتی ہے نہ کوئی فلسفہ (چیرنہ) میں یقین کرتا ہوں کہ دنیا میں سوائے اسلام کے اَور کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جس کو پُرانی اور حال کی تحقیقاتوں فلسفہ اور نیچرل فلاسفی سے مقابلہ کرو اور سب طرح ٹھیک اور مضبوط پاؤ ۔ بات صرف اسقدر ہے کہ حقیقت کبھی تبدیل نہیں ہوتی ۔ ہاں بلاشبہ جس وقت فلسفہ کا طرز بدل جاتا ہے مباحثہ کے اصول بدل جاتے ہیں اور نئی دلیلوں کی حاجت ہوتی ہے ۔ یہی سبب ہے کہ اگلے زمانہ میں جو دلائل ہمارے قدما نے قایم کیئے تھے وہ اس زمانہ میں بکار آمد نہیں رہے ہیں اور اس لیئے ضرور ہے کہ نیا طریقہ بحث کا اختیار کیا جاوے ۔ قرآن مجید جو تیرہ سَو (۱۳۰۰) برس سے معجز یقین کیا جاتا ہے میں بھی اُس کو معجز مانتا ہوں ۔ مگر ہمارے قدماء نے صرف ایک اوپری دلیل اُس کے معجز ہونے کی قرار دی تھی یعنی فصاحت اور کلام کی عمدگی اور وہ بھی اس وجہ سے کہ آج تک کسی بشر سے نہ کسی فصیح و بلیغ سے اُس کی ایک یا دس آیتوں کے برابر بھی ویسا فصیح کلام نہیں کہا گیا باوجودیکہ اُن سے بطور مقابلہ کے کہا گیا کہ اگر کہہ سکتے ہو تو کہہ لاؤ ۔ بلاشبہ میں بھی قرآن مجید کو ایسا ہی فصیح و بلیغ تسلیم کرتا ہوں اور کیوں نہ تسلیم کروں جبکہ میں یقین کرتا ہوں کہ وہ خدا کا کلام اور وحی متلو ہے اُس کے الفاظ وہی ہیں جو خدا کی طرف سے رسول کے دل میں ڈالے گئے تھے اور رسول کی زبان

ہملوگوں تک پہونچے - اور میں یہ بھی قبول کرتا ہوں کہ آج تک کسی بشر سے مثل اُس کے نہیں
کہا گیا - مگر میں اس دلیل کو ایک خام دلیل سمجھتا ہوں اور جو الفاظ قرآن مجید میں اِس امر
کی نسبت آئے ہیں اُن کا یہ مطلب قرار نہیں دیتا ہوں - اور اگر یہ دلیل ایک دلیل ہونے
کے رتبہ میں بھی ہو تو بھی ایسی نہیں ہے جو غیر معتقد لوگوں کے مقابلہ میں پیش کیجا سکتی ہو
اور اُن کے دل کو تسلی دے سکتی ہو - میں ایک اَور دلیل رکھتا ہوں جس کو میں اُس دلیل سے
زیادہ مضبوط سمجھتا ہوں - وہ دلیل کیا ہے - وہ ہدایتیں انسان کے لیئے ہیں جو قرآن مجید میں
بیان کی گئی ہیں - کوئی اور ہدایت اُس کے مثل بے شک نہیں ہو سکتی ہیں اُس کو بھی معجزہ
بلکہ اصلی معجزہ قرآن مجید کا سمجھتا ہوں (چیپئرز) - قرآن مجید اُس زمانہ میں نازل ہوا جو جاہلو
اور ناواقفوں اور ناتربیت یافتہ لوگوں کا زمانہ تھا وہ اُس زمانہ کے جاہل لوگوں کی ہدایت
کے لیئے بھی تھا اور اُن اعلےٰ درجہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کے لیئے بھی تھا جو اُس وقت
کی دنیا میں تھے اور جو آیندہ دنیا میں ہونے والے تھے ضرور تھا کہ اُس کی ہدایتیں
اس طرح پر بیان کیجاویں کہ اُس سے ایک صحرائی اونٹ چرانے والا بدو اور ایک اعلےٰ درجہ
کا حکیم سقراط اور بقراط دونوں برابر فایدہ اُٹھادیں دونوں برابر ہدایت پاویں - قرآن مجید
ہی صرف ایسا کلام ہے جس میں یہ صفت موجود ہے اور جس سے مختلف درجوں بلکہ متضادہ
حیثیتوں کے لوگوں کو یکساں ہدایت ہوتی ہے - ایک جاہل بدو یا ایک مقدس مولوی اُسکی
لفظی معنوں سے جیسی ہدایت پاتا ہے ویسا ہی ایک فلاسفر اُنہی الفاظ کے مقصود سے
ویسی ہی ہدایت پاتا ہے اور کسی لفظ کو نیچر یا فلسفہ سے برخلاف نہیں پاتا - کسی زبان میں
فرنچ - لیٹن - عربی - فارسی - سنسکرت وغیرہ میں کوئی ایسی کتاب لکھ دو یا اگلے زمانہ
کی لکھی ہوئی بتا دو جس میں اعلےٰ سے اعلےٰ مضامین فلسفہ اور حکمت بھرے ہوئے ہوں
اور پھر نہایت دلکش اور سہل الفاظ میں اور پھر اُس سے جاہل اور عالم - عامی اور فلسفی سب کو
یکساں فایدہ حاصل ہو اور سب کے دلوں پر یکساں اثر ڈالے نہایت ناممکن ہے - مگر صرف
قرآن مجید ہی ایسا ہے جس میں یہ تمام خوبیاں موجود ہیں اور یہی اُسکا اصلی اور سچا اور واقعی
معجزہ ہے (چیپئرز) - اُس کے مسائل جیسے اس زمانہ میں سچے تھے جبکہ زمین ساکن مانی جاتی
تھی ویسے ہی اب بھی سچے اور قابل تسکین ہیں جبکہ سورج ساکن اور زمین گھومتی مانی جاتی ہے
یہودیوں کے پاس عیسائیوں کے پاس - جینیوں کے پاس - ہندوؤں کے پاس بھی
کتابیں ہیں جن کو وہ مقدس سمجھتے ہیں مگر بتاؤ کس میں یہ صفت موجود ہے جو میں نے بیان کی -
توریت میں ہے کہ یوشع کے لیئے سورج ٹھہر گیا - اگر ایسا ہوا ہوتا تو تمام عالم کب کا برباد

ہو چکا ہوتا۔ مگر قرآن مجید ایسی باتوں کے وعظ کرنے سے پرہیز کرتا ہے اور اگر وہ کچھ نصیحت کرتا ہے تو یہ کرتا ہے کہ "لا تبدیل لخلق اللہ" میرا یقین ہے اور گو کہ وہ ایک پیشین گوئی ہونے کے لحاظ سے قابل اعتراض ہو کہ اگر یہ حکمت و فلسفہ جو اس زمانہ میں سچی مانی جاتی ہے اگر آئندہ غلط ثابت ہو جیسے یونانی حکمت اب ثابت ہوئی ہے اور حکمت و فلسفہ کے بالکل نئے اصول سچے ثابت ہوں تو بھی میں دعوے کرتا ہوں کہ قرآن مجید ویسا ہی سچا ثابت ہوگا جیسا کہ اب سچا ہے اور غور کرنے کے بعد ثابت ہوگا کہ جو کچھ غلطی تھی وہ ہمارے علم کا نقصان تھا مگر قرآن ویسا ہی سچا تھا (چیئرز) ہمارے قدیم مفسروں نے قرآن مجید پر اُس کو یونانی حکمت اور علم ہیئت سے مطابق کرنے پر بہت زور ڈالا ہے۔ مگر جو لوگ خدا کی ہدایت کی روشنی سے قرآن پر غور کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ اُس میں غلطی ہو وہ اُن کی غلطی تھی نہ قرآن مجید کی۔

اے بھائیو۔ اے میرے دوستو! یہ ایک ایسا مشکل رستہ ہے جس پر چلنا دشواری سے خالی نہیں۔ مگر ضرور ہے کہ جو لوگ دین اسلام پر ہونے کا دعوے کرتے ہیں اُس پر غور کریں جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ واقع میں اَور لوگوں کا کام تھا نہ ایک جاہل آدمی کا جیسا کہ میں ہوں مگر جب کسی نے نہ کیا تو میرے دل میں ایک تحریک پیدا ہوئی اور میں اُس پر آمادہ ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک میرے دل میں خدا نے ڈالی ہے اگر میں بقدر اپنی طاقت کے اُس میں کوشش نہ کروں تو خدا کو کیا جواب دوں گا۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ لوگوں نے میرے مطلب اور میرے مقصد کو نہیں سمجھا اور چھوٹے چھوٹے اختلاف پر جو درحقیقت بالکل نئے بھی نہیں ہیں مجھ سے مخالفتیں جھوٹے جھوٹے اتہام لگا کر کیں۔ مگر آپ پرانے حالات پر غور کریں اور اگلے علماء کی کتابوں کو جن کا سب ادب کرتے ہیں بغور دیکھیں کہ اُن میں باہم ایسے اصول ہیں جو ایک طرف کفر اور دوسری طرف اسلام تک پہنچتا ہے کس قدر اختلاف ہے۔ ایک فرقہ خدا کی رویت کا قائل ہے اور کہتا ہے کہ وہ منصوص ہے۔ اہل سنت و جماعت ہی کا ایک فرقہ خدا کے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کا قائل ہے اور اُس کے عرش پر متمکن ہونے کا یقین کرتا ہے اور اُس کو منصوص جانتا ہے۔ دوسرا گروہ اُس کے برخلاف ہے اور اُس کو کفر سمجھتا ہے جبکہ قدیم سے اصولی مسائل میں قدیم علماء نے اس قدر اختلاف کیا ہے تو میرا کیا گناہ ہے اگر میں اُن قدیم علماء کے مقرر کردہ مسائل سے اختلاف کروں وہ بھی آخر انسان تھے نہ معصوم اور محفوظاً عن الخطاء تھے۔

بلا حجت اور غیر مشتبہ منصوص مسائل میں جیسے نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ ہیں جو خدا تعالیٰ نے

قرآن مجید میں فرض بتائے ہیں اُن کو میں بھی اُسی طرح فرض سمجھتا ہوں جیسے ایک جاہل مسلمان یقین کرتا ہے۔ لیکن جب اُن پر مخالف کا حملہ ہوتا ہے تو اُن کی اصلیت اور اصلیت بتانی ضرور پڑتی ہے۔ اگر یہ بحث پیش آئے کہ ہاتھ منہ دھونے کو یعنی وضو کو عبادت سے جس کا تعلق دل سے ہے کیا تعلق ہے۔ حدث کے بعد بے محل منہ میں کُلی کرنے سے کیا تعلق ہے۔ نماز کا جو ایک روحانی فعل ہے اُٹھنے بیٹھنے سر نیچا اور سرین اونچے کرنے سے کیا علاقہ ہے تو بمجبوری ہمکو اُس کی اصلیت اور نماز کے ارکان کی بابت پر بحث کرنی ہوگی اور سمجھانا پڑے گا کہ وضو کیوں فرض کیا گیا ہے اور نماز کے ارکان کیوں قرار پائے ہیں اور اس کے بیان کے لیئے منقولی سندیں کچھ کام نہیں آنے کیں کیونکہ مشکک فی المذہب یا غیر مذہب والا اُن کو نہ مانے گا بلکہ اُن کا بیان کرنا ایسی طرز پر لازم ہوگا جو عقل یا نیچر۔ انسان کی فطرت کے مطابق ہو تاکہ دوسرے کے دل کو تسکین ہو جاوے (چیئرز)۔ کیا غیر لوگوں کو یہ کہنا کافی ہوگا کہ یوں ہی حکم ہے یوں ہی مانو۔

اے میرے بھائیو! یقین جس کا دوسرا نام ایمان ہے صرف کسی شخص کے کہدینے سے نہیں ہوتا اگر میں آپ سے ایسی حالت میں کہ یہ نفیس ہال بلورین جھاڑوں کنولوں دیوارگیریوں سے روشن ہو رہا ہے یہ کہوں کہ اس میں بالکل اندھیرا ہے اور آپ مجھ کو اور میری بات کو قابل ادب اور لایق تسلیم سمجھکر کہہ بھی دیں کہ ہاں اندھیرا ہے تو کیا اس کہدینے سے آپ کے دل میں یقین بھی ہو جاویگا ہاں اگر آپ عقلمند ہیں اور واقعی دل سے مجھ کو قابل ادب اور میری بات کو قابل یقین سمجھتے ہیں تو آپ ضرور خیال کرینگے اور سوچینگے کہ اندھیرے کے لفظ سے کیا مراد ہے اور جب اُس کو آپ سمجھ جاوینگے تو اُس وقت آپ کے دل میں سچا یقین ہوگا (چیئرز)۔ میرا یہی مطلب ہے اور میں اپنے بھائی مسلمانوں سے یہی چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کو صرف زبان سے معجزہ کہو بلکہ دل سے معجزہ جانو۔ اس لیئے میں نے خیال کیا کہ اُن کے سامنے ایسی چیزیں پیش کیجاویں جن سے اُنکو اُس کے معجزہ ہونے کا اور کم سے کم اُس کے سچے ہونے کا یقین ہو۔ جو کہ مجھکو اُسپر ایسا ہی یقین تھا اس لیئے میں نے بے دھڑک اور بغیر اس خیال کے کہ وہ اگلوں کے مخالف ہے یا موافق اور بغیر علماء زمانہ کے کفر کے فتووں کے ڈر کے دنیا کو دکھانا چاہا کہ قرآن مجید اور اسلام یکساں انسان کی فطرت کے مطابق ہے (چیئرز)۔ میں اپنے مسلمان بھائیوں سے اُمید کرتا ہوں کہ اگر اُن سے ہو سکے جو کچھ میں نے کیا ہے اُس کی اصلاح کریں اور اگر مجھ سے کچھ غلطی ہوئی ہے تو معاف فرماویں نہ یہ کہ مجھ کو ایک فرقہ کا موجد یا ایک نئے مذہب کا قرار دینے والا قرار دیں میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ جو مسائل اسلام کے محقق ہیں جہاں تک مجھ سے ممکن ہے میں اُن کی تصدیق کرتا ہوں۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ یہ کوئی جدید مذہب ہے؟ میرا عقیدہ یہ ہے کہ مذہب اسلام ایک کامل

اور آخری مذہب ہے۔ مجھ کو خدا کے اس قول پر یقین کامل ہے کہ "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" مگر جب مفسرین (خدا اُن پر رحمت کرے) اس تکمیل کے یہ معنی بتائیں کہ خدا نے فلاں جانور کو حلال اور فلاں جانور کو حرام بتا کر دین کو کامل کر دیا ہے تو میں اُن سے مخالفت کرتا ہوں گو کہ وہ فخر الدین رازی ہوں یا ملا علی نیشاپوری یا اُن سے بڑھکر اور کوئی۔ اور اُن بزرگوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جناب اگر یہی معنی تکمیل دین کے ہیں تو اسلام میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر غلط ہے۔ دین اسلام خدا کی توحید کے کامل طور پر بتلانے سے اُسکے ہر ایک فروع و اصول کو روشن کر دینے سے مکمل ہوا ہے اور یہی تکمیل دین کی ہے اور اسی تکمیل کے سبب وہ آخری دین ہے اور اسی تکمیل کے سبب قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد بھی بغیر تبدیل کے قائم رہے گا (چیئرز)۔

اب میں اُن بعض احکام کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ مثلاً "نماز" میں سمجھتا ہوں کہ انسان میں جو فطرت خدا نے رکھی ہے اُسی کے لحاظ سے نماز کو فرض کیا ہے جس سے یہ مراد ہے کہ معبود کی یاد دل میں رہے اور انسان اُسکو بھول نہ جائے اپنا دلی نیاز اور تذلل اُس کے سامنے ادا کرتا رہے یہی اصلی جزو نماز کا ہے جو خدا نے فرض کیا ہے مگر اس لیئے کہ یہ فرض کیونکر ادا ہو اُسکے لیئے ارکان مقرر کیئے ہیں جو حقیقت میں اُس کے اصلی جزو نہیں ہیں بلکہ اُسکے محافظ ہیں اور محافظ ہونے کی حیثیت سے اصلی جزو سے جدا نہیں ہو سکتے اور اسلیئے اصلی جزو میں داخل ہو گئے ہیں اور بطور اصلی جزو کے واجب الادا ہو گئے ہیں۔ اسکی تشریح میں بخوبی ہو سکتی جب انسان پر سے اُن ارکان کا ادا کرنا جو بطور محافظ اصلی رکن کے تھے ساقط ساقط ہو جاتا ہے۔ عذر کی حالت میں وضو کی فرضیت نماز میں قیام و قعود و سجدہ کی فرضیت حتیٰ کہ قراءت کی فرضیت بھی ساقط ہو جاتی ہے مگر توجہ الی اللہ اور اُس دلی نیاز و تذلل کا ادا جو اصلی رکن نماز کا تھا جب تک کہ انسان کو ہوش ہے اور اُس کا سانس چلتا ہے ساقط نہیں ہوتا پس صاف روشن ہے کہ جو رکن ساقط ہوتے گئے وہ در اصل اصلی نہ تھے وہی رکن اصلی تھا جو کسی وقت جب تک کہ انسان انسان ہے ساقط نہیں ہوا (چیئرز)۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ یہ طریقہ نماز کا خلاف نیچر یا انسانی فطرت کے برخلاف ہے (چیئرز)۔

ہاں یہ بحث باقی رہتی ہے کہ نماز میں یہ ارکان کیوں مقرر کیئے گئے اور ان ارکان مقررہ کو فطرت انسانی سے کیا مناسبت ہے۔ مگر میں کہوں گا کہ ہاں فطرت انسانی سے مناسبت ہے مگر میں اسوقت دوسرے فلسفیانہ طریقہ سے اسکا جواب دوں گا۔ اگر ہم کوئی دوسرے ارکان اس فرض کے ادا کرنے کے لیئے مقرر کریں تو جو سوال اُن مقررہ ارکان کے مقرر کرنے پر وارد ہوتا ہے وہی

سوال اُن ارکان کے مُقرر کرنے پر وارد ہوگا اور علیٰ ہذا القیاس الیٰ غیر النہایۃ پس ایسا سوال کرنا جو عامۃ الورود ہو ذی روح عقل انسان کا کام نہیں ہے ❊

البتہ یہ بات پیش کرنی چاہیئے کہ اُن سے عمدہ دوسرے رُکن مُقرر ہو سکتے تھے مگر میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی شخص ان ارکان سے بہتر جس میں تمام اعضائے اندرونی و بیرونی تمام قوائے ظاہری و باطنی تمام طریقہ ادب و تذلل جسمانی و روحانی ادا ہوتے ہیں اور جو انسان پر بمقتضائے فطرت انسانی مؤثر ہوتے ہیں اَور کوئی ارکان نہیں بتلا سکتا ❊ (چیئرز) ❊

میں نے مختصر طور پر اپنے تمام خیالات جو مذہب اسلام کی نسبت ہیں آپکے سامنے ظاہر کیئے ہیں اور یہ بات بھی بتائی ہے کہ جو جدید طرز تائید مذہب اسلام کی اور مباحثہ کی میں نے اختیار کی ہے اُس کا کیا سبب ہے اور اس بات کو بھی جتایا ہے کہ مجھ کو علمار متقدمین سے اختلاف کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے۔ اس بات کے بیان کرنے کو کہ خود علمار متقدمین آپس میں کن کن باتوں میں مختلف ہیں اور میں نے کن کن امور میں علمار متقدمین سے اختلاف کیا ہے اور انمیں سے کتنی باتیں ایسی ہیں جن میں بعض متقدمین علمار نے بھی وہی مسلک اختیار کیا ہے جو میرا ہے اور کتنی ایسی ہیں جن میں میں منفرد ہوں اور کل علمار متقدمین کے برخلاف ہیں ایک بہت بڑی فرصت چاہیئے۔ مگر جس قدر کہ میں نے اس وقت بیان کیا اُسکے بعد اس بات کا تصفیہ کہ جو کچھ میں نے کیا ہے آیا وہ اسلام کی تائید ہے یا نہیں۔ آپ صاحبوں کے اوپر چھوڑتا ہوں ❊

اب میں اخیر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو تائید اسلام کی میں نے اپنی دانست میں اختیار کی ہے وہ اس وجہ سے نہیں کی کہ میں مسلمان ہوں اور مُسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہوں۔ اور خواہ نخواہ مجھ کو اسلام کی تائید کرنی چاہیئے میں اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا۔ جو شخص جس مذہب میں پیدا ہے خاموشی سے اُس میں چلے جانا دوسری بات ہے اور اُس کی تائید پر مستعد ہونا دوسری بات ہے پچھلی بات اُس شخص کو زیبا نہیں ہے جس نے خود پورا یقین اسپر نہ کر لیا ہو۔ میں نے خالی الذہن ہو کر اسلام پر بہت کچھ غور کی ہے اور نہایت غور و فکر کے بعد میرے دل میں اس بات کا یقین ہوا ہے کہ دنیا میں کوئی مذہب سچا ہے تو وہ اسلام ہی ہے اور میں اس دلی یقین پر اس کی تائید کرتا ہوں نہ اس وجہ سے کہ میں مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہوں اور مسلمان ہوں (چیئرز بہت زور سے) ❊

۳۹

لکچر جو ۴- فروری ۱۸۸۴ء کو مقام جالندھر میں دیا۔

جناب سردار صاحب و دیگر بزرگان۔

آج مجھ کو نہایت خوشی ہے کہ دوسری مرتبہ آپ صاحبوں کی خدمت میں حاضر ہونے کا مجھ کو اتفاق ہوا ہے۔ پہلی دفعہ اور نیز اس دفعہ جالندھر کے بزرگوں نے جو کچھ عنایت و شفقت میرے حال پر فرمائی ہے اُس کا میں دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اگلی دفعہ جب میں یہاں آیا تو ایک مضمون خاص پر بشمول دیگر مضامین کے لکچر دینا قرار پایا تھا لیکن وہ ملتوی ہو گیا۔ اب اُنھی مضمونوں کو پھر اختیار کرنا اور اُنھی کے بیان پر پھر متوجہ ہونا میں غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ میرا ارادہ ہے کہ جو کچھ ہندوستانیوں کے لیئے زیادہ ضروری اور زیادہ تر مفید اور کار آمد ہے اور جس پر ہندوستانیوں کو زیادہ غور کرنا اور دل سے متوجہ ہونا درکار ہے اور جو درحقیقت ملک کے لیئے سب سے زیادہ فایدہ مند ہے اُسی کے متعلق کچھ بیان کروں۔ جس چیز پر میں نے اسقدر زور دیا ہے وہ چیز تعلیم ہے اور اُسی کے ساتھ تربیت۔ اگرچہ مجھے خوشی ہے کہ دس برس کے بعد جو میں اس مرتبہ پنجاب میں آیا اور مختلف اضلاع کے لوگوں سے ملا تو مجھ کو معلوم ہوا کہ اس خطہ نے ہر ایک امر میں بہت کچھ ترقی کی ہے۔ میں اس ترقی پر دوسا پنجاب کو مبارکباد دیتا ہوں اگر کوئی شخص اپنی آنکھ سے نہ دیکھے تو اُس کو اس بات پر مشکل سے یقین ہوگا کہ اس تھوڑے سے زمانہ میں اس مُلک میں اسقدر ترقی ہو گئی ہے۔ تعلیم کی نسبت بھی یہاں کچھ کم ترقی نہیں ہوئی اضلاع شمال و مغرب میں جہاں اسّی برس سے گورنمنٹ کی عملداری ہے اگر پنجاب سے مقابلہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُس ملک میں ترقی کی چال کس قدر آہستہ اور پنجاب میں کس قدر تیزی پر ہے اور پنجاب کس طرح اُن اضلاع پر غالب ہو گیا ہے۔ لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ پنجاب کو اب کچھ کرنا باقی نہیں ہے بلکہ ابھی اُس کو بہت کچھ کرنا ہے۔ پنجاب کو ایک یونیورسٹی بھی مل گئی ہے جس کے اصول پر لوگوں کی رایوں میں بہت کچھ اختلاف ہوا تھا اور اُس کے تقرر کے وقت بہت سے جھگڑے بھی پڑے تھے۔ یہ مخالفت عجیب طرح کی تھی۔ جو لوگ اُس کے مخالف تھے وہ بھی مُلک اور قوم کے خیر خواہ تھے اور جو لوگ کہ اُس کے طرفدار اور قایم کرنے والے تھے وہ بھی اپنی دانست میں مُلک اور مُلک کے

لوگوں کی بہتری چاہتے تھے - کوئی شک نہیں ہے کہ ابتداء میں اُس کی بنا کے طریقہ نے ایک نامناسب صورت پکڑی تھی مگر حال کے جناب نواب لفٹننٹ گورنر بہادر نے اُس میں کچھ اصلاح کی اور اُس کی صورت کو سنوارا - اب پنجاب یونیورسٹی ایک ایسے درخت کی مانند ہوگئی ہے جس میں دو قسم کے پھل لگتے ہیں - ایک میٹھا اور دوسرا پھیکا - یا دو پھول کھلتے ہیں ایک خوشنما اور خوشبودار اور دوسرا بغیر خوشبو کا - اب یہ بات کہ کس پھل اور کس پھول سے عمدہ نتیجہ ملک کی ترقی کا اور ملک میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم کے پھیلنے کا حاصل ہوگا غور طلب باقی ہے - اب پنجاب کے لوگوں کے اختیار میں ہے کہ اُسپر غور کریں اور جس کو پسند کریں اختیار کریں -

اے حضرات میں بھی ہندوستان ہی کا رہنے والا ہوں میرے باپ دادا نے مشرقی ہی علوم میں تعلیم پائی تھی - اُسی سے فایدے اُٹھائے تھے - میرے ہندو بھائیوں نے بھی اپنے ہی علوم میں بڑی ترقی کی تھی اُن کی مقدس زبان سنسکرت میں بہت سے علوم موجود ہیں جن پر اُن کو فخر کرنے کا مقام ہے کہ اُن کے باپ دادا نے ایسے علوم جاری کیئے تھے اور انھیں ایسی عمدہ عمدہ کتابیں لکھی تھیں اور وہ سب مشرقی ہی علوم تھے - جو مناسبت مجھ کو مشرقی علوم سے بوجہ ہندوستان کے باشندہ ہونے یا باپ دادا کے موروثی علوم ہونے کے سبب سے ہے میرے دل میں اسی بات کو آنا چاہیئے تھا کہ وُہی علوم قابل ادب ہیں اور اُنھی علوم کو ازسرنو زندہ کرنا یا ترقی دینا چاہیئے مگر زمانہ کی چال نے مجھ کو یہ سکھایا ہے اور اُسپر مجبور اور مضبوط کردیا ہے کہ میں یہ کہوں کہ ہمارے نوجوان طالب علم اور پیلے بچے انگلش لٹریچر اور یوروپین سینس سیکھیں *

اے دوستو - ایک زمانہ تھا کہ ہمارے باپ دادا اپنے حاصل کیئے ہوئے علوم پر فخر کرتے تھے - ہندو صاحبوں کے باپ دادا کا بھی ایسا ہی حال تھا - وہ فخر بے شک ہمیشہ رہیگا اور اُن بزرگوں کے نام عزت سے لیئے جائیں گے مگر اس زمانہ میں یہ چیز قابل دیکھنے کے ہے کہ کون سی چیز اب ہم کو اور ہمارے ملک کو مفید ہے - کون سے علوم ہمکو مہذب بناوینگے اور کس زبان کا سیکھنا ہماری شایستگی کو ثابت کرے گا اور دنیا میں ہمکو بکار آمد بناویگا - میں اس بات کے کہنے پر مجبور ہوں کہ وہ انگلش لٹریچر اور سینس ہے - جس زمانہ میں مشرقی علوم ہمارے اور تمہارے باپ دادا نے حاصل کیئے تھے اُس کو ہزاروں برس ہو گئے - جو علوم سابق میں جاری اور ایجاد ہوئے تھے اُن میں بعض علوم تو بلاشبہ اب تک سچے ثابت ہوئے ہیں مگر اُن میں بھی بہت کچھ ترقی ہوگئی ہے اور بہت سے علوم اب ایسے ایجاد ہوئے ہیں جنکو ہمارے تمہارے باپ دادا نہ جانتے تھے اور وہ اس زمانہ کے لیئے مفید اور کار آمد ہیں

اگر ہم اُسی پُرانی لکیر کو پیٹتے رہیں تو گویا ہم موجودہ زمانہ سے سینکڑوں برس پیچھے ہٹتے ہیں حالانکہ ہمکو آگے بڑھنا چاہیئے (چیئرز) میں کہتا ہوں کہ پنجاب کے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ اُن جدید علوم کو اپنی زبان کے ترجموں سے حاصل کرلینگے اور یہی بنا مشرقی زبان کی یونیورسٹی قایم کرنے کی ہوئی مگر میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں پہلا شخص ہوں جس کے خیال میں بیس بائیس برس قبل یہی بات آئی تھی۔ میں نے صرف اُس کو خیال ہی نہیں کیا تھا بلکہ کر کے دکھایا اور آزمایا تجربہ کیا سین ٹیفک سوسائٹی قایم کی جو اب تک زندہ ہے اُس میں یہی کام شروع کیا تھا تاکہ علوم اور فنون کی کتابیں اپنی زبان میں ترجمہ ہو کر قوم کی تعلیم کے لیئے شایع کی جائیں مگر بعد تجربہ کے معلوم ہوا کہ ان جدید علوم کا ترجمہ کر کے اپنی قوم کو سکھلانا ناممکن ہے۔ میں اس کا مخالف نہیں ہوں کہ بذریعہ ترجمہ کے وہ علوم ہماری زبان میں نہ لائے جاویں۔ مجھ کو جس قدر مخالفت ہے وہ اس بات سے ہے کہ ہمارے ملک کی تعلیم اور خصوصاً اعلےٰ درجہ کی تعلیم اُنہی پر منحصر رکھی جاوے یا وُہی کافی متصور ہوں اور انگریزی زبان میں تعلیم کی ضرورت نہ ہو۔ جن لوگوں نے ترجمہ کا کام کیا ہے وہ جان سکتے ہیں کہ غیر زبان کی اصطلاحوں کو اپنی زبان میں لانے کے واسطے کس قدر دقتیں پیش آتی ہیں۔ پھر اس کے سوا یہ کیسی دقت ہے کہ جب تک کسی ایک عالم کی کتاب کا ترجمہ ہو کر شایع ہونے کا وقت آئے تب تک اُس علم میں بہت سی اصلاح اور بہت کچھ ترقی ہو جاتی ہے۔ ہاں یہ اُس وقت ہو سکتا تھا کہ جب علم محدود ہو گئے ہوتے اور ہماری زبان حکمران زبان ہوتی ہمارا یہ حال نہیں ہے ہماری حکمران زبان انگریزی ہے ہم کیسی ہی کوشش کریں ناممکن ہے کہ ہماری زبان میں علوم پھیل سکیں۔ یورپ میں بھی غیر قوم کے علوم کی کتابوں کے اپنی زبان میں ترجمہ کرنے کا کام ہوا ہے اور ہوتا ہے باوجودیکہ اُنھوں نے ترجموں میں اصطلاحیں قرار دینے کو مجلسیں مقرر کیں اور بڑے بڑے عالموں نے اُس پر توجہ کی پھر بھی اصطلاحات کے مقرر کرنے میں غلطیاں نکلتی ہیں اور ثابت ہوتا ہے کہ اُن سے چارہ نہیں معہذا وہ ترجمے اس لیئے نہیں ہوئے اور نہ اس لیئے ہوتے ہیں کہ وہ ترجمے یورپ کے لیئے علوم کے سرمایہ ہوں گے بلکہ وہ صرف اس بات کے جاننے کے لیئے ہوتے ہیں کہ اَور قوموں کے کیا خیالات تھے ہمارے مُسلمان بھائی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خلفاء عباسیہ کے وقت میں یونانی علوم اپنی زبان میں ترجمہ کر کے شایع کیئے گئے تھے اور ملک و قوم کے لیئے مفید ہوئے۔ مگر اس میں دو غلطیاں ہیں ایک تو میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ ترجموں کے ذریعہ سے علوم پھیلنے کے لیئے ترجموں کی زبان وُہی حکمران زبان مُلک کی ہونی چاہیئے۔ خلفائے عباسیہ کے وقت میں وُہی زبان مُلک کی حکمران زبان تھی لوگوں کو دوسری زبان سیکھنے کی حاجت نہ پڑتی تھی

اور اُسی زبان میں علوم پھیلتے تھے۔ اس سے سوا دوسری بات یہ ہے کہ اُن کو یونان کی چند محدود کتابیں ملی تھیں اُس زمانہ میں یونان کے علوم ترقی کر کے رُک گئے تھے اُن میں روز روز نئی اصلاحیں نہ ہوتی تھیں اُس وقت میں اُن ترجموں سے کام نکل سکتا تھا۔ اس زمانہ میں یورپ کے جدید علوم نے ایک جگہ قرار نہیں پایا ترقی موقوف نہیں ہوئی۔ خدا کرے کہ اس کی ترقی موقوف بھی نہ ہو۔ اس زمانہ میں کوئی مہینہ کوئی ہفتہ نہیں جاتا کہ علوم میں کوئی نہ کوئی نئی بات پیدا نہ ہو طلبا کو روز بروز اُس کو دیکھنا اور اُس سے واقف ہونا چاہیئے۔ کیا یہ بات کسی طرح ممکن ہے کہ جو دریا روز بروز موج مارتا ہوا بڑھتا آتا ہو اور اُس کو ایک کوزہ میں بند کر لیں کالج کے طالب علم بخوبی جانتے ہیں کہ دس برس اُس طرف جو کتابیں ٹیسٹ بک تھیں اب وہ ردی ہیں اگر میری یاد میں غلطی نہ ہو تو تھوڑے دن ہوئے کہ لارڈ ڈفرن نے قاہرہ ملک مصر میں تعلیم پر ایک لیکچر دیا تھا مصر کی حکمران زبان عربی ہے وہاں علوم کی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں کیا جاتا ہے فرانس اور جرمن میں جاکر لاکھوں روپیہ خرچ کر کے وہاں کے علوم اپنی زبان میں ترجمہ کرتے ہیں۔ اور وہی کتابیں وہاں شایع ہوتی ہیں۔ لارڈ ڈفرن نے لوگوں کو یہ بات دکھائی کہ بہت سی کتابیں جو ابھی چھاپہ خانہ سے نکلنے بھی نہیں پائی تھیں وہ ردی ہو گئیں۔ علوم کا ایک حد تک رکھنا اَور چیز ہے اور ترقی دینا اَور چیز ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم لوگ کیا اگر گورنمنٹ بھی بہت بڑا حصہ خرچ کا دے تب بھی اُن تمام علوم کا جو شایع ہوتے جاتے ہیں اُن کا ترجمہ اور ہمکو اُن سے فایدہ پہونچانا ناممکن ہے ادنے ترین تعلیم کے لیئے وہ ترجمے مفید ہو سکتے ہیں۔ اعلٰے درجہ کی تعلیم کے لیئے جو یونیورسٹی کی تعلیم کہلاتی ہے صرف نامفید ہی نہیں ہے بلکہ ملک و قوم کے لیئے نہایت مضر ہیں۔ ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں۔ ترجموں کے پیچھے پڑا رہنا میری دانست میں پیچھے ہٹنا ہے۔ بعض مسلمان مجھ سے کہتے ہیں کہ انگریزی پڑھنے سے اور علوم جدیدہ کے سیکھنے سے عقاید اسلام میں سستی آجاتی ہے۔ بہت سے خطوط بھی میرے پاس اس مضمون کے آتے ہیں۔ مگر میں نہیں جانتا کہ یہ گفتگو کس بنیاد پر ہے۔ میرے خیال میں تو یہ مباحثہ نئی بات نہیں ہے۔ خلفائے عباسیہ کے وقت میں بھی علما نے جو سادہ مزاج تھے اور جنمیں دور اندیشی کا مادہ نہ تھا ایسے ہی فتوے دیئے تھے کہ فلسفہ اور لاجک کا پڑھنا ممنوع ہے اور پڑھنے والا گنہگار۔ مگر مسلمانوں کے مشہور اور مقدس عالموں میں کوئی ایسا نہ نکلیگا جس نے فلسفہ اور منطق نہ پڑھا ہو۔ اگر کسی نے ایسا نہیں کیا تو وہ اس درجہ کو نہیں حاصل کر سکتا تھا جو عالموں کا درجہ کہلاتا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ انگریزی پڑھنے سے مذہب میں نقصان آتا ہو۔ ایک زحمت کا زمانہ ہندوستان پر اَور گذرا ہے میری سمجھ میں کم لوگ موجود ہونگے

جنھوں نے اُس کو دیکھا ہوگا اور اس جلسہ میں یقیناً بہت کم ہوں گے جو اس سے واقف ہونگے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب لارڈ میکالی پریسیڈنٹ ایجوکیشنل بورڈ کے تھے اُس وقت اس کی تکرار اور بحث تھی کہ ہندوستانیوں کو آیا انگریزی علوم اور فنون سکھائے جاویں یا اُن کو اُنھی مشرقی علوم میں مبتلا رکھیں جن میں وہ ابتدائے عملداری انگریزی سے سنہ ۱۸۳۴ء یا سنہ ۱۸۳۵ء تک مبتلا تھے۔ یہ تکرار علوم انگریزی کے مفید یا غیر مفید ہونے پر نہ تھی بلکہ اس بات پر تھی کہ خدا نے جن بندوں کو ہمارے قبضہ میں دیا ہے اُن کو اپنے فایدہ کی نظر سے اندھیرے میں رکھنا بہتر ہے یا خدا کا۔ ملک کا۔ انسانیت کا فرض ادا کرنے کے خیال سے اُن کو روشنی میں لانا فرض ہے۔ یہ بحث نہ صرف ہندوستان میں تھی۔ بلکہ اس بحث سے پارلیمنٹ کے کمرے انگلستان میں بھی گونجتے تھے۔ وہ شخص جو اپنی نیک دلی سے خدا کے بندوں پر نیکی کرنا چاہتا تھا۔ اس امر میں گورنمنٹ سے مخالف تھا مگر بڑی بحث کے بعد وہ نیک بندہ خدا کے نیک بندوں پر شفقت کرنے والا یعنی لارڈ میکالی جیت گیا۔ میری دانست میں کوئی گورنر جنرل کوئی ویسرائے کوئی ملک کا خیر خواہ ایسا نہیں گذرا جس نے لارڈ میکالی سے زیادہ ہندوستان پر اور ہندوستانیوں پر احسان کیا ہو جس نے اس طرح کے استقلال اور ملک کی خیر خواہی زور قلم اور سچی رائے سے ثابت کر کے یہ طے کرا دیا کہ انگریزی زبان اور یورپین سینس کی ہندوستانیوں کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم ہو۔ میں پنجاب کے لوگوں سے کہتا ہوں کہ اُس کے احسان کو یاد رکھیں اور سوچیں کہ اُس نے کیسی مفید چیز ہمکو دلا دی تھی اور لوگوں کو خود دیکھنا چاہیئے کہ اُن کو کیا چیز مفید اور کیا مضر ہے ابھی دو دن کا عرصہ ہوا کہ میں ایک ایوننگ پارٹی میں شریک تھا جو براہ مہربانی مجھے دی گئی تھی اُس میں میں بہت سے بی اے خوانوں سے ملا جنھوں نے یورپین سینس اور لٹریچر میں ڈگری حاصل کی ہے اور ایسے بزرگوں سے بھی مشرف ہوا جنھوں نے مشرقی علوم اور اورینٹل زبانوں کے ذریعہ سے ڈگری پائی ہے۔ میں ان پچھلے عالموں کو غور سے دیکھتا تھا کہ وہ مشرقی علوم اور مشرقی زبانوں کے عالم اس زمانہ میں کس کام کے ہوں گے اور ملک کو اُن سے کیا فایدہ ہوگا مانا کہ وہ علم کے خزانے رکھتے ہوں مگر وہ خزانے ہمارے کس کام آوینگے جبکہ ہماری حکمران زبان وہ زبان نہیں ہے اُن کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ ایک مٹکے کے پیٹ میں بہت سی کتابیں بھر دی جاویں (چیئرز)۔ پنجاب یونیورسٹی کا مسودہ قانون جب پیش ہوا تھا تب میں بھی کونسل میں تھا۔ میرے دل پر اس کا بہت اثر ہوتا تھا کہ اگر یہ مسودہ اُسی حیثیت پر پاس ہو گیا تو پنجاب کی قسمت ڈوب جاوے گی مگر مبارک ہو سر چارلس ایچیسن کو جنھوں نے کسی قدر تکمیل اور اصلاح کے بعد اُس کو پاس کرایا اب پنجاب کا ڈوبنا یا ترنا اُس کیلئے شدہ ملی

رائے پر منحصر ہے ہمکو گورنمنٹ کی پالیسی سے آنکھ بند کرلینی چاہیئے - مگر ہمکو وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جو ہمارے ملک اور قوم کے لیئے بہتری کا باعث ہو مگر گورنمنٹ کا مشکور ہونا چاہیئے جس نے ہمکو آزادی دی ہے ہمارے واسطے ایسا امن قایم کیا ہے جو ہم ہندو اور مسلمانوں کو کبھی پہلے حاصل نہ تھا - ہمکو گورنمنٹ کا خیر خواہ رہنا چاہیئے - وفاداری اور فرمانبرداری میں دریغ نہ کرنا چاہیئے جو بہ حیثیت ایک لایل سبجکٹ ہونے کے ہمارا فرض ہے - مگر جو چیز ہمارے ملک اور قوم کے لیئے مفید ہے اور جس کے اختیار کرنے میں گورنمنٹ ہماری مزاحم بھی نہیں ہے خود سوچکر ہمکو اختیار کرنی چاہیئے - ہمکو گورنمنٹ کی پالیسی کا شکرگزار ہونا چاہیئے جس نے براہ مہربانی ہمارے لیئے تعلیم کا بڑا بوجھ اس طرح سے اپنے اوپر اُٹھالیا ہے جس کی نظیر دنیا میں نظر نہیں آتی - گورنمنٹ ہمارے لیئے اس سے زیادہ اَور کچھ کر نہیں سکتی - ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مختلف قوم مختلف حاجتوں - مختلف عقاید - مختلف مقاصد اور اغراض کے لوگ ہوں بجز یکساں طریقہ تعلیم جاری کرنے کے اَور کچھ نہیں کرسکتی - اور یہی امر اُس کا بڑی تعریف کے لایق ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندوستان جیسے ملک کے لوگ گورنمنٹ کی اس پالیسی سے اپنے اپنے مقاصد اور اغراض کے لائق فایدہ نہیں اُٹھاسکتے - فرض کیجئے کہ گورنمنٹ کی عام پالیسی ہے کہ وہ تعلیم مذہبی سے بالکل علیحدہ رہے یہ پالیسی اُس کی تمام قوموں میں لایق تعریف اور تمام دنیا اُس کی ثنا خواں ہے (چیرز) - مگر اس ملک میں بہت لوگ ہیں جو مذہبی تعلیم بھی چاہتے ہیں - اس میں خواہ ہندو ہوں خواہ مسلمان - یہ لوگ گورنمنٹ پر ایسی تعلیم کا بھروسا رکھ سکتے ہیں اُن کو تو ضرور اپنی تعلیم اپنے ہاتھ میں لینی چاہیئے - اے دوستو - ہندوستان جودت سے علم اور سویلیزیشن میں مشہور چلا آتا ہے اور یہ شہرت اُس کی اُس وقت سے تھی جبکہ دوسری قومیں وحشی اور جانور کے موافق تھیں - کیا اُن کو غیرت نہیں آتی کہ اپنے بچوں کی تعلیم کے لیئے جو بنیاد تہذیب کی ہے گورنمنٹ کا مُنہ دیکھے اور مشنری اسکولوں کی طرف تکے جس کے بانیوں نے اپنے خیال کے موافق انسانی ہمدردی سے جو کچھ کیا ہو اُسکو غنیمت سمجھے اور اپنی اولاد کو اُس مہربانی اور خیرات کی تعلیم پر چھوڑ دے تمکو غیرت نہیں آتی - کیا تمہاری مجموعی قوت - تمہاری ہمت - تمہاری دولت اس قدر بھی نہیں ہے کہ تم اپنے بچوں کو تعلیم دے سکو - مذہبی انگریزی دنیوی تعلیم کے تم مختار بنو اور جس طرح پر چاہو اپنی اولاد کو تعلیم دو - کئی روز ہوئے جبکہ میں امرت سر میں تھا مجھ کو خبر ملی کہ ایک زنانہ اسکول الگزنڈریا وہاں قایم ہوا ہے - ریورنڈ کلارک صاحب نے براہ مہربانی میری خواہش کے بموجب وہ اسکول مجھکو دکھایا میں بیان نہیں کرسکتا جس قدر اُن مشنریوں کی عزت اور خوبی میرے دل میں اُس کے

دیکھنے سے بنتی ہے۔ اس اسکول میں غیر قوم کی لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں جن سے اسکول کے منتظموں کا نہ کچھ رشتہ ہے نہ قوم ہیں نہ برادری نہ ایک ملک کے رہنے والے ہیں۔ اُن لڑکیوں کی تعلیم جس قدر خوبی اور عمدگی اور صفائی سے ہو سکتی ہے وہاں ہوتی ہے اور اُس کے دیکھنے سے ریورنڈ کلارک کی بڑی قدر دلوں میں بیٹھتی ہے۔ میں نے جہاں تک دیکھا کہہ سکتا ہوں کہ جس عمدگی سے الگزنڈریا اسکول قایم ہوا ہے ہندوستان میں بے نظیر ہے۔ پچانوے ہزار روپیہ کے قریب اُس کی عمارت میں خرچ کیا گیا ہے۔ یہ اُن کی قوم اور اُن کے بچّوں کے لیئے نہیں ہے بلکہ اس ملک کی ہندوستانی عیسائی لڑکیوں کے لیئے ہے۔ غرضکہ جس قدر عزّت اُن مشنریوں کی میری نظر میں بیٹھی اُسیقدر بے عزّتی اپنے ملک اور قوم کی دکھائی دی۔ اُن لوگوں نے بھیک مانگ کر دوسری قوم کے بچّوں کے لیئے یہ بندوبست کیا ہے مگر حیف ہے ہندوستانیوں پر کہ اپنی قوم اور بچّوں کے لیئے کچھ نہیں کرتے۔ اگر فرض کیا جاوے کہ اُنہوں نے گورنمنٹ کی دی ہوئی تعلیم بچّوں کے لیئے کافی سمجھی ہے تو یہ خیال غلط ہے۔ اگر میری رائے غلط نہو تو نری تعلیم کسی کام کی نہیں جب تک اُس کے ساتھ تربیت نہ ہو۔ تربیت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ بچّہ دوزانو ہو کر بیٹھے اور ہاتھ جوڑ کر ہماری ہاں میں ہاں ملائے یہ تو انسان کی تعلیم نہیں ہے یہ تو بندر کو بھی سکھا دیا جاتا ہے۔ بچّوں کی تربیت کے لیئے سچائی۔ نیکی۔ لحاظ۔ سچی آزادی ہونی چاہیئے اور یہ تمام باتیں گھر پر تعلیم پانے سے نہیں آسکتیں جب تک اُن کے لیئے ایک ایسی تعلیمگاہ نہ ہو اور وہ اُس تعلیمگاہ کے اڑگڑے میں نہ ڈال دیئے جاویں۔ جہاں بجز تعلیم اور تربیت کے اَور کوئی چیز نہ ہو۔ جن لوگوں نے کیمبرج اور آکسفورڈ کے کالجوں کی تعلیم اور وہاں لڑکوں کا رہنا نہ دیکھا ہو اُن کے خیال میں اُس کی خوبی واقعی ذرا مشکل سے آوے گی۔ وہاں جوان جوان اور خوبصورت لڑکے نہایت صفائی اور ستھرائی سے بسر کرتے ہیں اور کالج لیف کا اُن کے اخلاق اور تربیت پر ایسا اثر ہوتا ہے جس سے وہ دنیا میں تربیت یافتہ اور شایستہ کہلاتے ہیں۔ ہندوستان میں راجہ۔ سردار۔ نواب۔ خان بہادر اور اَور نامی لوگوں نے اپنے بچّوں کی تربیت کا کیا بندوبست کیا ہے۔ گو میں ایک غریب آدمی ہوں مگر میں نے بڑے بڑے امیروں کے بچّے دیکھے ہیں۔ وہ نوکروں کے لونڈوں اور اگر وہ نہوں تو بازاری لونڈوں کی صحبت اُٹھاتے ہیں۔ گالی گلوچ۔ بُرے الفاظ بداخلاقی کی باتیں۔ خراب عادتیں سنتے دیکھتے اور سیکھتے ہیں۔ اس کے سوا اَور کچھ نہیں۔ بھلا ایسی حالت میں بھی تربیت ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ مدرسہ میں جا کر چار گھنٹے ماسٹر یا زیادہ سے زیادہ انگریزی پروفیسر کے پاس بیٹھنے سے تربیت نہیں آسکتی۔ وہ مقام کچھ جادوگھر نہیں ہے

کہ وہاں تین یا چار گھنٹہ کا رہنا باقی چوبیس گھنٹوں کی خراب صحبتوں کی خرابیوں کو دور کر سکے۔ آپ کلکتہ سے پشاور تک۔ ہمالیہ سے لیکر دکن تک کوئی جگہ بتلایئے جہاں لڑکے تربیت اور تعلیم پا سکتے ہوں گو میں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ جیسا چاہیئے تعلیم بھی نہیں پا سکتے لیکن بفرض تعلیم کے تربیت تو ہرگز نہیں پا سکتے۔ کوئی رئیس کیسا ہی بڑا رئیس کیوں نہ ہو کوئی سامان کافی اپنے گھر پر تعلیم اور تربیت کا نہیں کر سکتا۔ اس تعلیم کے واسطے یہ ضروری ہے کہ عمدہ خاندان۔ عُمدہ اخلاق عمدہ تعلیم کے معلم اور پروفیسر ہوں اور لڑکے جو آپس میں ساتھ پڑھتے اور رہتے ہوں اُسی طرح اچھے خاندان اور اچھی عادتوں کے خوگر ہوں۔ یہ امور ہر جگہ مہیّا ہونے ناممکن ہیں اور واقعی جب ایسا نہ ہو تو کوئی شخص اپنے لڑکے کو بلالحاظ اُس کی تیمارداری اور خرابیوں سے بچنے اور ہر طرح کی حفاظت سے محفوظ رہنے کے بھروسہ پر کہیں نہیں بھیج سکتا۔ یہ اُسی وقت میں ہو سکتا ہے کہ وہاں سب عُمدہ سامان موجود ہوں اور مربّی اپنے لڑکوں کو اور روپیہ خرچ کا بھیجکر سب طرح پر مطمئن ہوں (چیئرز) یہی خیالات میرے دل میں تھے جبکہ میں نے علیگڈھ میں کالج کی بُنیاد ڈالنے کا ارادہ کیا اور اُس کو ایک ایسا وسیع تعلیمگاہ بنانا تجویز کیا جس میں کافی تعداد ہماری قوم یعنی مُلک کے باشندوں ہندو اور مسلمان دونوں کی گنجایش ہو اور دونوں گروہ عمدہ طور سے وہاں تعلیم اور تربیت پاویں جب یہ خیال میرے دل میں آیا تو میں لنڈن گیا وہاں کے کالجوں بورڈنگ ہوسوں کیمبرج کے طلبہ کے رہنے کا حال دیکھا اور سمجھا کہ حقیقت میں جب تک اپنے مُلک کے بچّوں کے لیئے ایسی جگہ نہ بنادیں تو تعلیم اور تربیت ناممکن ہے۔ مگر جب میں نے اپنے دوستوں سے ایسا ارادہ ظاہر کیا تو اُنہوں نے روپیہ کی تعداد پوچھی جو اُس کے واسطے ضروری تھی۔ میں نے ایک معتدل تعداد پندرہ لاکھ روپیہ کی بیان کی جو حقیقت میں اتنے بڑے کام کے واسطے کافی نہ تھی۔ اس تعداد کو سُن کر میرے وہ دوست بھی جو میرے رائے کو پسند بھی کرتے تھے متعجب ہوئے اور اُن کے مُنھ سے یہ آواز نکلی کہ پندرہ لاکھ روپیہ اور ہندوستان۔ کیا کچھ جنون ہو گیا ہے۔ مگر مجھے تعجب اس آواز سے نہیں ہوا گو میں سمجھتا تھا کہ قوم کو اس کام میں پندرہ ہزار روپیہ خرچ کرنے کی بھی توفیق نہیں تھی۔ اے میرے دوستو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہندوستان کے لوگ روپیہ خرچ کرنے میں اَور قوموں سے پیچھے رہتے ہیں۔ بے شک وہ مکانات مساجد۔ خانقاہ۔ شوالہ۔ دھرم سالہ بنانے اور شادی بیاہ میں آرایش اور آتش بازی عیش کے سامان مہیّا کرنے میں بڑی فیاضی سے روپیہ صرف کرتے ہیں۔ اُن میں جو کچھ نقص ہے وہ یہ ہے کہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ کہاں روپیہ صرف کرنا چاہیئے اور کہاں نہیں (چیئرز) یہ حال انگلستان اور شایستہ مُلکوں میں بھی ہے وہ لوگ بھی فضول خرچی کرتے ہیں اپنے دل کی خوشی میں

بہت کچھ صرف کر ڈالتے ہیں لیکن وہ لوگ اپنی ترقی کا سامان سب کچھ کر چکے ہیں اب وہ جو چاہیں کریں۔ ہندوستان میں ملک کی بھلائی کی کوئی چیز ابھی تک نہیں ہے۔ اگر ہندوستان کے لوگ بھی اپنے ملک کی ترقی اور بہتری کے سامان مہیا کر لیں تو پھر خوشی سے جو چاہیں کریں اُن پر بھی اعتراض نہ ہو۔ اعتراض تو اس بات کا ہے کہ ملک اور قوم کی بھلائی کا کوئی کام نہیں کیا اور نہیں کرتے اور فضول خرچی کرنے میں آندھے ہیں تاہم میں اس بات کا ذکر ضرور کروں گا کہ اُن میں کچھ تحریک پیدا ہو گئی ہے سپانچ لاکھ روپیہ کا سرمایہ اس تعلیمگاہ کے واسطے ہو گیا دو ڈھائی لاکھ روپیہ اُس کی عمارت میں خرچ ہو چکا ہے۔ کوئی انگریز جو علیگڈھ سے گذرتا ہے شاید ہی کہ اُن میں کوئی ایسا ہو کہ اس کالج کو ہندوستان میں ایک نئی چیز سمجھکر نہ دیکھتا ہو۔ ایجوکیشنل کمیشن نے اسی کالج کے ہونے کے سبب سے وہاں ایک اجلاس کیا اور اپنی رپورٹ میں اُس کمیشن کے پریسیڈنٹ مشہور عالم فاضل ڈاکٹر ہنٹر اور اُس کمیشن کے لایق ممبروں نے یہ لکھا کہ ہندوستان میں کوئی کالج اس سے عمدہ نہیں ہے۔ اور بورڈنگ ہوسوں کی نسبت یہ لکھا کہ وہ کیمبرج کے بورڈنگ ہوسوں کے موافق ہیں بلکہ بعض اچھے ہیں تین سو لڑکے ہندو مسلمان اُس میں تعلیم پاتے ہیں۔ سُنی شیعہ اپنے اپنے مذہب کے طریقہ پر نماز پڑھتے ہیں۔ ہندو اپنے مذہبی طریقے بجالانے کے واسطے خود مختار ہیں۔ مسلمان اور ہندو دونوں بورڈنگ ہوسوں میں رہتے ہیں۔ ان دونوں گروہوں کے کھانے کا بندوبست جُدا جُدا کیا گیا ہے۔ ایک جگہ رہنے سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ ایک دوسرے کا ہمدرد ہوتا ہے۔ اس کو ہندوستانیوں سے نہیں انگریزوں سے پوچھنا چاہیئے وہ اس کی قدر خوب جانتے ہیں کہ ایک کالج میں رہنے سے باہمی طلبہ کے کیسی محبت اور برادرانہ رسم ہو جاتی ہے۔ خُدا کا شکر ہے کہ اُس کالج میں ان سب باتوں کا برتاؤ ہوتا ہے گو مجھے اس بات کے بیان کرتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ اب تک روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے نماز پڑھنے کے واسطے مسجد تک تیار نہیں ہو سکی۔ صرف ایک بہت وسیع چبوترہ ہے جس پر ایکطرف شیعہ دوسری طرف سُنی اپنی اپنی نماز پڑھتے ہیں۔ یہ تمام باتیں باہم اتفاق قایم ہونے کی ہیں جن کی ہندوستان میں اشد ضرورت ہے۔ اے صاحبو صدیاں گذر گئیں جب سے خدا کو یہ منظور ہوا کہ ہندو اور مسلمان اسی ملک کی ہوا اور پیداوار کھائیں۔ اسی زمین پر جئیں اور اسی پر مریں۔ ان واقعات سے خدا کی یہ مرضی پائی جاتی ہے کہ یہ دونوں گروہ اسی مُلک میں باہم دوست ہو کر بلکہ دو بھائی کی طرح ہندوستان میں رہیں۔ ہندوستان کے خوبصورت چہرہ کی یہ دونوں دو آنکھیں بنیں۔ یہ دونوں قومیں جو دال اور چاول کی طرح سے مل گئی ہیں متفق ہو کر رہیں۔ جب تک یہ اتفاق نہیں ہوتا بے شک قومی تعلیم کا بھی بندوبست نہیں ہو سکتا۔ اگر ہندو اپنی دو پتھروں کی اور مسلمان

اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جُدا جُدا عمارت بنائینگے تو کچھ نہ ہوسکیگا - ان دونوں کو چاہیئے کہ متفق ہوکر پہلے ایک کام کو پُورا کریں اور جب وہ ختم ہوجائے تب دوسرے میں ہاتھ لگائیں مُجھ کو اس بات کے ظاہر کرنے میں خوشی ہے کہ ہمارے کالج میں ہندو بھائیوں نے مدد کی ہے اور خدا ترسی کے خیال سے اپنے محتاج مسلمان بھائیوں کا حق ادا کیا ہے - کالج کے منتظموں نے بھی اس احسان کو بھلایا نہیں - اُنھوں نے ایک جگہ پر رہنا - ایک بینچ پر بیٹھکر تعلیم پانا ایک احاطہ میں رہنا - پھرنا کھیلنا دونوں قوموں کے لیئے ایک ہی طرح پر قرار دیا ہے جس سے باہمی دوستی کو ترقی ہوتی ہے - میرے خیال میں اس سے عمدہ کوئی اَور طریقہ نہیں ہے مگر میری یہ غرض نہیں ہے کہ ہمارے مُلک کے لوگ قوم کی بھلائی کی کوئی اَور بات نہ سوچیں - اُن کو چاہیئے کہ وہ اسپر غور کریں کہ جو کچھ میں کہتا ہوں اگر اس کے سوا کوئی اور چیز اُن کو نظر آوے تو اُس کو وہ کریں لیکن یہ نہ ہونا چاہیئے کہ ایک کام ادھورا چھوڑ کر دوسرا کام شروع کردیا جاوے ؁

اے صاحبو - ایک زمانہ گذرا جبکہ ہندوستان ایسی قوم کے زیر حکم تھا جن کو لوگ ہندو کہتے ہیں - پھر مسلمان اسپر حکمران ہوئے ابھی ایک تھوڑا زمانہ گذرا ہے کہ اسی مُلک پنجاب میں ایک بہت بڑی بہادر اور جری قوم سکھوں کی حکومت تھی - یہ تمام زمانے اور حکومتیں کیسے ہی کچھ رہے ہوں مگر مدتوں سے اس ملک کے رہنے والوں کو علم کی ترقی دینے کا کوئی موقع نہ تھا اس وقت پر فخر کرنا چاہیئے جبکہ خدا نے ہمکو ایک گورنمنٹ دی ہے جس نے امن قایم کیا ہے - اصلی آزادی ہمکو دی ہے آزاد قانون وضع کیئے ہیں - ہر شخص اپنے فعل کا مختار ہے - گورنمنٹ کی طرف سے کسی قسم کی روک ہماری ترقی میں نہیں ہے - ایسی پُر امن سلطنت میں بھی اگر ہم غافل رہے ہے تو ہماری قوم کو اَور کب اُمید ہوگی اور اب وہ کون سا زمانہ آوے گا کہ دنیا میں ترقی کرکے ایک معزز قوم کہلائیں گے - (بہت زور سے چیئرز) ؁

۴۰

کورنش نوجوانان مسلمانان جالندھر

بعالی خدمت

جناب جواد الدولہ عارف جنگ آنریبل مولوی سید احمد خان

صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی

جناب فخر الاسلام!

اُن احسانات کو جو جناب نے اپنی قوم پر کیئے ہیں اور اُن خدمات کو جو جناب نے اپنے سچے مذہب اور گورنمنٹ کی کی ہیں بیان کرنا ہم ہیچمدانوں کا مقدور نہیں کسی فصیح زبان کا کام ہے اور اُن تکالیف اور مصائب کی جو جناب نے قوم و ملک کی بہتری کی سعی و محنت میں اپنے جدّ بزرگوار کی طرح اپنی ہی قوم سے برداشت کی ہیں ظاہر کرنے کا حوصلہ کسی سنگدل میں ہی پڑیگا ہم ارادت مندوں کی مجال نہیں ٭

جناب نے باایں ہمہ قدر و منزلت کے کہ جناب نواب لفٹنٹ گورنر صاحب جیسے معزز اور عالی مراتب اشخاص اِس بات کا فخر کریں کہ "وہ جناب کے دوستوں میں سے ہیں" یہ جو ایک قسم کی گدائی اختیار فرما کے اپنی قوم و ملک کے لیئے ولایت کی یونی ورسٹیوں کے نمونہ پر ایک کالج قایم کیا ہے اور یہ جو جناب نے اپنا قدیمی وطن مالوفہ دہلی جیسا پُر فضا شہر اور اپنے خویش و اقربا چھوڑ کر ہمارے بھائی طالب علموں کی تعلیم و تربیت کے واسطے علیگڈھ جیسے ویرانے میں اپنی سکونت اختیار فرمائی ہے اور یہ جو جناب نے ہمارے مفلس اور نادار بھائیوں کو بھی سول سروس میں بھیجنے کا بیڑہ اُٹھایا ہے تو ان سے اور جناب کے دیگر نیک کاموں سے جناب کا نام نامی ہی صرف صفحہ روزگار کی تاریخ پر نہیں رہیگا بلکہ آیندہ نسلیں جناب کے کارناموں کو نہایت عزت اور ادب کی نگاہوں سے دیکھیں گی اور نہایت اعلےٰ درجہ کے بزرگ القابوں سے جناب کو یاد کرینگی ٭

یہ جناب کی ہی سراسر عنایت ہے کہ جناب نے اِدھر تو ہمارے دلوں میں گورنمنٹ کی خیر خواہی اور تابعداری کا بیج بویا اور ہمکو حضرت قیصر ہند دام ملکہا و سلطنتہا کی وفادار اور جان نثار

رعیت بنایا اور اُدھر گورنمنٹ کے آئینہ دل سے وہ غبار جو چند لوگوں کی بیدانشی اور حرکات ناشایستہ اور بعض کی کم فہمی سے بیٹھ گیا تھا اپنی پُرتاثیر تحریرات اور تقریرات سے دھویا اور گورنمنٹ کو ہماری حالت زار پر متوجہ فرمایا تو اس لحاظ سے اگر ہم نہایت خوشی سے پُکاریں کہ "مبارک ہے گورنمنٹ کا خیرخواہ - امن کا بانی اور قوم کا فخر" تو بہمہ وجوہ زیبا ہے ✦

اس میں کچھ شک نہیں کہ مختلف ملکوں - قوموں اور زمانوں میں ریفارمر گذرے ہیں جنھوں نے کسی قدر تکالیف اُٹھا کر اپنی اپنی قوم و مُلک کو فواید پُہنچائے ہیں - لیکن اُن میں اور جناب میں فرق ہے کیونکہ اوّل تو اُن سے ایسے ایسے کارہائے نمایاں جو جناب کی ذات فیاض الاصفات سے گورنمنٹ کی خیرخواہی اور قوم و مُلک کی بہتری کے لیئے ظہور میں آئے ہیں نہیں ہوئے - دوم نہ اُن کو مختلف عقاید کی مختلف اقوام کے بیجا اعتراضات کے دفعیہ میں جو قوم پر ہوئے اس طرح کی کوئی مشکل پیش آئی اور نہ اُن کی اپنی قوموں نے کوئی مذہبی آڑ رکھ کے ایسی سخت مخالفت کی اور نہ اُن زمانوں کی اقوام کو ایسے اسباب مخالفت دستیاب تھے یا سوا اسکے جناب نے یہ جو بڑا بھاری احسان قوم پر کیا ہے کہ نوجوان مسلمانان اعلےٰ تعلیمیافتگان کو جن کے دلوں میں بباعث مطالعہ علوم فلسفہ وغیرہ الحاد اور کفر گھر کرتا جاتا تھا الحاد سے بچایا اور حلقہ اسلام میں رکھا اور آیندہ نسلوں کو اس کمبخت مصیبت سے نجات دی تو پس اس سے اگر ہم کہیں - کہ "ریفارمیشن اور سچی حب قومی کا جامہ صرف جناب کی ہی ذات مبارک پر قطع ہوا ہے" تو کچھ مضایقہ نہیں ✦

کوئی بُرے سے بُرا نام جہان میں نہیں رہا جو جناب کو اُسی قوم نے جس کی بہتری کے لیئے جناب نے مال و جان تک دریغ نہیں فرمایا نہ دیا ہو - لیکن برخلاف اس کے کوئی بزرگ اور مقدس نام بھی باقی نہیں جو جناب کی شان میں نہ کہا گیا ہو - الاّ یقیناً عرض کی جاتی ہے کہ جسقدر یہ ناشایستہ نام بُرے اور سخت ہونگے اُسیقدر وے آیندہ روشنی کے زمانہ میں جناب کی ثابت قدمی اور استقلال کے ثبوت اور جناب کی حُبّ قومی اور ہمدردی کے زیور اور جناب کی تعظیم و تکریم اور ادب کے باعث ہوں گے - فی زمانناً بھی ہم جناب کو مبارکباد دیکر عرض کرتے ہیں کہ بہت سے اہل قلم و علم سچے دل سے اپنے آپ کو جناب کے نیازمندوں میں شمار کرتے ہیں ✦

ہم نہایت ادب سے جناب کی خدمت میں تہذیب الاخلاق کے دوبارہ جاری فرمانے کے واسطے عرض کرتے ہیں کیونکہ جس قدر اُس سے قوم و ملک کو فواید حاصل ہوئے ہیں وہ جناب نے اس سفر پنجاب میں بچشم خود ملاحظہ فرمائے ہوں گے - اگرچہ جناب کو کثرت کار کے

باعث فرصت بہت کم ہے - چونکہ اس میں قوم وملک کی ترقی ہے تو اس لیئے اُمید قوی ہے کہ جناب وجناب کے احباب جنہوں نے قوم کی بہتری کے لیئے کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا اپنے بیش قیمت وقت کا کچھ حصہ مثل سابق صرف فرما کر اس ہماری عاجزانہ درخواست کو قبول فرماویں گے ٭

اخیر میں ہم سب سے اوّل خداوند کریم کی درگاہ پاک میں یہ دعا مانگ کر اس معروض کو ختم کرتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ ہماری گورنمنٹ کو جس کے عہد معدلت مہد میں ہمیں وہ آسائش - وہ امن - وہ آزادی حاصل ہوئی جو آگے اس مُلک کو کبھی نصیب نہیں ہوئی - باروز افزوں ترقی سلطنت سلامت رکھے اور ہمکو جناب قیصر ہند کی سچّی تابعدار اور جان نثار رعیت بناوے اور ہماری گورنمنٹ اور قوم کے خیر خواہ کو جمیع مقاصد ومطالب دینی دنیاوی پر کامیاب وسرسبز فرماوے اور ہمکو حبّ قومی اور ہمدردی کی توفیق دے - "آمین ثم آمین" بحق ایاک نعبد وایاک نستعین" - بمقام جالندھر ٭

چہارم فروری ۱۸۸۴ء

آپ کے خادم

محمد نیاز الدین خاں دانشمند - محمد سعید اسفان غذ - محمد رحیم الدین خاں دانشمند
اصغر علی انصاری - محمد ضیاء الدین خاں - چراغ محمد - رفیع الدین خاں ٭

سیّد صاحب کا جواب

اے نوجوانان جالندھر -

آپ لوگوں کا جنہوں نے یہ اڈریس میرے سامنے پیش کی ہے میں دل سے شکر گذار ہوں - مجھے اس بات کے سُننے سے کہ آپ میں خیال قومی ہمدردی کا پیدا ہوا ہے قوم کو قوم سمجھنے لگے ہیں بہت خوشی ہوئی - اور جیسا کہ آپ نے اپنی تحریر میں ذکر کیا ہے اگر یہ خیال میرے ہی سبب سے ہوا ہے تو میں خود اپنے اوپر فخر کرتا ہوں - مگر اے دوستو یہ بات اس طرح نہیں ہے - خدا نے تمہارے دل اس طرح سے بنائے تھے کہ تھوڑی سی تحریک پر تم لوگ نیک کاموں کی طرف مائل ہوگئے - آپ لوگ اس خیال کو اپنی ہی نیک دلی کی طرف رجوع کیجیے - آپ نے جو کچھ ذکر اُن خدمتوں کا کیا ہے جو میں نے اپنی گورنمنٹ کی کیں میں آپ کی اس قدر دانی کا ممنون ہوں لیکن آپ اس بات کو یاد رکھیئے کہ مجھ سے اگر کچھ اچھی خدمت یا وفاداری گورنمنٹ کی ہوئی تو وہ بالکل میں نے اپنے مذہب کی پیروی کی ہے میں اپنے خدا اور رسول کا جنہوں کہ

میں یقین رکھتا ہوں یہی حکم سمجھتا ہوں کہ جس حاکم کے امن میں رہیں اُس کی اطاعت کریں پس میں نے جو کچھ کیا اپنے خدا اور رسول کی اطاعت کی بیشک میں نے گورنمنٹ کی خدمت کی ہے مگر اُس کا اصلی سبب وُہی تھا۔ تمام ہندو اور مسلمان اس کو یاد رکھیں کہ رعیت کا کام ہے کہ جس حاکم کی رعیت ہوں اور اُس کے امن میں ہوں اُس کی اطاعت کریں (چیرز)

تہذیب الاخلاق کا پرچہ ابتدا میں اسی واسطے جاری کیا گیا تھا کہ ہندوستانیوں کے دل جو مُردہ ہو گئے ہیں اُن میں کچھ تحریک لائی جاوے۔ ہندوستان کی حالت ایک بند پانی کی سی ہو گئی تھی جس سے طرح طرح کے نقصان اور مضرت کا اندیشہ تھا اُس کے واسطے ایک چپو کی ضرورت تھی کہ وہ اُس کو ہلا دے اُس نے اپنا کچھ کام کیا اب تحریک پیدا ہو گئی ہے ہندوستانیوں کی زبانوں اور قلموں سے قومی ترقی اور ہمدردی کے الفاظ نکلنے لگے ہیں۔ اخباروں میں قومی بھلائی اور قومی ترقی کے الفاظ بلکہ آرٹیکل نظر آنے لگے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اُس پرچہ نے اپنا کام پورا کیا۔ جب قوم میں تحریک اور اپنے تئیں ذلت کی حالت میں ہونیکا خیال پیدا ہو جاتا ہے تو یہی ذریعہ اُن کی ترقی کا ہوتا ہے۔ میری فرصت اور کاموں کا حال وُہی لوگ جانتے ہیں جو دیکھتے رہتے ہیں وقت کم اور کام بہت۔ نہ مجھ میں یہ قوت ہے کہ سورج کو ٹھہرا کر دن کو بڑھا دوں نہ یہ طاقت کہ سورج کو نکلنے سے باز رکھکر رات کو وسعت دیدوں اگر ایک طرف ایک کام پر متوجہ ہوتا ہوں تو اَور بہت سے ضروری کام ملتوی رہجاتے ہیں۔ اس سبب سے بمجبوری اُس پرچہ کو بند کرنا پڑا مگر مجھے اُمید ہے کہ کوئی شخص اَور اُٹھ کھڑا ہوگا جو آپ کی اِس خواہش کو پورا کرے گا۔ آپ نے بنظر ہمدردی اُن مخالفتوں کا بھی ذکر کیا ہے جو میرے کاموں میں ہوئیں۔ اے دوستو جب میں نے یہ خیال کیا تھا کہ قوم اچھی حالت میں نہیں ہے اُس کے واسطے کچھ کرنا چاہیئے تو میں نے یہ خیال کر لیا تھا کہ اسمیں سخت مخالفتیں ہونگی مگر میں یقین دلاتا ہوں کہ جُوں جُوں مجھپر تہمتیں لگائی گئیں۔ گالیاں دی گئیں مکّہ سے کُفر کے فتوے منگائے گئے۔ میری محبت اپنے مخالفوں کی طرف بڑھتی گئی اور میری کوشش کو ترقی ہوتی گئی کیونکہ میں سمجھتا رہا کہ میرے مخالف جو کچھ کرتے ہیں ناسمجھی سے کرتے ہیں اگر قوم کی ایسی حالت نہ ہوتی کہ وہ اپنے نفع و نقصان کو سمجھتی تو ہمکو کوشش کی کیا حاجت تھی اُن کے ان افعال سے یہ ثابت ہوا کہ اَور زیادہ کوشش کرنے کی حاجت ہے۔ ابتدا میں جو کوشش شروع کی گئی تھی اُس کو روز بروز ترقی ہوتی گئی مگر یہ کوشش میری نہ کسی دنیوی فائدہ کی غرض سے تھی نہ دینی ثواب کی غرض سے بلکہ اُس محبت کے سبب سے ہے جو مجھکو قوم کے ساتھ ہے۔ اے دوستو میں ایسے شخص کو جو ایسا کام اِس غرض سے کرے کہ اُس کو

کوئی نفع ہو میں اُس کو تاجر سمجھتا ہوں کہ ایک چیز بیچکر دوسرا نفع حاصل کرنے کی فکر میں ہے۔ آخرت کے ثواب کے واسطے کوئی کام کرنے اور دنیا کی تجارت میں صرف جلد اور بدیر میں نفع پانے کا فرق ہے۔ میرا مذہب یہ ہے کہ بھائیوں کی خدمت کرنی چاہیئے۔ نہ خدا کے لئے بلکہ بھائیوں کے لیئے۔ آخر میں مَیں آپ کے شکریہ پر اپنے بیان کو ختم کرتا ہوں +

+ (چیئرز زور سے) +

ایڈریس کے جواب ختم ہونے پر مولوی شیخ مرادعلی صاحب نے مبلغ تین سو چرانوے (۳۹۴) روپیہ ایک آنہ ممبران انجمن اسلامیہ و دیگر احباب جالندھر کی طرف سے بطریق دعوت سید صاحب کے پیش کیئے جس کو سید صاحب نے نہایت احسانمندی سے قبول کیا اور یہ تجویز ہوئی کہ یہ روپیہ کار عمارت مدرسۃ العلوم میں صرف کیا جاوے گا۔ اس عطیہ میں جناب سردار بکرما سنگھ بہادر کسی سبب سے شریک نہیں تھے +

اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ تھوڑی دیر آپس میں احباب گفتگو کرتے رہے پھر کھانا کھانے کا وقت ہوا۔ ہم سب لوگ کھانے کے کمرہ میں گئے جہاں ہمارے میزبان سردار صاحب کی طرف سے نہایت سلیقہ سے میز آراستہ تھی اور تمام کھانے نہایت عمدہ و نفیس تھے۔ میز پر سید صاحب کی پارٹی کے سوا خان بہادر سردار محمد یار خاں صاحب۔ منشی سید اولاد علی صاحب۔ فقیر ظفرالدین صاحب۔ مولوی شیخ مرادعلی صاحب۔ بابو برمناتھ صاحب سپرنٹنڈنٹ محکمہ صاحب کمشنر بہادر بھی شریک تھے +

۱۴

عربی ایڈریس

نحمدہ بما انعم علینا بنعمائه الاخص والاعم ونشكره على ما علمنا ما لم نعلم و
انطق السنتنا بالصّلوٰة على سيّدنا النّبيّ الموصوف بعظم الاخلاق والشيم
ووفقنا به تبليغ السّلام على اولاده واصحابه الاكرم وشرفنا بخير الامم فبعد الحمد
والصّلوٰة جماعة المسلمين من فواد القلب يشكرون السيّد الشريف الامجد المسمى
بسيّد احمد صانه الله الصّمد عن آفات البغض والحسد وكيف لا يشكرون المنعم
المحسن الّذي يصرف همته في اعلاء كلمة الدّين واعانة المسلمين ويتحمل على
نفسه في تلك الاعلاء والاعانة طعن الملاعن والمطاعن ولا يخاف لومة لائم لما
وصل حالة القوم الىٰ حال لو لم ينظر الىٰ اصلاحه لهلك القوم وغرقت سفينته
ولم ينج من المهلكة نجاة قط فمعنى الاعانة هذه لا كما يفعله المخالفون الّذين
يصدق عليهم لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُولُوا مَا لَا تفعلون
فهذا الفقير الكاتب لهذه السطور المدعو بضياء الحسن صانه الله عن الآفات
والفتن ذهب فى المدرسة للمسلمين مراراً او اقام في احاطة المدرسة ايّاماً
ولاحظ طرق الدّرس والتدريس وتأمل في حال الطلاب وتعليمهم وتعلمهم فلم يجد
وقتاً من الاوقات ان يفعلوا في هذا الوقت امراً من اُمور الدّنيا ويشغلوا في لهوٍ ولعب
فهذا من حسن انتظام الاساتذة والمنتظم فخطر ببالى بايّ سبب يسيئون
الطلبة ويطعنون المنتظمين للمدرسة فتفكرت غاية الفكر وتاملت نهاية التامّل
فوجدت سببا يكره القوم وهو التغير في اللباس فارجو واتمني من السيد المكرم
والمنتظم المعظّم ان يغيّر لباسهم الّذي يلبسونه الطّالبين للعلم ويخص هذا
اللباس بوقت مخصوص من الاوقات حين شمول الطّلباء في مجالس الاُمراء
والگورنر ولا يلبسونه في عامة الاوقات فكما يتوجه السيد العالى خاطره الشريف
الىٰ حالة القوم في تهذيب امور الدنيا فليتوجه في تربية امور آخرتهم ليميل القوم
باجمعهم الى المدرسة كل الميل فاختم الكلام على دعاء بقاء المدرسة

والسید الکرام الیٰ قیام یوم القیام ۔

اُردو ایڈریس

جناب آنریبل سید احمد خاں صاحب بہادر سی ۔ ایس آئی

اس وقت ہم بہیئت مجموعی کُل مُسلمانان ضلع مظفرنگر آپ کا خیر مقدم کہنے کو جمع ہوئے ہیں اور تہ دل سے آپ کے شکر گذار ہیں کہ آپ کے یہاں تشریف لانے سے نہ صرف ہمکو فخر ہی حاصل ہوا ہے بلکہ ایک نعمت غیر مترقبہ ملی ہے ہم اپنی خوبیٔ قسمت پر نازاں ہیں کہ ہمیں آج آپ سے ملازمت حاصل کرنے کا ایک عمدہ موقع ملا ہے اور ہمکو آج کیسی انبساط ہے کہ ہم اپنے اُس خیر خواہ قوم کو جس کی ہمدردی کے فیض سے جہان مالامال ہے اپنی مجلس میں شریک پاتے ہیں ۔ آپ کی محنت اور جانفشانی اور ہمدردی نے جو آپ کو اس قوم برگشتہ بخت کے ساتھ ہے ہمارے دلوں پر بڑا اثر کیا ہے اور ہمکو اس امر کے ظاہر کرنے میں بڑا فخر ہے کہ آج تک ہماری قوم میں کوئی ایسا اولوالعزم شخص پیدا نہیں ہوا جس نے اپنی جان و مال و آرام کو اپنی قوم کی فلاح اور بہبودی کی غرض سے مثل آپ کے صرف کیا ہو اور اپنی قوم کی ترقی کے لیئے ایسے سامان جمع کیئے ہوں جیسیکہ آپ نے اپنی سعی بلیغ سے مہیّا کیئے ہیں اور نیز ہمکو اس بات کے کہنے میں بھی بہت بڑی خوشی ہے کہ جسقدر کامیابی آج تک آپ کے مقاصد میں حاصل ہوئی ہے یہ تنہا آپ کی ہی ہمت اور جواں مردی کا نتیجہ ہے آپ نے ایک ایسا بار عظیم تن تنہا بلا امداد غیرے اپنے بازوؤں پر اُٹھا لیا اور باوجودیکہ بہت مشکلات وقتاً فوقتاً آپ کو پیش آئیں اور ایک کافۂ انام نے آپ کے ساتھ اختلاف کیا مگر ہرگز آپ کا قدم ہمت نہ ڈگمگایا بلکہ آپ کے استقلال نے اپنی قوم کے ڈوبتے ہوئے جہاز کو اُس گرداب بلا سے جس میں کہ اُسے ٹکریں کھاتے ہوئے برسوں ہوگئے تھے قریب بکنارۂ نجات پہونچایا ۔ ہمکو نہایت افسوس ہے کہ آپ کی نیت اور مقاصد کو ایک مدت دراز تک ہماری قوم مطلق نہ سمجھی اور اس غلطی میں برسوں تک مبتلا رہی جس غلط فہمی کے سبب سے وہ اپنے بڑے مقاصد میں کامیاب نہ ہوسکی آپ کا منشا یہ تھا کہ آپ اپنی قوم اسلام کو بھی مثل اَور اقوام باشندگان ہندوستان کے سرسبز اور موقر و تعلیم و تربیت یافتہ دیکھیں اور یہ دیکھیں کہ وہ بھی بقدر اپنی فضیلتوں کے اپنی مہربان گورنمنٹ عالیہ

برطانیہ کے فیض عام سے حصّہ لے رہی ہے اور اُس نے اپنے کو اُس گورنمنٹ کی ایک وفادار اور مہذب رعایا بنایا ہے اور اُس تاریکی سے جو اُسپر ایک اندھیری گھٹا کی طرح چھا رہی ہے باہر نکلتی آتی ہے اور جو روشنی کہ آج ہماری گورنمنٹ کے آفتاب سلطنت کی شعاعوں نے پھیلا رکھی ہے اُس سے اپنی آنکھوں اور دماغ کو روشن کر رہی ہے +

اے سید صاحب - آپ کی کوششیں جو کچھ ایسے مقاصد کے حصول میں ہو رہی ہیں وہ فی الحقیقت ایسی ہیں کہ اُن کا نقش ہر فرد بشر کے دل پر منقش ہے - ہر خاص و عام آپ کی ہمت دریا نوال کو دیکھکر اس طرح صلائے عام پر نعرہ زن ہے کہ "الصبوح الصبوح یا اصحاب" یعنی آؤ اور وہ بے بہا چیز تھوڑا سا سرمایہ و ہمت خرچ کر کے حاصل کرو جس کا فیض ایسا متعدی ہے کہ تمہاری آیندہ نسلیں اُس سے کامیاب ہونگی اور ایک عالی ہمت کی فیض رسانی میں تم بھی شریک ہو جاؤ گے - آپ کا جو کام تھا وہ آپ کر چکے یعنی آپ نے ایک ڈھانچ بنا دیا مگر اُس ڈھانچ میں جان ڈالنا اور اُس کو نشو و نما دینا یہ تمام قوم کی ہمت پر موقوف ہے مگر ہمیں اُمید ہے کہ اب ہماری قوم ضرور صرف ہمت کرے گی کس واسطے کہ آجکل کے حالات قوم کے دیکھنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اُسکو کچھ اپنی فکر ہوئی ہے - ایک کام کا سر انجام اُس کے آغاز سے سمجھا جاتا ہے جیسے کہ روز روشن ہونے کی خبر سورج کی اُن کرنوں سے ملتی ہے جو کہ قبل از طلوع آفتاب نمودار ہوتی ہیں اُسی طرح اب اپنی قوم کی ہمت سے ہمیں اُمید ہے کہ وہ ضرور اُس ڈھانچ میں جان ڈالیگی اور ترقیات روز افزوں سے بہرہ ور ہو گی ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ آپ کی صرف ہمت کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپ کی مُردہ دل قوم کو پھر ایک جوش اپنے مدارج کی ترقی کا پیدا ہوا اور اُس کو وہ خواب جس کو وہ دیکھکر بھول گئی تھی یاد آگیا اور اب وہ اُس نوم غریق سے چونکتی جاتی ہے اور اُس کی تعبیر کے حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے - ہم نے اس وقت آپ کی بہت سامع خراشی کی ہے مگر ہمیں اُمید عفو ہے کس واسطے کہ یہ جو کچھ ہم نے کہا ہے محض مقتضائے جوش دل تھا اور حقیقت میں ہماری تحریر و تقریر میں یہ قدرت کہاں تھی کہ جو آپ کی ہمت عالی کی داد دیسکیں مگر ہر کوئی شخص اپنے حوصلہ کے موافق اپنے جوش دل کو ظاہر کرتا ہے اس واسطے ہم نے بھی اس قطعہ کے اوپر عمل کیا ہے +

قطعہ

لایق نبود قطرہ بعمّاں بُردن ... خار و خس صحرا بگلستاں بُردن
لیکن چہ کنم کہ رسم موراں باشد ... پائے ملخے پیش سلیماں بُردن

اب اس اڈریس کے ختم پر ہم آپ کا دوبارہ شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی تشریف آوری سے ہم کو بڑی عزت بخشی ہے اور خدا تعالے سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ آپ کی مساعی جمیلہ مشکور ہوں۔

دونوں ایڈریسوں پر سیّد صاحب کا جواب

بزرگان و حاضرین جلسہ۔

آپ صاحبوں نے جو اپنی مہربانی سے اس وقت دو ایڈریسیں میرے سامنے پیش کیں جن میں سے ایک عربی میں تھی جو ہمارے مقدس جزیرہ اور مقدس مُلک کی زبان ہے جس سے نور اسلام کا نکلا اور تمام عالم کو روشن کر دیا۔ اور دوسری ہمارے مُلک کی زبان میں تھی جو مختلف ملکوں کی زبان سے پاکیزہ الفاظ چُن کر بنائی گئی ہے۔ میں ان دونوں ایڈریسوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے صوبہ مغربی اور شمالی میں یہ پہلا ضلع ہے جس میں مجھ ناچیز کی نسبت یہ معزز کارروائی کی گئی جس سے مجھ کو بہت کچھ عزت حاصل ہوئی اور مجھے بہت فخر ہوا۔ اے دوستو مُسلمانوں کی حالت اب ایسی ہو گئی ہے جس کو سب لوگ سمجھنے لگے ہیں اور اُس کے بیان کی حاجت نہیں۔ کوئی چیز جو صرف عقلی یا خیالی ہوتی ہے اور جو خیال کے ذریعہ سے ظاہر کی جاتی ہے اور صرف دلائل سے اُس کی آیندہ حالت بتائی جاتی ہے وُہی حالت ایسی ہوتی ہے جو تقریر کی محتاج ہو۔ مُسلمانوں کی حالت اب آنکھ سے دکھائی دیتی ہے۔ ادبار۔ ذلت۔ بدبختی۔ روزانہ تنزل جو اُن پر آتے جاتے ہیں اُن کو ہر شخص آنکھ سے دیکھتا ہے جو مسلمانوں کے حالات سے ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ ہر شخص اعلےٰ رتبہ کا رئیس ہو یا ادنےٰ درجہ کا آدمی ہو اگر وہ سرسری طور پر بھی اُس کو دیکھنا چاہے تو وہ بہت دور نجائے وہ صرف اپنے باپ کی حالت اور اپنی حالت کا مقابلہ کرے تو بغیر کسی دلیل اور بیان کے یقین کرلے گا کہ اُس کی اور اُس کے خاندان کی حالت روز بروز بدتر ہوتی جاتی ہے۔ یہ حالت کی بدتری ابھی اس درجہ کو نہیں پہونچی کہ جس کو یہ کہا جائے کہ ختم ہو گئی۔ وہ روز بروز بدتری کی طرف چلتی جاتی ہے۔ جس حساب سے یہ تنزل شروع ہوا ہے اگر اُسی اوسط سے اس کا اندازہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ چند ہی برس اس بات کو باقی ہیں کہ مُسلمان سائیسی خانساماںی۔ خدمتگاری۔ گھسکھودے ہونے کے سوا اَور کسی درجہ میں نہ رہیں گے اور کوئی ایسا گروہ جس کو دنیا میں کچھ بھی عزت حاصل ہو مسلمانوں کے نام سے نہ پکارا جائے گا۔ اے بھائیو۔ ایسی حالت میں دعویدار اسلام ہو کر خاندانی شرافت کا دعوےٰ کر کے چُپ ہو رہنا بڑی بے شرمی کی بات ہے۔ جو لوگ اس قسم کا دعوےٰ کرتے ہوں اُن کا فرض ہے

غور کریں اور سمجھیں کہ آیندہ اُن کی اولاد اور نسلوں کی کیا حالت ہونے والی ہے انہیں تمام باتوں نے میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے میں اس حالت کو درست کرنے کی کوشش کروں سب سے زیادہ جو مشکل کام حالت کی درستی کیواسطے تھا وہ اِس بات پر غور کرنا تھا کہ مسلمانوں کی یہ حالت کیوں ہوتی جاتی ہے۔ بڑا سبب یہ معلوم ہوا کہ جو تعلیم اور تربیت اس زمانہ کے مناسب درکار تھی جس سے قومی عزّت اس زمانہ میں حاصل ہو سکتی تھی وہ اُن میں نہیں ہے۔ (چیرز)۔ اس وقت میری زبان سے قومی عزّت کا لفظ نکلا ہے۔ میرے خیال میں وہ تو بڑا وسیع لفظ ہے۔ مجھ سے کسیقدر غلطی ہوئی جو اِس لفظ کا استعمال کیا۔ ہملوگوں کی خاندانی عزت بھی جو تھوڑے دنوں پہلے موجود تھی وہ بھی باقی نہیں رہی۔ اے مُسلمانوں۔ جو اس وقت موجود ہو جو اپنے باپ دادا کی بزرگیوں پر فخر کرتے ہو خیال کرو کہ اُن میں کون سی چیزیں تھیں جن پر تمکو فخر ہے۔ بڑا فخر اُن کی دُنیوی شان و شوکت کا تھا۔ عباسیہ سلطنتوں کا فخر مغلیہ خاندان کے بادشاہوں کی عظمت اور شوکت اُس وقت کے امرا کی ناموریاں ایسی تھیں جن پر اب تک لوگ تفاخر کرتے ہیں اور صرف اُن کی نسلوں میں ہونا اپنی عزّت کا باعث جانتے ہیں۔ یہ سب باتیں اُن کو کیونکر حاصل ہو گئی تھیں۔ اُنھوں نے زمانہ کے موافق اپنے تئیں درست کیا تھا اور اُنہیں کی وجہ سے اسلام ایک مجسم عزّت کے پیرایہ میں نظر آنے لگا تھا (چیرز)۔ اسلام کوئی مورت نہیں ہے جو سامنے کھڑی ہووے اور نظر آوے۔ اُس کی عزّت یا ذلّت اُس کے پیروؤں کی حالت سے دکھائی دیگی۔ جو مُسلمانوں کی حالت ہوگی وُہی حالت اسلام کی سمجھی جاوے گی۔ جس قدر مُسلمان ذلیل ہوتے جائیں گے اُسیقدر غیر قوم کی نظروں میں اسلام ذلیل معلوم ہوگا۔ جو کوشش ہندوستان کے مُسلمانوں کی بہتری کی سوچی گئی ہے وہ ایسی ہے کہ اگر اُس میں کامیابی ہو تو اسلام کی عزّت زائل نہیں ہو سکتی۔ اسی خیال پر ایک مدرسہ بنانے کی میں نے تجویز کی۔ مجھ کو افسوس ہے کہ قوم نے اُس کی حالت پر اور اُس کے اسباب پر کافی غور نہیں کیا اور اُس کو ایک نئی چیز سمجھا۔ جو چیزیں کہ اُس میں مہیا کی گئی ہیں ضرور ہے کہ اُس کے متعلق لوگوں کو کچھ اختلاف بھی ہو کیونکہ جزوی امور کسی کام کے بہت کم ایسے ہو سکتے ہیں جن میں رائیں مختلف نہوں (چیرز)۔ ہمارے مخدوم مولوی صاحب نے اپنی عربی اڈریس میں اس کا کچھ اشارہ بھی کیا ہے مگر پچھلی تاریخوں اور گذشتہ زمانہ کی ہسٹری ہمارے لیئے گواہ ہے کہ کوئی شخص دنیا میں آج تک ایسا نہیں گذرا جس کے کاموں پر لوگ اب گرویدہ ہیں اور اُس کو عمدہ سمجھتے ہیں مگر ابتدا میں اُس سے مخالفت نہ کی گئی ہو۔ ہزاروں آدمی شروع میں اُس پر لعنت کرتے تھے اور یہ لعنت کچھ دنیاوی امور پر محدود نہ تھی بلکہ مذہبی امور کے شمول میں اُن پر یہ لعنتیں کی جاتی تھیں۔ کیا کوئی شخص

بھول گیا ہے امام **غزالی** علیہ الرحمۃ کا حال۔ جس کو آج لوگ نہایت بزرگ اور پیشوا اور مقتدا تمام
علماء کا سمجھتے ہیں اور اُن کی کتاب **احیاء العلوم و کیمیائے سعادت** علم دین کے
خزانہ کی کنجی خیال کی جاتی ہے مگر اُن کی حیات میں اور کتابوں کی تحریر کے وقت اُنپر لعنت
ہوتی تھی۔ تکفیر کے فتوے دیئے جاتے تھے۔ قتل کا حکم ہوتا تھا۔ کوئی ذلّت۔ کوئی خرابی
اُن کے واسطے باقی نہیں رہی تھی۔ اور اُن پر کیا ہے کوئی کام بھلائی کا جس کو لوگ نیا سمجھتے ہوں
ایسا نہیں ہوا جس کے کرنے والے پر لعنت و ملامت نہ ہوئی ہو۔ پس اگر میرے ساتھ بھی ویسا ہی
برتاؤ کیا گیا تو کون تعجب کی بات ہے۔ مگر جو شخص سچے دل اور نیک نیّتی سے اُس کام کو کرتا ہے اُسکو
بُرا کہنے والوں سے غرض نہیں ہوتی۔ اُسکو خدا سے غرض ہوتی ہے۔ اور جبکہ خدا سے غرض ہے
تو لوگوں کے بُرا کہنے سے اُس کے دل پر کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ اُن لوگوں کے ساتھ اُسکی محبّت
بڑھتی جاتی ہے اور وہ زیادہ کوشش کرنے لگتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اُن لوگوں کے فایدہ
پہونچانے اور سمجھانے کے لیئے زیادہ کوشش درکار ہے۔ اور جُوں جُوں مخالفت بڑھتی جاتی
ہے اُس کی کوشش بھلائی کے واسطے ترقی کرتی جاتی ہے۔ مجھ کو بڑی خوشی ہے کہ عربی ایڈریس
پیش کرنے والے نے جو ایک نہایت مشہور مقدّس عالی خاندان کی اولاد میں ہے مدرسہ میں رہکر
وہاں کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں اور اُن کو وہاں کے حالات پر کوئی اَور موقع ایسا
نہیں ملا کہ اُس کی اصلاح کی طرف توجّہ دلاتے۔ اُنھوں نے طالب علموں کے لباس کی نسبت
کچھ اعتراض کیا ہے۔ اُس کی نسبت اوّل مجھ کو یہ بیان کرنا ہے کہ مدرسہ میں جو طالب علم رہتے
ہیں اُن کے واسطے کسی خاص لباس کی قید نہیں ہے نہ کوئی حکم منتظمان مدرسہ نے ایسا دیا ہے
جس سے طلباء کو اُس کی پابندی ہو وہاں ہر شخص کی خوشی پر منحصر ہے جس قطع کا لباس شرفاء
میں مروّج ہو اُس کا وہ استعمال کریں۔ مدرسہ کے منتظموں کے دل میں یہ بات نہیں آئی کہ کسی پر
اس بات کا جبر کریں کہ وہ لوگ کسی خاص لباس کے پابند ہوں۔ یہ تو کچھ میں نے بیان کیا مدرسہ
کے قواعد کے متعلق تھا مگر میں اِس حد سے اب کچھ بڑھنا چاہتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اگر مسلمانوں
کا یہ خیال ہے کہ لباس ایک جزو مذہب کا ہے اور کسی لباس سے مذہب اسلام جاتا رہتا ہے
یا اُس میں کچھ نقص آتا ہے تو وہ بالکل غلطی پر ہیں۔ جو لوگ مذہب اسلام کی سچائی پر یقین رکھتے ہیں
وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام ایسی چیز نہیں ہے جو ایسی بیرونی باتوں سے رہے یا جائے وہ لباس
سے مذہب کو کچھ بھی نقصان پہونچنا خیال میں نہیں لاتے وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے مذہب کے ایک
مقتدا مولوی نے اپنی کتاب **گلستان** میں خوب کہا ہے۔ ؎

حاجت بکلاہ ترکی داشتنت نیست ٭ درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

مگر میں آپ سے کہتا ہوں کہ کیا اسلام ایسا ہے کہ ایک چیتھڑا چہرہ آگے لٹکا لینے سے قائم رہتا ہے اور اگر اُس میں بٹن لگا دیئے جاویں تو جاتا رہے۔ میں کہوں گا کہ ایسا یقین اسلام کی سچائی کے بالکل برخلاف ہے۔ اسلام ایک نور ہے جو دل میں ہوتا ہے اور جس سے اُس نور رکھنے والے کے عقیدے مضبوط ہوتے ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ مُولی کھانے سے اسلام مضبوط ہو اور انڈا کھانے سے وہ کمزور ہو جاوے۔ اُس کو لباس اور ان معمولی دُنیوی طریقوں سے کچھ غرض نہیں۔ وہ خدا کے ساتھ پکا عقیدہ رکھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ میں سوال کرتا ہوں کہ جو مُسلمان اِس وقت یہاں موجود ہیں۔ آیا جن بزرگوں کی وہ پیروی کرتے ہیں رسُول خدا اصحاب کرام۔ اہلبیت علیہم السلام کا کیا یہی لباس تھا جو اِس وقت ہم پہنے بیٹھے ہیں۔ یہ تو کوئی بھی نہیں کہیگا کہ ہاں یہی تھا۔ اور جب یہ نہ تھا اور ہمنے اُس میں کئی طرح کی تبدیلیاں کی ہیں۔ آتش پرستوں۔ مجوسیوں۔ ہندؤں کے لباس سے مل ملا کر ہمارے لباس میں ایک ترکیب دی گئی ہے تو پھر کیا ایسی تبدیلی کرنے والوں کا اسلام باقی نہیں رہا۔ یہ ایک غلط خیال ہے جو مسلمان لباس کی نسبت کرتے ہیں۔ اسلام نے ہمکو کچھ نہیں بتایا کہ ہمارے لباس کی کیا قطع ہونی چاہیئے۔ کیا تم اُن حدیثوں کو بھول گئے ہو جن میں ذکر ہے کہ عیسائیوں اور مجوسیوں نے اُس قسم کے جُبے جو اُن کے اِن کے قمیص و رہبان پہنتے تھے اور جن کو حدیثوں میں جبہ رومیہ۔ ضیق الکمین یا واسع الکمین سے تعبیر کیا ہے آنحضرت صلعم پاس تحفہ میں بھیجے اور آپنے اُن کو پہنا۔ پس لباس کے لحاظ سے طعن کرنا نعوذ باللہ اُس فعل پر ناسمجھی سے طعن کرنا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ اگر مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ لباس کو اسلام میں کچھ دخل ہے تو یہ ایک سخت بدعت سیئہ ہے جو اعتقاد اور عمل دونوں معلوں میں صادق آتی ہے اور اُس بدعت کا دُور کرنا ہر ایک مُسلمان پر لازم ہے اور اِس لیئے سب سے اوّل مقدس مولویوں ہی کو تبدیل لباس لازم ہے۔ پس مدرسہ کے کسی طالب علم نے اگر بغیر کسی تحریک منتظمان مدرسہ کے کوئی تغیر اپنے لباس میں کیا یعنی تُرکی لباس پہنا جو ایک معزز کثیر گروہ مُسلمانوں میں رایج ہے تو کوئی وجہ مولویوں کو اُسپر اعتراض کرنے کی نہیں ہے۔ یہ وُہی تاریک خیالات ہیں جنہوں نے مُسلمانوں کو اِس حال پر پہونچایا اور ذلت میں ڈالدیا۔ اگر ہم ایسے ہی خیالوں کی پیروی کرنی چاہیں تو یقین کرنا چاہیئے کہ ترقی کی کوششوں سے پہلے ہی دست بردار ہونا چاہیئے (چیئرز)۔ ایسے خیالات کے ساتھ جو ہمارا مقصد دنیاوی ترقی کا مع بقائے اسلام و یقین خدا و رسُول کے بالکل ساقط ہو جائے گا (چیئرز)۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ قوم کی بھلائی چاہنے والے اُن بے اصل باتوں اور غلط خیالات کو چھوڑ کر سچے اسلام اور سچے ایمان کی روشنی میں قایم رہینگے اور

توہمات کو اسلام یا ایمان کا یقین نہ سمجھیں گے۔ ہمارے دوسرے شفیق منصف صاحب نے اپنی اُردو اڈریس میں براہ مہربانی یہ بیان کیا ہے کہ مدرسۃ العلوم میری کوشش اور سعی سے قایم ہوا ہے مجھے افسوس ہے کہ میں اُن کے اُن عنایت آمیز الفاظ کو تسلیم نہیں کرسکتا کیونکہ مدرسہ فی الحقیقت اُن لوگوں کی فیاضی سے قایم ہوا ہے جنہوں نے عُمدہ مشورے دیئے۔ اُس میں روپیہ دیا۔ اُس کے کاروبار میں مدد کی اگر وہ سب لوگ ایسی مدد نکرتے تو ممکن نہ تھا کہ وہ مدرسہ اپنی موجودہ حالت پر تو کیا اُسی ایک چھوٹی اسکیل پر بھی نہ قایم ہوسکتا۔ پس حقیقت میں مدرسہ کا بانی اُنہیں لوگوں کو سمجھنا چاہیئے جنہوں نے اُس میں روپیہ اور محنت سے مدد دی۔ اُن لوگوں کے ساتھ میں خاصکر اپنے ہندو بھائیوں کا احسان نہیں بھُولتا جنہوں نے قوم اور اپنے بھائیوں کو تباہ حالت میں دیکھکر اُن کی بہتری کے لیئے ہزاروں روپیہ چندہ میں دیا اُن کا شکریہ سب سے زیادہ لازم اور مقدم ہے۔ انہیں نے اصل میں انسانیت اور خیرات کا کام کیا ہے۔ اُن کے احسانات مدرسہ کی درودیوار سے ہمیشہ ظاہر رہینگے۔ اُنکے احسانات ایسے زیادہ ہوتے جاتے ہیں جن کو اَب حد سے بڑھا ہوا کہنا چاہیئے۔ اے مسلمانوں ایک واقعہ کا حال میں بیان کرتا ہوں جس کو سُن کر اگر مُسلمانوں میں کُچھ بھی غیرت باقی ہے تو یقین ہے کہ کوئی بھی اس ہال سے زندہ باہر نہ جائے گا۔ مُسلمانوں کی حالت اب یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اُن کے ہمسایہ اُن کے حال پر روتے ہیں۔ پرسوں مدراس سے کچھ کاغذات میرے پاس آئے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ اسکاٹ کے ہندوؤں نے اس بات کا خیال کرکے کہ مُسلمان روز بروز تباہ ہوتے جاتے ہیں ایک کمیٹی اُن کی تعلیم میں کوشش کرنے کے واسطے قایم کی ہے اُس میں سوائے ایک کے کوئی مُسلمان شریک نہیں ہمارے بھائی خداترس ہندوؤں نے ہماری بہتری کے لیئے چندہ شروع کیا ہے جس کے چندہ دینے والوں میں صرف ایک مسلمان کا نام ہے جو شاید اتفاقیہ شریک ہوگیا کل ہندو شریک ہیں۔ اب بھی مسلمانوں کو خیال نہیں آتا کہ ہندو بھائیوں نے اُن کو سسکتا دیکھکر مدد کی طرف توجّہ کی اور اُن کی بہتری کیواسطے چندہ کیا اس سے زیادہ بے غیرتی مُسلمانوں کے لیئے اَور کیا ہوگی۔ دیکھنا چاہیئے کون کون لوگ اُن کے حال پر رحم کرتے ہیں وہ بیچارے ہندو دربدر مُسلمانوں کے لیئے بھیک مانگتے ہیں دُور دُور مُلکوں میں چٹھیاں بھیجتے ہیں مگر ہمارے ملک کے دولتمند آسودہ اور متوسط درجہ کے مُسلمانوں کو اس سے بھی غیرت نہیں آتی۔ اب اَور کون سی باتیں ہوں گی جو اُنکی بےغیرتی کی نظر آویں گی۔ اُردو اڈریس میں جو سب سے زیادہ سچی بات لکھی گئی ہے اور جس نے میرے دل پر اثر بھی کیا ہے اور اُس سے مجھے خوشی بھی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جو مدرسہ اِس وقت قایم ہوا ہے

وہ ایک ڈھانچہ ہے اور اُس میں جان ڈالدینا قوم کا کام ہے۔ بے شک یہ سچ ہے کہ باوجودیکہ مدرستہ العلوم ایسی حالت کو پہنچ گیا ہے کہ اپنا نظیر ہندوستان میں نہیں رکھتا مگر میں کہتا ہوں کہ وہ ابتک بیجان ہے۔ جبتک وہ پورا تکمیل کو نہ پہنچ جائے۔ اور یہ کام کسی ایک شخص کے کرنے سے نہیں ہوسکتا۔ یہ کُل قوم کا کام ہے۔ جب تک سب اتفاق نہ کریں گے اُس میں جان پڑنا مشکل ہے۔ اُردو اڈریس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قوم کچھ ہوشیار ہوچلی ہے بیشک میں نے اس کا کچھ نمونہ بھی دیکھا اور اخباروں میں بھی ایسے مضامین پڑھے کہ مُسلمانوں کو ذلت سے نکلنا اور اپنی حالت درست کرنا چاہیئے۔ بعض بعض جگہ لوگوں کو کوشش کرتے بھی پایا حقیقت میں اگر کچھ تحریک ہوئی ہے تو اُمید ہے کہ یہ تحریک زیادہ ہوجاوے گی۔ دنیا میں کسی قوم کی ترقی کے یہی دو نشان ہیں۔ ایک یہ کہ وہ سمجھنے لگیں کہ وہ ذلت اور خرابی میں مبتلا ہیں اور دوسرا نشان یہ ہے کہ اُس ذلت سے نکلنے کی کچھ کوشش شروع کردیں۔ اگر حقیقت میں یہ دونوں باتیں ہماری قوم میں پیدا ہوگئی ہیں تو نہایت خوشی کی بات ہے اور خداوند تعالے سے جو بڑا رحیم ہے اُمید رکھنی چاہیئے کہ ہماری قوم بھی ترقی کرے گی (چیئرز زور سے)*

جلسہ کے برخاست ہونے کے بعد ہم سب لوگ پھر نواب محمد اسحاق خاں کے دردولت پر حاضر ہوئے وہاں کھانا تیار تھا اور نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی اور خوبصورتی سے میز آراستہ تھی۔ انواع و اقسام کا کھانا اس قدر کثرت سے تھا جو فضولی میں داخل ہوسکتا ہے۔ تعدد انواع اس کثرت سے تھا کہ ایک ایک لقمہ کھانے پر بھی تمام کھانے چکھ بھی نہ سکے*

میز پر علاوہ میزبان عزیز اور سید صاحب اور اُن کی پارٹی کے سید حسن علی خاں صاحب رئیس جانسٹھ۔ سید اصغر علی خاں صاحب۔ سید آفتاب حسین صاحب۔ میر نثار حسین خاں صاحب نواب عبدالمجید خاں صاحب۔ منشی علی جان صاحب۔ منشی احمد حسین صاحب۔ محمد سعید خاں صاحب شریک تھے۔ شمال مغربی اضلاع میں نواب محمد اسحاق خاں صاحب پہلے مسلمان ہیں جو ملکی سِوِل سروس کے قاعدہ سے سویلین ہوئے ہیں۔ ہم دیکھکر اُن کو نہایت خوش ہوئے اور خدا سے اُن کی کامیابی کی دعا کی*

کھانے کے بعد آپس میں دوستوں کا جلسہ رہا اور ہر قسم کی بات چیت ہوتی رہی اُسمیں ایک بات کا تذکرہ فایدہ سے خالی نہوگا۔ ایک صاحب نے سید صاحب سے کہا کہ سِوِل سروس کے لیئے جو آپ فنڈ جمع کرتے ہیں اُس امتحان کی کامیابی میں بہت سے موانع ہیں۔ اُنیس برس کی عمر میں کسی ہندوستانی کو کامیابی نہیں ہوسکتی۔ اُس میں کوشش بیفایدہ معلوم ہوتی ہے* سید صاحب نے کہا کہ جو کچھ مشکلات ہوں۔ ہوں۔ ہمکو اُن کا مقابلہ کرنا چاہیئے عمر گھٹانے کی

شکایت واجبی ہے اُس کو رفع کرنے میں کوشش کرنی دوسری بات ہے لیکن اگر عمر کی حد کا اضافہ نہ ہو تو بھی مایوسی کی حالت اختیار کرنی نہیں چاہیئے۔ اب میں بطور معارضہ کے کہتا ہوں کہ عمر کی حد گھٹا دینے سے نتیجہ امتحان میں ہندوستانیوں کا کیا نقصان ہے۔ اُنیس برس کی عمر تک جس طرح ہندوستانیوں کے علم کو کامل ترقی نہیں ہوتی اسی طرح یورپین کے علم کو بھی ترقی نہیں ہوتی۔ اکیس برس کی عمر تک جسقدر علم کی ترقی ہندوستانیوں کو ہوگی اُسی نسبت سے یورپین کو بھی ترقی ہوگی اور ہر حال میں جو نسبت ہندوستانیوں اور یورپین کو بلحاظ امتحان اُنیس برس کی عمر میں ہے وُہی نسبت اکیس برس کی عمر میں بھی ہے۔ پس اُنیس برس کی عمر سے ڈرنا اور مایوس ہو جانا اور ہمت و کوشش کو چھوڑ دینا محض ناواجب ہے*

مُسلمانوں کو چاہیئے کہ سول سروس کے امتحان میں پاس ہونے کے لیئے عربی زبان اختیار کریں وہ مُسلمانوں کے لیئے ایسی ہے جیسے یورپین کے لیئے لیٹن یا گریک یقیناً مُسلمان یورپین کے برابر رہینگے۔ میتھےمیٹکس ایک ایسی چیز ہے کہ جب اُس کے قواعد یاد ہو جاویں اور مشق ہو جاوے تو ہندوستانی اور یورپین دونوں برابر ہیں۔ انگلش گرامر ہندوستانی بہ نسبت یورپین کے زیادہ یاد کر لیتے ہیں۔ انگلش میں کسی قدر وہ پیچھے رہیں گے مگر نہ اسقدر جس سے نااُمیدی ہی ہو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم کوشش نکریں اور ہمت ہار بیٹھیں*

مظفر نگر میں بھی لوگوں نے مدرستہ العلوم کے لیئے کُچھ چندہ دیا جس کی مقدار ایک سَو چھیانوے روپیہ ہو گئی*

اسی قسم کی باتوں میں دن ختم ہو گیا شام قریب ہوئی ریل کا وقت آیا مسافروں نے اپنا اسباب باندھا۔ ریل پر پہونچے۔ نواب محمد اسحاق خاں صاحب ہمارے ساتھ تھے ریل کے اسٹیشن پر منشی علی جان صاحب۔ محمد سعید خاں صاحب۔ سید حسین علی خاں صاحب۔ نواب حمید الظفر خاں صاحب اور اَور دو ایک صاحب تشریف لائے۔ ریل نے کُوچ کی سیٹی بجائی جرس نے فریاد کی کہ "بربندید محملہا" ہم سب نے دوستوں کو خدا حافظ کہا اور روانہ ہوئے*

غازی آباد کے اسٹیشن سے محمد اکرام اللہ خاں دہلی چلے گئے میں اور سید صاحب اور سید محمد علی اُسی رات علیگڈھ پہونچے۔ دوسرے دن میں علیگڈھ میں رہا۔ شام کو فیض آباد روانہ ہوا اور پنجاب کے سفر کی کہانی ختم ہوئی*

۴۲

سرسید نے چند سال سے محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے نام سے ایک مجلس قایم کی ہے جس کا مقصد مسلمانوں کے تعلیمی معاملات پر غور کرنے سے ہے اس مجلس کے متعلق گذشتہ سالانہ جلسوں میں جو تقریریں اُنھوں نے بعض پیش شدہ رزولیوشن کی نسبت کی ہیں اُن میں سے بعض ہم ذیل میں درج کرتے ہیں ؛

اسپیچ جو سرسید نے بمقام علیگڈھ اجلاس اوّل محمڈن ایجوکیشنل کانگریس منعقدہ ۲۷ - دسمبر ۱۸۸۶ء میں ایسی کانگریس کے قایم کرنے کی ضرورت پر رزولیوشن پیش کرتے ہوئے کی

حضرات من -

مجھے اس بات کی عزت دی گئی ہے کہ میں اس کانگریس میں جو قومی تعلیم پر غور کرنے کے لیئے جمع ہوئی ہے پہلا رزولیوشن پیش کروں ؛

اور وہ رزولیوشن یہ ہے :-

مُسلمانوں میں ہر قسم کی تعلیم کے تنزل کا لحاظ کرکے اور اس خیال سے کہ اُن کی ہر قسم کی تعلیم کی ترقی میں قومی اتفاق اور قومی امداد سے کوشش کیجاوے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر سال ان امور پر غور کرنے کے لیئے مختلف اضلاع کے لوگوں کا ایک جلسہ ہوا کرے جو محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے نام سے موسوم ہو - یہ جلسہ کسی خاص مقام پر مخصوص نہ ہوگا بلکہ ہر سال کسی ایسے مقام میں جہاں کے لوگ اُس جلسہ کے منعقد ہونے کی خواہش کریں اور اُس کا انتظام منظور فرماویں منعقد ہوا کرے گا ؛

اے صاحبو مُسلمانوں کی حالت کا تنزّل اب اس درجہ کو پُہنچ گیا ہے کہ تمام ہندوستان میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ نکلے گا جو اُسکو تسلیم اور اُسپر افسوس نہ کرتا ہو - ہماری حالت نہ

اب اِس درجہ پر پہونچ گئی ہے کہ غیر قومیں بھی ہم پر آنسو بہاتی ہیں اور ہمارے بچّوں کی تعلیم کے لیئے خیرات سے روپیہ جمع کرنے پر کوشش کرتی ہیں۔ بلاشبہ ہمکو اپنے ہموطن ہندو بھائیوں کا جنہوں نے صوبہ دکن میں ایسا ارادہ کیا شکر گذار ہونا لازم ہے۔ مگر کیا ہماری قوم میں جن کے اسلاف کے ناموں کی شہرت دنیا کے ہر ایک حصّہ میں گونج رہی تھی اور جن کے سیف و قلم کی نام آوری کے نشان ہسٹری میں اور دنیا کے ایک بڑے حصّہ میں اب تک پائے جاتے ہیں اتنی عزّت اور ہمّت بھی باقی نہیں رہی ہے کہ اپنی قوم کی تباہ حالت کی درستی پر توجّہ کریں ٭

اے صاحبو۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ پولٹیکل امور پر بحث کرنے سے ہماری قومی ترقی ہوگی میں اُس سے اتفاق نہیں کرتا بلکہ میں تعلیم کی ترقی کو اور صرف تعلیم ہی کو ذریعہ قومی ترقی کا سمجھتا ہوں۔ ہماری قوم کو اِس وقت بجز ترقی تعلیم کے اَور کسی چیز پر کوشش کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہماری قوم میں تعلیم کی کافی ترقی ہوجاوے گی تو ہمکو وہی کافی ذریعہ تنزل کی حالت سے نکلنے کا ہوگا۔ پس غور طلب یہی امر ہے کہ تعلیم کی ترقی کیونکر ہو ٭

اِس وقت ہمارا یہ حال ہے کہ گو ہم ایک قوم مسلمان کہلاتے ہیں مگر ایک جگہ کے رہنے والے دوسری جگہ کے رہنے والوں سے ایسے ہی ناواقف ہیں جیسے کوئی اجنبی قوم ایکدوسرے کے حال سے ناواقف ہو۔ ہم نہیں جانتے کہ پنجاب کے لوگوں کو اپنی قومی تعلیم اور قومی ترقی کی نسبت کیا خیال ہے اور اُنہوں نے کیا کیا ہے اور کیا کرنا چاہتے ہیں۔ پنجاب تو ایک دوسرا صوبہ ہے۔ ہم اپنے صوبہ کے ہی ایک ضلع کے رہنے والے دوسرے ضلع کے رہنے والوں کے حال سے محض ناواقف ہیں۔ کوئی ذریعہ ہمارے پاس ایسا نہیں ہے کہ مختلف اضلاع کے لوگ کسی موقع پر آپس میں ایک جگہ جمع ہوں۔ ایک کے حال سے دوسرے کو آگاہی ہو۔ ہم آپس میں مِل کر اپنے خیالات جو قومی تعلیم اور قومی ترقی کی نسبت ہوں دوسروں پر ظاہر کرسکیں۔ ایک دوسرے کے خیالات سے تبادلہ ہو۔ جو غلطی ہمارے خیال میں ہو وہ دوسروں کے خیال سے بخوبی اصلاح پاوے۔ مختلف اضلاع کے لوگوں کے باہم جمع ہونے سے آپس میں واقفیت۔ آپس میں محبت اور اخلاص باہمی۔ ہمدردی اور یگانگت پیدا ہو۔ ہم باوجود ایک قوم مسلمان ہونے کے جو بمنزلہ مختلف قوموں کے ہو رہے ہیں اُن میں قومی یگانگت بلکہ مجھ کو کہنا چاہیئے کہ قومیت پیدا ہو۔ اس اجنبیت نے ہم میں سے قومی ہمدردی کو مٹا دیا ہے۔ اسی طرح پر باہم جمع ہونے سے اور ایک مقصد یعنی قومی بھلائی۔ قومی تعلیم۔ قومی ترقی کے لیئے جمع ہونے سے دوبارہ قومی ہمدردی ہم میں پیدا ہو یا جس قدر ہے

اُس میں زیادہ ترقی ہو ✦

آپس میں ملنے سے اور مختلف امور پر جو مذہبی تعلیم اور قومی ترقی سے علاقہ رکھتے ہیں بحث مباحثہ یا تذکرہ و تذاکرہ کرنے سے ضرور ہے کہ کوئی عمدہ راہ قومی ترقی اور قومی تعلیم کی ہاتھ آوے ہر ایک ضلع کے لوگ جو مختلف راہیں چلتے ہیں وہ سب سمجھ بوجھکر ایک ایسا سیدھا رستہ قومی تعلیم کے لیئے اختیار کریں جو منزل مقصود کو پہونچانے والا ہو ✦

اس وقت قومی تعلیم یا قومی ترقی کی نسبت ہمارے خیالات ایسے پراگندہ ہیں کہ ایک کو دوسرے سے مدد نہیں پہونچتی اور گویا ہماری قوتیں متفرق ہو کر دور ہو جاتی ہیں ہم سب کو اگر ایک سیدھا رستہ قومی تعلیم اور قومی ترقی کا ہاتھ آجاوے تو تمام متفرق قوتیں ایک رستہ پر جمع ہو جاوینگی اور قومی تعلیم کی ترقی پر زیادہ تر آسانی حاصل ہوگی ✦

گورنمنٹ ملکہ معظمہ قیصر ہند ہماری بہبودی اور تعلیم کی ترقی کے لیئے ہر وقت آمادہ ہے اور ہم بھی اپنی گورنمنٹ سے ہر طرح مدد و امداد چاہتے ہیں۔ مگر ہم خود ایسی مختلف درخواستیں گورنمنٹ سے کرتے ہیں اور ایسی متضاد رائیں پیش کرتے ہیں جو ایک دوسری سے متناقض ہوتی ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ہم نے خود ابھی تک تنقیح نہیں کیا کہ ہماری تعلیم اور ہماری ترقی کے لیئے حقیقت کونسا طریقہ ہے۔ اس قسم کے مجمع سے اور آپس میں کلمہ اور کلام کرنے سے ضرور ہے کہ ہم کو ایک ایسا مستحکم طریقہ اپنی تعلیم اور ترقی کا ہاتھ آوے گا۔ جو بلا کسی شک و شبہ کے ہماری قوم کے لیئے مفید ہوگا ✦

میں یقین کرتا ہوں کہ اس زمانہ میں جس قدر فیاضی صوبہ پنجاب نے تعلیم کے لیئے بہ نسبت ... کی ہے اور جس قدر روپیہ وہاں کے رئیسوں نے تعلیم کے لیئے دیا ہے وہ ایک بے مثل اور بے نظیر فیاضی ہوئی ہے۔ مگر چونکہ اُن فیاضی کرنے والوں نے اس بات کی پورے طور پر تنقیح نہیں کی تھی کہ درحقیقت ہمارے مُلک کی بھلائی کے لیئے کونسا طریقہ اختیار کرنے کے قابل ہے اُس فیاضی نے مُلک کو کچھ فایدہ نہیں پہونچایا بلکہ اگر میں جرأت کروں تو کہہ سکتا ہوں کہ بعوض فایدہ کے کسی قدر نقصان پُہنچا ✦

انہیں خیالات سے یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ ہر سال مُسلمانوں کی تعلیم اور ترقی پر غور کرنے کے لیئے مختلف مقامات اور مختلف صوبجات کے لوگ ایک جگہ جمع ہوا کریں اور ایک صوبہ اُس ضلع کے لوگوں کے ذریعہ سے دوسرے صوبہ اور ضلع کے مسلمانوں کے حالات معلوم ہوتے رہیں۔ اور جو تدابیر اُن کی بھلائی اور ترقی کی نسبت سوچی جاویں اُن پر بحث اور مباحثہ ہو کر جو تدبیر عمدہ قرار پاوے وہ اختیار کیجاوے ✦

یہ سالانہ جلسے جیسے کہ آپ نے رزولیوشن پیش شدہ سے معلوم کیا ہوگا کسی ایک مقام کے لیے مخصوص نہیں کیا گیا ہے بلکہ ہر ایک صوبہ اور شہر میں جہاں کے لوگ اُس کی خواہش کریں گے منعقد ہو سکیگا۔ اور اس سے یہ فایدہ ہے کہ جو لوگ کسی سبب سے ایک مقام کے جلسہ میں شامل نہیں ہو سکتے وہ دوسرے مقام کے جلسہ میں شامل ہو سکیں گے اور اس تدبیر سے اس جلسہ کے فواید زیادہ تر عام ہوجاوینگے ۔

میں سمجھتا ہوں کہ جو رزولیوشن پیش ہوا ہے اُسکے مقاصد کو گو کہ مختصر اً مگر کافی طور سے میں نے بیان کیا ہے اور اب میں تحریک کرتا ہوں کہ یہ جلسہ اسپر غور کرے۔ اور درصورتیکہ پسند ہو تو منظور کیا جاوے ۔

۴۳

اسپیچ سرسید بتائید ایک رزولیوشن کے جس میں مسلمانوں کو اعلیٰ انگریزی تعلیم کی ضرورت کی طرف مائل کیا گیا تھا

میں اس رزولیوشن کے پاس ہونے کی تائید کرتا ہوں۔ کیا اب بھی کسی کو اس بات میں شبہ باقی ہے کہ ہماری قوم کو جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ **ھائی انگلش ایجوکیشنل** ہے۔ سوائے اُن چند پرانے خیال کے لوگوں کے جن کی تعداد کئی ہزار درجہ اُن سے بھی کم ہے جو ابتک سورج کے زمین کے گرد گھومنے پر یقین کرتے ہیں اور جو در اصل انگلش تعلیم ہی کو ناجائز سمجھتے ہیں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو ہائی انگلش ایجوکیشنل کا خواہشمند نہو درحقیقت ہندوستان میں ابتک ہائی ایجوکیشنل کا وجود ہی نہیں ہے۔ ہماری یونی ورسٹیوں نے ہمکو اب تک صرف ہائی ایجوکیشنل کے دروازہ تک پہونچایا ہے۔ مگر اُس کے اندر جانے کا رستہ بند کر رکھا ہے۔ انسان کی تعلیم کی عُمدہ حالت ہونے کو یہ بات لازم ہے کہ وہ ہر فن میں کچھ کچھ جانتا ہو۔ اور ایک میں کامل ہو۔ مگر ہندوستان کے کالج اور ہماری یونی ورسٹیاں ہمکو کچھ کچھ سکھلاتی ہیں اور کسی ایک میں کامل نہیں کرتیں۔ ہمکو ہندوستان کے کالجوں سے خواہ وہ گورنمنٹ کے کالج ہوں یا پرائیویٹ جو شکایت ہے وہ ہائی ایجوکیشنل کے نہونے کی ہے پس اگر موجودہ ایجوکیشنل تک بھی ہماری رسائی نہ ہو جس کا نام غلطی سے ہائی ایجوکیشنل رکھا ہے تو میں نہیں خیال کر سکتا کہ ہماری تعلیم کس درجہ تک خراب حالت میں پہنچ جاویگی۔ یہ میری رائے کوئی نئی رائے نہیں ہے سنہ ۱۸۶۹ء میں جبکہ میں لنڈن میں تھا میں نے ایک چھوٹا سا رسالہ ہندوستان کی تعلیم پر لکھا تھا اُس کا ایک فقرہ اِس مقام پر نقل کرنا نامناسب نہوگا

میں نے لکھا تھا کہ سرکار انگریزی نے ہندوستان میں دو نہایت بڑے کام کیئے ہیں۔ مگر ایک کام دوسرے کا متناقض ہے۔ اوّل تو گورنمنٹ نے نہایت فیاضی سے اقرار کیا کہ اُس کی تمام رعایا کے حقوق خواہ وہ رعایا ہندوستانی ہو یا انگریزی ہر اعتبار سے برابر ہوں گے دوم گورنمنٹ نے ہمکو ہماری زبان مادری اور ہمارے موروثی علوم سے محروم کر دیا اور ہمکو انگریزی زبان اور یوروپین سائنس کے سیکھنے کو مجبور کر دیا۔ اب دوسری بات کا نتیجہ تو یہ ہے کہ گورنمنٹ پر یہ فرض ہو گیا کہ ہندوستانیوں کو زبان و علوم مذکورہ سکھادے اور اقرار جو اسقدر ضمنیہ اور عموماً کیا گیا

ہے اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ بات گورنمنٹ پر لازمی ہوگئی ہے کہ ہندوستانیوں کو اُس درجہ تک تعلیم دے کہ اُن کو اپنے حقوق حاصل کرنے کی قدرت ہو جاوے یا یوں کہو کہ وہ اپنے تئیں ایسا لایق کرنے کی کوشش کریں کہ جو عہدے انگریزوں کو ملتے ہیں وہ بھی پا سکیں۔ اگر گورنمنٹ ہندوستانیوں کو اُس درجہ تک کی تعلیم نہ دے گی تو اُس نے اپنے اقرار کو پورا نہیں کیا اور ہندوستانیوں کے حق میں ناانصافی ہوتی کیونکہ وہ بے فایدہ ایسی کشاکش میں چھوڑ دیئے گئے کہ جہاں تک اُن کو پہونچنا ہے وہاں تک کا رتبہ ہی نہیں ؛

گورنمنٹ اپنے فرض سے ہرگز بری نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ تعلیم کا کوئی ایسا طریقہ نہ قایم کرے جس سے کہ ہندوستانی نوجوان بیس برس کی عمر میں اور بموجب قواعد حال کے اُنیس برس کی عُمر میں اسقدر قابلیت حاصل کر لیں کہ وہ انگلستان میں جاکر سول سروس کے مقابلہ کا امتحان اپنے ہم پیشہ رعایا انگریزوں کے ساتھ دیں۔ مگر صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک حال کے طریقہ سے ہندوستان میں تعلیم جاری رہیگی ایسا ہونا ناممکن ہے۔ ہندوستانی لڑکے نہ تو سُست ہوتے ہیں اور نہ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن میں قدرتی قابلیتیں نہ ہوں۔ فی الواقع یہ طریقہ تعلیم ہی کا قصور ہے۔ اگر وہ پوری قابلیت اور علم جو کہ اُن میں ہونے چاہیئے بیس برس کی عمر میں نہیں حاصل کر سکے۔ پس نہ صرف ہمکو گورنمنٹ سے اپنے حقوق حاصل کرنے کو ہائی انگلش ایجوکیشنل کی تعلیم دینا لازمی ہے گورنمنٹ کا مشرقی علوم کی تعلیم پر برخلاف ہماری خواہشوں کے متوجہ ہونا جس کے ساتھ ہمکو ایک فطرتی طور پر بہ نسبت گورنمنٹ کے زیادہ ہمدردی ہے ایک حیلہ ہماری تعلیم ہائی انگلش ایجوکیشنل کو گھٹانے کا یا ہمکو ہمارے حقوق تک پہونچنے کے رستہ کو بند کرنا ہے پس کون شخص ہے کہ جو ضرورت ہمکو ہائی انگلش ایجوکیشن کی ہے اُس سے انکار کر سکتا ہے۔ گورنمنٹ کا مشرقی علوم میں ہمکو تعلیم دینا ناممکن ہے جس کی وجہ خود اس رزولیوشن میں جو منظوری کو پیش ہوا ہے بیان کی گئی ہے۔ ہاں ہم میں ایسے بھی لوگ ہیں جن کا مقصد بلا خیال اپنی دنیاوی ترقی کے یا دنیاوی حالت کے صرف علوم مشرقی کا جسمیں علم و مذہب دونوں شامل ہیں حاصل کرنا ہے۔ مگر کیا گورنمنٹ اپنے کالجوں میں یا اپنی یونی ورسٹیوں میں اُن علوم کی اُن کو تعلیم دے سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ لارڈ میکالی کے زمانے سے پیشتر گورنمنٹ کے کالجوں میں علوم مشرقی کی تعلیم ہوتی تھی۔ پھر کیا گورنمنٹ بتا سکتی ہے کہ اُسکے کالجوں نے کوئی بھی ایسا شخص پیدا کیا تھا جو علوم مشرقی میں عالم کہلانے کا درجہ رکھتا تھا۔ اِن ممالک میں گورنمنٹ کی حکومت کو اتنی برس سے زیادہ کا عرصہ گذر گیا وہ نشان دے سکتی ہے کہ اُن لوگوں میں سے جو علوم مشرقی کی تحصیل میں مصروف

تھے ایک نے بھی گورنمنٹ کے کالجوں سے تعلق پیدا کیا تھا۔ اب بھی وہ لوگ جو اپنے قدیم طریقہ پر علوم مشرقی کی تحصیل میں مصروف ہوں معدوم نہیں ہو گئے ہیں بلکہ ایک معقول تعداد ایسے لوگوں کی اب بھی جا بجا موجود ہے۔ گورنمنٹ کی طاقت سے یہ بات خارج ہے کہ ان میں سے ایک کو بھی اپنے کالجوں یا اپنی یونیورسٹیوں میں گو کہ وہ مشرقی علوم کی ترقی پر کیسی ہی سرگرمی ظاہر کرے شامل کر سکے۔ پس نہ ہمکو اسبات کی حاجت ہے کہ گورنمنٹ علوم مشرقی کی تعلیم پر توجہ کرے اور نہ گورنمنٹ کو مناسب ہے کہ ایسے امر میں جس میں کہ درحقیقت وہ کچھ نہیں کر سکتی دست اندازی کرے ❊

ہاں بلاشبہ مشرقی علوم ہمارے موروثی علوم ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے اُن علوم میں ایسا نام پیدا کیا تھا کہ جب تک دنیا میں سٹری قایم ہے اُس کے ساتھ ہمارے بزرگوں کا نام بھی قایم رہیگا۔ نتیجہ ہے کہ ہمارے بزرگوں کے علوم کی بدولت یورپ نے تعلیم پائی ہے۔ کسی کے مٹانے سے مٹ نہیں سکتا۔ پس خود ہمارا فرض ہے کہ ہم اُس فخر کو بھی اپنی قوم میں زندہ رکھیں ❊

بیشک ہمکو اسبات پر کوشش کرنی چاہیئے کہ جو لوگ بلا خیال اپنی دنیاوی ترقی یا دنیاوی حالت کے صرف علوم مشرقی کی تحصیل میں اپنے قدیم طریقہ سے مصروف ہیں اُن میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو قدیم منطق اور فلسفہ میں عربی و فارسی کے علم ادب میں۔ علم شعر و انشا میں اپنے بزرگوں کی یادگار یا اُن کے قایمقام ہوں اور ہمارے باپ دادا کی ہسٹری ہمکو یاد دلاتے رہیں۔ مگر گورنمنٹ کو ان باتوں سے تعلق رکھنا نہیں چاہیئے کیوں کہ وہ اس میں بجز اس کے کہ ایک بیفایدہ کام اختیار کرے اور لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈالے اَور کچھ نہیں کر سکتی پس مناسب ہے کہ اس امر کو وہ ہمیشہ چھوڑ دے خواہ ہم اُس میں کچھ کریں اور اپنے بزرگوں کی یادگار قایم رکھیں۔ خواہ کچھ نکریں اور اپنے بزرگوں کی یادگار کو مٹا دیں ❊

۴۴

اسپیچ سید بتائید ایک رزولیوشن کے جس میں مسلمان طالب علموں کے واسطے اسکالرشپس قایم کرنے کی تجویز کیگئی تھی

(اجلاس دوسرا بمقام لکھنؤ)

میرے دوست مسٹر بک نے جو رزولیوشن پیش کیا ہے اُسکی میں تائید کرتا ہوں اگرچہ وہ فصاحت مجھ میں نہیں ہے جس فصاحت سے اُنہوں نے بیان کیا ہے مگر جہانتک مجھے ممکن ہے میں اُس کے مقاصد کی تشریح کرنے میں کوشش کروں گا۔ مسٹر بک نے مُسلمانوں کی زوال پذیر حالت کا اور جو مصائب اُن پر آنیوالے ہیں اشارے کے بعد اُنکی عام مفلسی اور بیمقدوری کا ذکر کیا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ اگر اُن کے پاس کچھ دولت ہے تو اُن کے ہونہار بچے ہیں وہ بچے بھی خالی ہاتھ پیدا ہوتے ہیں کُچھ دولت ساتھ نہیں لاتے مگر دماغ اور عقل اور ہمت اور عُمدہ جذبات کی قابلیت جو وہ اپنی ماں کے پیٹ سے لیکر آتے ہیں وُہی اُن کی بے بہا دولت ہے۔ مگر اے میرے دوستو اور اے بہت سے ہونہار بچوں کے باپو۔ جس چیز کو میرے دوست مسٹر بک نے بچوں کی دولت سے تعبیر کیا ہے میں اُس کو دولت کے بیج سے تعبیر کروں گا جس کی کسانی اور جس کی شادابی اور جسکی بار آوری خدا نے تمہارے سپرد کی ہے۔ پس اگر تم خدا کی اُس امانت کا حق ادا نہ کروگے تو بلا شُبہ تم خیانت کے مرتکب ہوگے۔

اے صاحبو۔ اب زمانہ ایسا نہیں ہے کہ ہم صرف اپنے ہونہار پودوں کی پرورش کرنے پس کریں بلکہ زمانہ مقابلہ کے میدان میں بہت قوی اور زبردست پہلوان لایا ہے۔ پس جبتک کہ ہم بھی اپنی قوم کے جوانوں کو میدان میں نہ لائیں ہماری کامیابی ممکن نہیں ہے۔ اسوقت ہمکو ضرورت ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے ایک تعداد کثیر اگر کثیر نہیں تو ایک تعداد معقول اپنی قوم کے نوجوانوں کی پیدا کریں جو علم اور قابلیت میں اور اُن علوم میں جو اس زمانہ کی حاجتوں کے لیئے ضروری ہیں سربرآوردہ ہوں یہ مقصد بجز اُس صورت کے جو مسٹر بک نے بیان کی ہے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس وقت شمال مغربی اضلاع اور اودھ۔ پنجاب میں اور نیز بنگال میں اور علے الخصوص صوبۂ بہار میں کالجوں کی ادنٰے جماعتوں میں بہت سے مسلمان لڑکے

پڑھ رہے ہیں۔ اور ہر سال انٹرنس کا امتحان بھی پاس کر لیتے ہیں۔ اُن انٹرنس پاس شدہ لڑکوں میں سے خواہ وہ بنگال کے ہوں یا بہار کے۔ یا اودھ کے ہوں یا پنجاب کے یا شمال مغربی اضلاع کے۔ ہمکو اشراف خاندان اور ذہین اور لایق تربیت ہونہار لڑکوں کو منتخب کرنا چاہیئے یہی ایک طریقہ ہے جس سے ہم بہت جلد اور ایک معقول تعداد سے اپنی قوم میں قابل اور سربرآوردہ نوجوان پیدا کر سکتے ہیں*

اے صاحبو۔ یہ بات کیا کچھ کم افسوس کے لایق نہیں ہے کہ اس وقت ہمکو اپنی قوم میں ایک شخص بھی ایسا نہیں دکھائی دیتا جو اِس زمانہ کی ضروریات میں سربرآوردہ ہو۔ کیا تم اپنی قوم میں ایک شخص بھی ایسا دکھا سکتے ہو جو اسپیچ کرنے میں نامآور ہو۔ کوئی ایسا شخص ہے جس نے انگلش لٹریچر میں نامآوری حاصل کی ہو مسلمانوں میں تم کسی کو بتلا سکتے ہو کہ وہ ایک مسلمان انگریزی اخبار کی اڈیٹری کے لایق ہو۔ متعدد اضلاع کے مسلمانوں نے انگریزی اخبار جاری کیئے وہ کن کے ہاتھوں میں تھے۔ یا انگریزوں کے یا ہمارے ہموطن بھائی بنگالیوں کے۔ اور جو مسلمانوں کے ہاتھ میں تھے یا ہیں وہ پڑھنے کے قابل بھی نہ تھے۔ بعض اضلاع کے مسلمانوں نے انگریزی میں اخبار جاری کرنا چاہا بشرطیکہ مسلمان اڈیٹر ملے مگر تمام ہندوستان میں ایک بھی نہ ملا۔ ہمکو اپنی پرایوٹ ضرورتوں میں اپنے قومی مطالب میں جب کسی تحریر کی ضرورت ہوتی ہے کسی مسلمان کو اس لایق نہیں پاتے۔ غیر قوم کے لوگوں سے مدد لینی پڑتی ہے۔ پس اس سے زیادہ اور کوئی قومی ذلت اور قومی ناتربیت یافتگی کا ثبوت مل سکتا ہے*

اے صاحبو۔ یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جس کو ہم بی۔ اے یا ایم۔ اے تک پڑھالیں گے وہ قابل ہی ہو جاوے گا۔ کمہار کے آوے میں سے سب برتن سپکّے ہوئے نہیں نکلتے اس زمانہ میں ہندوستان کی قوموں میں سے جو قوم سربرآوردہ ہے اور جو سب کی سرتاج ہونے کی دعویدار ہے وہ ہمارے ہم وطن بھائی بنگالی ہیں۔ اُن کو دیکھو۔ اُن میں ہزاروں بی اے اور ایم اے ہیں۔ مگر باوجود اس کثرت کے اُن میں بھی معدودے چند ہیں جو قابلیت اور لیاقت و فضیلت کے ڈنکا بجانے کا دعوے کرتے ہیں۔ پس اگر ہم اپنی قوم کے سینکڑوں طالب علموں کو اِس طرح پر تعلیم دیکر قابل بناویں گے جس طرح کہ میرے دوست مسٹر بک نے کہا ہے۔ تو اُن میں چند ایسے نکلینگے جو قوم کے اعزاز کے باعث ہوں۔ اگر ہم فی صدی دس دس بہت زیادہ ہے فی صدی پانچ پانچ بھی ایسے لایق آدمی پیدا کر لیں تو ہم سمجھینگے کہ ہم نے آسمان کے تارے توڑ لیئے*

اس موقعہ پر میں اودھ کے رئیس راجہ جنگ بہادر کا جنہوں نے ڈیڑھ سو روپیہ سالانہ اسی قسم کے اسکالرشپ کے لیئے محمڈن کالج میں مقرر کیا ہے اور اپنے مخدوم دوست

قاضی سید رضا حسین صاحب رئیس پٹنہ کی فیاضی کا ذکر کیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ قاضی صاحب نے اپنی جائداد اس لیئے وقف کردی ہے کہ اُس کی آمدنی سے اُن مسلمان طالب علموں کو اسکالرشپیں دیجاویں جو انگریزی میں ایف اے اور بی اے اور ایم اے کی ڈگری حاصل کرنے کے لیئے پڑھتے ہوں۔ اُن کی اس فیاضی سے چند مسلمان طالب علموں نے بہت کچھ فایدہ اُٹھایا ہے۔ ابھی کئی ہفتے ہوئے جب میں کلکتہ میں تھا تو میں نے دو مسلمان طالب علم دیکھے جو اُن کے اسکالرشپ پاتے ہیں۔ اور بی اے اور ایم اے کے لیئے پڑھ رہے ہیں مگر اے دوستو۔ میں اپنے دل کی بات چھپانا نہیں چاہتا۔ اُن طالب علموں کو دیکھکر جو رنج اور صدمہ میرے دل پر ہوا بیان نہیں ہوسکتا۔ اے دوستو مجھ کو یہ بات کچھ زیادہ خوش کرنیوالی نہیں ہے کہ کسی مسلمان نے بی اے یا ایم اے کی ڈگری حاصل کرلی ہے۔ میری خوشی قوم کو قوم بنانے کی ہے۔ افسوس اور صد ہزار افسوس کہ ایسی امر پر جو قومیّت کی جان ہے ہماری قوم کو مطلق خیال نہیں ۔

اے دوستو۔ تم میری بات مانو یا نہ مانو۔ میرا خیال صحیح ہو یا غلط۔ میں اپنی آواز تمہارے کانوں تک پہنچا دیتا ہوں۔ جب تک تم ایسا بندوبست نہ کرو گے کہ تمہاری قوم کے لڑکے ایک جگہ رہکر تعلیم پاویں اور یکساں تربیت اور یکساں خیال اُن میں پیدا ہوں اور ایک ساتھ اپنے قومی مجمع میں رہکر قومیت کی بو اُن میں سماوے اُس وقت تک ہم قوم کو قوم نہیں بنا سکتے۔ اور اگر ہم نے اپنی قوم کو قوم نہ بنایا تو ہم نے اس سے زیادہ کہ جنگل کے چند وحشی جانوروں کو پالا اور کچھ نہیں کیا۔ مجھے اُمید ہے کہ تمام جلسہ اُس تحریک کو جو مسٹر بک نے کی ہے ایک دلی جوش سے پاس کرے گا۔ اور نہ صرف پاس کرے گا بلکہ اُسکے عملدرآمد پر بھی کوشش کرے گا ۔

۲۵

۲۷- دسمبر ۱۸۸۶ء

بتائید رزولیوشن سوم - یعنی چھوٹے چھوٹے سکول مسلمانوں کے بچّوں کی انگریزی تعلیم کے لیئے قایم کرنے - نہ جن میں لایق ماسٹر ہوتے ہیں - نہ عمدہ تعلیم - مسلمان بچّوں کی تعلیم میں نقصان پہونچانے والے اور مسلمانوں کی مجموعی طاقت کو متفرق کرنے والے ہیں

اسپیچ

صاحبانِ من دوستانِ من -

اس رزولیوشن کو سنکر بلاشبہ آپ سب صاحب متعجب ہوئے ہوں گے - مگر برائے مہربانی اس کے نامنظور کرنے میں جلدی نہ کرئیے گا - ذرا تحمل فرمائیے گا - اور مجھے اُسکی تشریح کرنے دیجیئے گا - اور اُس کے حسن و قبح دونوں کو جانچیئے گا ۔

جن بزرگوں نے اِن چند برسوں میں متعدد جگہ چھوٹے چھوٹے اسکول بے ثبات چندہ کے بھروسے پر قایم کیئے ہیں - اور مسلمان بچّوں کے غول بھر رہے ہیں - اُن سکولوں کی حقارت کرنا - یا اُن کو غیر ضروری قرار دینا میرا مقصد نہیں ہے - بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ اُن سے جو نفع قوم کو پہونچتا ہے اور جو نقصان قوم کا اُن سے ہوتا ہے اُن دونوں کا اندازہ کیا جاوے اور دونوں کو تولا جاوے - جو پلہ بھاری نکلے اُسپر فیصلہ ہو - اس مطلب کی تشریح کرنے میں ایک مثال پیش کرتا ہوں - ایک شخص ہے جو نہایت پیاسا اور بھوکھا ہے - تم اُس کو روٹی دیتے ہو اور پانی پلانے کا بندوبست نہیں کرتے حالانکہ روٹی سے مقدم پانی پلانے کا بندوبست کرنا ہے - روٹی کی بھی بلاشبہ اُسکو ضرورت تھی - مگر جو شئے اُس سے بھی زیادہ مقدم تھی اُس کا خیال نکرنے سے روٹی دینا کچھ فایدہ نکرے گا - ضرور وہ شخص پیاس کے مارے مر جاوے گا ۔

یہی حال ہماری قوم کا ہے - چھوٹے سکول ادنیٰ تعلیم کے لیئے قایم کرنے - پیاسی اور بھوکی قوم کو روٹی دینی ہے - قوم کو نہایت ٹھنڈے پانی یعنی اعلےٰ درجہ کی تعلیم کی ضرورت ہے - جب تم اُس کا بندوبست نہیں کرتے تو اُس کا نتیجہ بجز اِسکے کہ قوم پیاس کے مارے

ہو جاوے کچھ نہیں ہو سکتا۔ قوم میں اس قدر مقدور نہیں ہے کہ اعلےٰ تعلیم کا بھی بندوبست کرے اور ادنےٰ تعلیم کا بھی بندوبست کرے۔ اور اس سبب سے جبکہ وہ ادنےٰ تعلیم کے انتظام پر متوجہ ہوتی ہے تو مجبوری اُس کو اعلےٰ تعلیم کے انتظام کا موقع نہیں رہتا مجموعی قوتوں کا زور ساقط ہو جاتا ہے اور قوم کے لیئے اُسی نتیجہ کی اُمید ہوتی ہے جو اُس پیاسے شخص کی نسبت پیاس کی سختی سے ہو سکتی ہے ؎

سوچنا چاہیئے۔ کہ لوگوں کی توجہ چھوٹے چھوٹے سکولوں کے قایم کرنے پر کیوں مائل ہوئی ہے۔ براہ مزاح یہ کہا جاسکتا ہے کہ اپنے لیئے ایک مشغلہ پیدا کرنے کے لیئے۔ مگر اُن کا تو مشغلہ ہوتا ہے اور اُن بیچارے بچّوں کی زندگی برباد جاتی ہے۔ خیر آج کی بات کو جانے دو۔ وہ لوگ نیک نیّتی اور قومی ہمدردی سے یہ سمجھتے ہیں کہ غریب لوگوں اور بےمقدوروں کے بچّوں کو فایدہ پہونچے۔ اور عام تعلیم سے لوگ فایدہ اُٹھاویں۔ مگر اس میں دو طرح سے غلطی ہے ؎

اوّل۔ یہ کہ جب تک اعلےٰ قوموں میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم نہیں ہوتی۔ ادنےٰ قوموں اور غریب لوگوں میں ہرگز تعلیم نہیں پھیل سکتی ؎

دوم۔ یہ کہ جب تک اعلےٰ درجہ کی تعلیم مُلک میں موجود نہیں ہوتی۔ ادنےٰ درجہ کی تعلیم کا پھیلنا ناممکن ہے۔ دنیا کے کسی حصّہ مُلک کی تاریخ سے ثابت ہوا ہے کہ بدون اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے شایع ہوئے ادنےٰ درجہ کی تعلیم پھیلی ہو ؟ ؎

قدرت کا قاعدہ ہے کہ ادنےٰ اعلےٰ کی پیروی کرتا ہے۔ کبھی اعلےٰ ادنےٰ کی پیروی نہیں کرتا۔ پس جو لوگ غریب لوگوں میں یا ادنےٰ درجہ کی تعلیم کے رواج کے خواہاں ہیں اُن کا سب سے اوّل یہ فرض ہے کہ اپنی قوم میں اعلےٰ درجہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کے پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ادنےٰ درجہ کی تعلیم اور غریب لوگوں میں رفتہ رفتہ ازخود پھیل جاویگی ؎

ہر کوئی تسلیم کرتا ہے اور میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ قوم کا خوشحال ہونا اور تعلیم یافتہ اور معزز ہونا اس بات پر منحصر ہے کہ اس میں معتدبہ تعداد کے لوگ نہایت اعلےٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہوں۔ اُس کے بعد نہایت کثرت سے تعداد ایسے لوگوں کی ہو جو اوسط درجہ کی تعلیم پائے ہوں اور اُسکے بعد ادنےٰ درجہ کے تعلیم یافتہ۔ مگر سب سے مقدم اعلےٰ درجہ کے تعلیم یافتوں کا موجود ہونا ہے جو قوم کے افتخار کا باعث ہے اور جو منبع اور مخرج باقی دو قسم کی تعلیموں کا ہے۔ جو لوگ اپنی کوششیں اعلےٰ درجہ کی تعلیم پر متوجہ نہیں کرتے اور ادنےٰ درجہ پر مصروف کرتے ہیں وہ اُلٹی گنگا بہاتے ہیں جس میں کبھی کامیابی نہ ہوگی ؎

اب دوسری طرح پر غور کرو۔ کہ ملک کے اکثر حصوں میں قریباً ہر ایک ضلع میں گورنمنٹ سکول یا مشنریوں کے سکول قایم ہیں جو انٹرنس تک کی تعلیم خوش اسلوبی سے دیتے ہیں۔ اگر تم اس قسم کے مقامات میں مسلمانوں کی تعلیم کے لیئے کسی وجہ سے سکول قایم کرتے ہو بہتر قایم کرو۔ مگر یہ بتاؤ کہ تمہارے سکول میں اُس درجہ کے لایق اور ذی علم ماسٹر اور ہیڈ ماسٹر ہیں؟ جیسے کہ اُن سکولوں میں ہیں یا نہیں؟ جہاں تک کہ مجھے علم ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ نہیں۔ بس اب غور کرو کہ تم جو عمدہ اور ذی علم ماسٹروں کی تعلیم سے مسلمانوں کو چھوڑا کر اپنے کم علم اور ناقص ماسٹروں کے سپرد کرتے ہو۔ تو تمہارا ایسا کرنا درحقیقت اُن کے ساتھ سلوک کرنا ہے یا بدسلوکی یہ ایسی صاف بات ہے کہ ہر شخص اُس کو سمجھ سکتا ہے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم ان چھوٹے سکولوں میں ادنےٰ درجہ تک تعلیم دیکر لوگوں کو تیار کرتے ہیں۔ تاکہ وہ کسی سکول یا کالج میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم پانے کے لیئے داخل ہو سکیں۔ اور اِس خیال سے بہت سے بزرگوں نے جابجا پرائمری اور اپر پرائمری مڈل۔ اور بعض مقاموں میں انٹرنس تک کے سکول قایم کیئے ہیں۔ یہ بات تو نہایت خوشی کی ہے کہ تھوڑے عرصہ سے ہماری قوم کو اپنی قوم کی تعلیم کا خیال پیدا ہوا ہے اور ہندوستان کے ہر کونے سے اِس بات کی آواز آتی ہے کہ قوم کے لیئے کچھ کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر اِس کوشش میں کچھ نقص ہو۔ تو اُس سے چشم پوشی بھی مناسب نہیں۔ پس جن بزرگوں نے اِس قسم کی کوشش کی ہے جس کا میں بیان کر رہا ہوں اوّلاً اُن کا دل سے شکر ادا کرنے کے بعد یہ امر کہنا چاہتا ہوں کہ اُنہوں نے ایسا کرنے سے اُس مقدم امر سے جسکو میں نے مقدم قرار دیا ہے یعنی مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم کی ترقی سے بالکل غفلت کی ہے۔ یا اپنی قوت کو مقدم چیز کے بدلے مؤخر شئے کی طرف رجوع کیا ہے۔ یا اپنی مجموعی قوت کو اس طرح پر ساقط کر دیا ہے۔ کہ مقدم امر کے انجام کی قابل نہیں رہی ہے۔

اے صاحبو! تعلیم کا معاملہ نہایت نازک ہے۔ اور اُس کے اثر اچھے یا بُرے جو نہایت آہستہ اور مخفی طور پر سے پیدا ہوتے ہیں وہ بہت کم نظر آتے ہیں۔ مگر وہ اثر نہایت گہرے اور دیرپا ہوتے ہیں۔ فرض کرو کہ ایک سکول ایسا قایم کیا جاوے۔ جو صرف مڈل تک ہی تعلیم دیتا ہے۔ اور ایک سکول ایسا ہو جو انٹرنس کی تعلیم دیتا ہو جس میں مڈل کلاس بھی ہو باوجودیکہ دونوں میں مڈل کلاس کے پڑھنے کی کتابیں یکساں ہیں۔ مگر جو دماغی اثر اور ترقی کی طرف مائل خیالات اُن لڑکوں کے ہوتے ہیں جو سکول میں پڑھتے ہیں جو انٹرنس تک پڑھاتا ہے۔ ہرگز اُن لڑکوں کو حاصل نہیں ہوتے۔ جو اُس سکول میں پڑھتے ہیں جو صرف مڈل تک پڑھاتا ہے۔

آگے یہ فرق اُن لڑکوں میں زیادہ محسوس ہوتا ہے جو کسی کالجیٹ سکول میں پڑھتے ہیں۔ اور جو صرف ایسے سکول میں پڑھتے ہیں جو صرف انٹرنس تک پڑھاتا ہے۔ پس ہمکو اپنی قوم کی ترقی کی کوشش کرنے میں ہر بات پر خیال کرنا چاہیئے۔ اور سوچنا چاہیئے کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری کوششیں بعوض اس کے کہ ہم اپنی قوم کو ترقی کی راہ پر لیجاویں۔ تنزل کی راہ پر لیجاتے ہوں اور بعوض اس کے کہ ہم اپنی مجموعی قوت کو اُن کی ترقی دینے میں کام میں لاویں۔ اُسکو متفرق کر کے اُس مجموعی قوت کے زور کو ساقط کرتی ہو +

ان چھوٹے چھوٹے سکولوں کے قایم کرنے کا خیال ایک اور سبب سے بھی پیدا ہوتا ہے جو نہایت نیک دلی اور قومی ہمدردی کا خیال ہے اور جو بلاشبہ تعریف اور تحسین کا مستحق ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی شہر یا قصبہ میں کوئی سکول موجود نہیں ہے۔ اور اُنہوں نے اس خیال سے سکول قایم کیا ہے کہ وہاں کے لڑکے جو آوارہ پھرتے ہیں کسی قدر پڑھ جاویں۔ میں ایسے سکولوں کی مخالفت کرنی نہیں چاہتا۔ مگر جب تمام قوم کو بحیثیت ایک قوم ہونے کے مثل شخص واحد کے خیال کرتا ہوں تو اُن بزرگوں کی خدمت میں یہ ضرور عرض کرتا ہوں کہ آپ نے بھوکے پیاسے کے لیئے صرف روٹی کھانے کا سامان کیا ہے۔ مگر وہ پیاس کے مارے مرنے والا ہے +

اے صاحبو تعلیم کے متعلق صرف دو قسم کے خیالات ہیں۔ ایک اشاعت کرنا اعلیٰ درجے کی تعلیم کا جو بلاشبہ ایک محدود گروہ کو یا قلیل گروہ کو نصیب ہوگی۔ دوسرے اشاعت کرنا عام تعلیم کا جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عام لوگ اور غریب گروہیں اور غریبوں کے لڑکے اُس سے فایدہ اُٹھائیں۔ اور گروہ کے گروہ اور غول کے غول ایسے پیدا ہو جائیں جو شُدبود سے واقف ہوں۔ جہاں تک مجھکو اپنی قوم کے بزرگوں سے موقع ملا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اُن کے خیالات اس پچھلی قسم کی تعلیم کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ اور وہ اپنی نیک نیتی سے تعلیم کا ایسا طریقہ چاہتے ہیں جس سے غریب آدمی بھی فایدہ اُٹھا سکیں +

اے صاحبو۔ میں اپنی قوم کے اُن بزرگوں کے اس خیال پر نہایت ستایش کرتا ہوں مگر جس خیال سے مَیں اپنی قوم کی ہمدردی کرتا ہوں اور جس درجہ پر میں اپنی قوم کو لیجانا چاہتا ہوں وہ میرا مقصد صحیح ہو یا غلط۔ ممکن ہو یا ناممکن۔ اس طریقہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ مَیں اپنی قوم کو آسمان کے مانند کرنا چاہتا ہوں جو رات کے وقت ہمکو دکھائی دیتا ہے۔ جب میں رات کو آسمان دیکھتا ہوں تو میں اُس کے اُس حصہ کی جو نیلا نیلا سیاہ روڈراونا ہمکو دکھائی دیتا ہے کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ مگر اُن ستاروں کو دیکھنا چاہتا ہوں جو اُس میں چمک رہے ہیں اور معشوقانہ انداز

کی چمک سے ہمکو اپنی طرف کھینچتے ہیں - اور جن کے سبب سے اُس تمام سیاہ رو آسمان کو بھی عجب قسم کی خوبصورتی حاصل ہوتی ہے +

اے صاحبو! کیا تم اپنی قوم میں اِس قسم کے لوگ مہیّا کیئے بغیر جو تمہاری قوم میں ایسے ہی چمکتے ہوں جیسے آسمان پر تارے اپنی قوم کو معزز اور دوسری قوموں کی آنکھ میں باعزت بنا سکتے ہو ؟ - ہرگز نہیں - اے صاحبو - کیا تم اُن ستاروں کے پیدا کیئے بغیر اپنی سیاہ اور درماندہ ذلیل قوم میں کوئی خوبی پیدا کر سکتے ہو - عام تعلیم کا عام لوگوں میں بغیر موجود ہونے اعلےٰ تعلیم کے پھیلنا ناممکن ہے اور تمام دنیا کی تاریخ سے اُس کا ثبوت ملتا ہے - پس بلاشبہ مجھکو افسوس ہے کہ نیک نیّت کوششیں جو قبل از وقت ہماری قوم کے بزرگ دوسری قسم کے خیالات سے کرتے ہیں یا وہ سب ضایع ہونے والی ہیں یا قوم کے عروج کے لیئے سب بے سود ہیں - اے صاحبو - اِس قسم کی تعلیم پر زور دینا اور خیال کا رجوع کرنا اُس ملک کے لوگوں کا کام ہے جہاں اعلےٰ درجہ کی تعلیم کا آفتاب نصف النہار پر پہنچا ہوا ہو - یا ایک بدنیت گورنمنٹ کا کام ہے جو اپنی رعایا کو کسی ظالمانہ پالسی سے اعلےٰ درجہ کی تعلیم تک پہونچنے سے روکتی ہو - یا ایسی منصف گورنمنٹ کا کام ہے جو حقوق کی پابندی اور انصافانہ برتاؤ کی مجبوری سے عام تعلیم کی فنڈ کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم میں جو بلاشبہ محدود لوگوں پر منحصر ہوگی خرچ ہو سکتی ہو - اب تم جو اعلےٰ درجہ کی تعلیم کو چھوڑ کر عام تعلیم کی طرف توجہ کرتے ہو کیا تمہاری قوم میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم کا آفتاب نصف النہار پر پہونچ گیا ہے - یا تم مثل اُس ظالم یا منصف گورنمنٹ کے ایسا کرنے پر مجبور ہو مجھے بندگانِ قوم معاف فرماوینگے کہ میں اس راہ کو قومی ترقی کی راہ نہیں سمجھتا +

اِسقدر سُننے کے بعد ضرور میرے دوستوں کے دل میں جو اس وقت یہاں تشریف رکھتے ہیں یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ اگر یہ تدبیریں ترقی کی طرف مائل نہیں ہیں - تو وہ تدبیریں کیا ہیں جن کا ترقی کی طرف میلان ہے - جو کچھ میرا خیال اِس امر کی نسبت ہے - میں ضرور اُسکو بتاؤں گا - میں نہایت خوش ہوں بلکہ میری آرزو ہے - کہ ہماری قوم خود اپنے اتفاق سے قومی سکول اور قومی کالج قایم کرے - اور اُن کی کثرت ہو - کہ گورنمنٹ کو اپنے سکول اور کالجوں کا بمجبوری اُٹھا لینا پڑے - مگر ہمکو کسی سکول کے قایم کرنے کا ارادہ نہیں چاہیئے جب تک کہ ہم انٹرنس کلاس کی پڑھائی کا سکول قایم نہیں کر سکتے اور جس میں ایک نہایت عمدہ اور لایق پورا جنٹلمین یورپین ہیڈ ماسٹر مقرر نہیں کر سکتے - ایسا سکول بارہ سو روپیہ ماہواری مستقل آمدنی کے بغیر قایم نہیں ہو سکتا - اِس درجہ سے کمتر درجہ کا سکول قایم کر کے بچّوں کو اُس میں پھنسانا قومی نقصان کا باعث ہے - اور نہ اُسکی ضرورت ہے کیونکہ اِسقدر تعلیم حاصل کرنے کے بہت سے وسیلے

موجود ہیں۔ اسی طرح ہمکو کسی کالج کے قایم کرنے کا ارادہ کرنا نہیں چاہیئے جب تک کہ ہم اسقدر سرمایہ بہم نہ پہونچا لیں جس سے ہم علاوہ ہندوستانی پروفیسروں کے کم سے کم تین یوروپین پروفیسر نہایت عمدہ خصلت کے اور پُورے جنٹلمین مُقرر نہ کرسکیں۔ دو ہزار پانچ سو (۲۵۰۰) روپیہ ماہواری سے کم میں ایسا سٹاف جمع نہیں ہوسکتا۔ اور متفرق اخراجات اور ضروری کُتب خانہ کے لیئے جو کالج کے لیئے ضروری ہے۔ اُسکے سوا روپیہ کا ہونا ضرور ہے ظاہر ہے کہ قوم کی حالت ایسی نہیں ہے کہ ہر جگہ وہ ایسے سکول اور کالج قایم کرسکے۔ مگر سب کو اپنی قوّت مجموعی سے کسی جگہ اُسکو پورا کرنا چاہیئے۔ جب ایک جگہ پورا ہو لے تو پھر دوسری جگہ قایم کرنے میں اپنی مجموعی قوّت کو کام میں لاویں ❖

اگر وہ یہ کام نہیں کرسکتے تو بعوض چھوٹے چھوٹے سکول بنانے کے کسی مقام کو پسند کریں جہاں عُمدہ سکول یا کالج ہو۔ اور اُسی مقام پر لڑکوں کے رہنے کا اور وہاں کی سکونت کے اخراجات میں امداد دینے کا انتظام کریں اور قوم کے لڑکوں کو جمع کرکے وہاں رکھیں۔ اور جو روپیہ کہ چھوٹے چھوٹے سکول بنانے میں خرچ کرتے ہیں اُس کو اُن کے تعلیم دلانے میں خرچ کریں ❖

اس تدبیر میں دو نقص باقی رہتے ہیں جو میرے خیال میں بہت بڑے ہیں گو کہ لوگ اُن کا کم خیال کرتے ہیں۔ اِسوقت جس قدر کالج و سکول ہیں وہ گورنمنٹ کے ہیں یا گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہیں۔ یا مشنریوں کے ہیں۔ اُن کے انتظام میں ہمکو کچھ مداخلت نہیں۔ یا برائے نام کچھ ہے۔ اور اُن کا انتظام ہم اپنے دلخواہ نہیں کرسکتے۔ اور جو حاجتیں مسلمان لڑکوں کی تعلیم میں ہیں وہ اُن سے پوری نہیں ہوسکتیں۔ علاوہ اس کے مسلمان بچوں کو صرف تعلیم ہی دیدینا کافی نہیں ہے۔ اُن میں قومیت کی رُوح پھونکنی اُن کی تعلیم سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ یہ روح اُن میں پڑ نہیں سکتی جب تک گروہ گروہ مُسلمان بچے ایک جگہ جمع کرکے تعلیم نہ دیئے جاویں۔ اور اُن کے دل میں قومی کالج کے ہونے کے خیال کا اثر اور قومی کالج میں تعلیم پانے کا جوش پیدا نہ ہو ❖

اے صاحبو! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک یہ روح ہماری قوم میں نہ آوے گی اُس وقت تک ہماری قوم مُردہ بصورت زندہ رہے گی۔ اور کسی چیز میں تعلیم۔ دولت عزّت۔ ہمت۔ حمیّت۔ غیرت عروج کے درجہ پر نہیں پہونچنے کی۔ خدا ہماری قوم کی مدد کرے ❖

آخری سپیچ رزولیوشن مذکور پر

میں نہایت خوش ہوں کہ اس رزولیوشن پر نہایت گرمجوشی سے بحث ہوئی ۔ جس قدر زیادہ مخالفت ہوتی جاتی تھی اُسیقدر مجھ کو زیادہ خوشی ہوتی تھی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو رزولیشن پیش ہوا ہے وہ بہت صاف ہے ۔ کسی ترمیم کی اُس میں ضرورت نہیں ۔ پس اُسپر بہت زور ہو چکے ہیں ۔ اُس کے نتیجہ کے بعد اُن صاحبوں کو جو ترمیم چاہتے ہیں اختیار ہوگا کہ ترمیم شدہ صورت میں اُس کو پیش کریں ۔

جو خیالات کہ بعض دوستوں نے اس رزولیوشن کی نسبت ظاہر کیئے جن کا کچھ بھی پتہ اُس رزولیوشن میں نہ تھا ۔ میں نہایت خوش ہوں کہ وہ سب اُس وقت زائل ہو گئے ہوں گے ۔ جب میرے دوست مسٹر بیک نے اُس سے مخالفت کی جو مدرستہ العلوم کے پرنسپل اور اُس کے نہایت بڑے دوست ہیں اُس کے فنڈ بڑھانے پر ہمیشہ کوشش کرتے ہیں ۔ اور بہت سا روپیہ اپنی جیب سے اُس کے فنڈ میں متعدد طرح پر دیا ہے ۔ یہی حال میرے دوست مولوی محمد شبلی پروفیسر مدرستہ العلوم کا ہے ۔ پس اب میرے دوستوں کو یقین ہو گیا ہوگا کہ اس رزولیوشن کو مدرستہ العلوم سے یا اُسکے فنڈ بڑھانے سے کچھ تعلق نہ تھا ؟

میرے دوست اس رزولیوشن کے مطلب کو بہت دور کھینچکر لے گئے اُس میں چھوٹے چھوٹے مدرسوں کے قایم کرنے یا نہ قایم کرنے یا موجود چھوٹے چھوٹے مدرسوں کو معدوم کر دینے کا کچھ ذکر نہیں ہے ۔ جو لوگ مسلمانوں کی تعلیم کے بندپانی کو حرکت میں آیا ہوا دیکھتے ہیں ۔ اُسپر یہی غور کرتے ہیں کہ اُس کی لہر کدھر جاری ہے ۔ اُن کو معلوم ہوگا ۔ کہ اُس وقت مُلک میں یہ ہوا چلی کہ ہر جگہ چار آدمی جمع ہوئے اور اُس کا نام اسلامی انجمن رکھا اور بارہ ۱۲ روپے مہینے کا ایک ماسٹر مقرر کیا ۔ سکول جاری کیا اور مسلمان لوگوں کو گھیر کر اُس میں داخل کیا ۔ جس کے سبب اُن لڑکوں کی عمر ضایع ہوتی ہے ۔ اس رزولیوشن کا مطلب اُن لوگوں کو متنبہ کرنا تھا کہ چھوٹے چھوٹے سکول بچوں کی انگریزی تعلیم کے لیئے قایم کرنے جن میں نہ لایق ماسٹر ہوتے ہیں ۔ نہ عمدہ تعلیم مسلمان بچوں کی تعلیم میں نقصان پہونچانے والے اور مسلمانوں کی مجموعی قوت کو متفرق کرنے والے ہیں ۔ اس کا عکس بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ اُن کے لیئے لایق ماسٹر اور عمدہ تعلیم ہونی چاہیئے اگر میرے دوست اس سے مخالف ہیں بہتر ۔ مگر افسوس ہے کہ میں اُن کے ساتھ متفق نہیں ہوتا ۔ کوئی قوت جو متفرق ہو گئی ہے اور جس نے چھوٹے چھوٹے سکول

ناقص تعلیم کے اور بچوں کو نقصان پہونچانے والے پیدا کرتے ہیں بیجا جمع ہوجاوے۔ تو ضرور نقص رفع ہوجاوے گا۔

رہی یہ بات کہ چھوٹے سکولوں کے جو ہائی سکول سے کم درجہ کے ہیں جابجا قایم کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ یہ جُداگانہ بحث ہے۔ اِس رزولیوشن سے اُسکو تعلق نہ تھا مگر درحقیقت میری رائے میں اِس قسم کے سکولوں کے قایم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس درجہ تک کی تعلیم حاصل کرنے کو ہمارے لیئے کافی وسیلے موجود ہیں۔ اگر اس خاص امر پر بحث ہوگی تو میں اُس کے لیئے موجود ہوں۔ مگر اِس رزولیوشن کے ساتھ خلط مبحث کرنا نہیں چاہتا۔ بیشک میری رائے ہے کہ قوم کو ہائی ایجوکیشن پر توجہ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

بلاشبہ میری رائے ہے کہ ایسے سکول جو انٹرنس تک پڑھاتے ہیں یا پڑھانا چاہتے ہیں اور جن میں ہیڈ ماسٹر ایک یورپین جنٹلمین نہیں ہے۔ بہت ناقص سکول ہے اور طالب علموں کو ناقص رکھتے ہیں۔ خواہ وہ سکول گورنمنٹ کے ہوں یا مشنریوں کے یا پرائیویٹ لوگوں کے۔ اگر ہماری قوم ایسے سکول جاری کرنا چاہتی ہے تو ایسی تدبیر کرے کہ یورپین ہیڈ ماسٹر اُسمیں ہو۔ اور سمجھ لے کہ بارہ سو روپیہ خرچ کرنا ہوگا۔

جو کالج ایسا ہو جس میں کم از کم تین یورپین پروفیسر نہ ہوں۔ وہ بھی طالب علموں کو اُن کی اعلیٰ لیاقت کو ناقص رکھنے والا ہے۔ پس اگر ہماری قوم کوئی کالج قایم کرنا منظور کرے تو ضرور ایسا کالج قایم کرے جو قوم کو نقصان نہ پہنچائے۔ تاکہ ہماری قوم کے نوجوان عُمدہ تعلیم گاہ کو چھوڑ کر ناقص تعلیم میں مبتلا نہ ہوں۔

جو مقصد میرا اس رزولیوشن کے پیش کرنے سے تھا۔ وہ مخالفت سے زیادہ تر حاصل ہوگیا ہے اور آیندہ ہر ایک امر پر لوگوں کو غور کرنے کا موقعہ ملیگا۔ مَیں خوش ہوں کہ اسپر ووٹ لیا جاوے۔ اور کثرت رائے سے نامنظور ہو مگر جب لوگ غور کریں گے تو سمجھیں گے کہ اُنھوں نے کیا کیا۔ اگر یہ رزولیوشن پاس نہ ہو جیسا کہ توقع ہے تو لوگوں کی ہمت قوم کو ہائی ایجوکیشن تک پہونچانے میں بالکل پست ہوجاوے گی۔ اور قوم کو شدید نقصان پہونچے گا۔ مگر مجھ کو اُمید ہے جو گرم جوشی خارجی خیالات نے اس وقت اس رزولیوشن کے برخلاف پیدا کردی ہے وہ بہت جلد ٹھنڈی ہوجاوے گی اور ہماری قوم کے بزرگ قوم کو ہائی ایجوکیشن تک پہنچانے میں سرگرم ہوں گے۔

۴۶

۲۷- دسمبر ۱۸۸۸ء - لکھنو

اسپیچ

بتائید رزولیوشن چہارم و پنجم کہ الہ آباد یونی ورسٹی کے ذریعہ سے اس ملک میں انگلش ہائی ایجوکیشن کی ترقی پر میموریل بخدمت ہز آنر لفٹنٹ گورنر و وائس چانسلر کی خدمت میں بھیجا جاوے ++

جناب پریزیڈنٹ - ان رزولیوشنوں کے پیش ہونے کا یہ سبب ہے - کہ پنجاب یونی ورسٹی جو چند سال سے مقرر ہوئی ہے اُس کا حال دیکھکر لوگوں کو الہ آباد یونی ورسٹی کی نسبت بھی تردد پیدا ہو گیا ہے پنجاب کے تمام لوگ شاکی ہیں - کہ اُس یونی ورسٹی نے انگلش ہائی ایجوکیشن کو نقصان پہونچایا ہے - گو میرا یقین ہے - کہ الہ آباد یونی ورسٹی سے انگلش ہائی ایجوکیشن کو ترقی ہوگی مگر لوگوں کے دل میں ابتک شبہ باقی ہے اور یہی امر ان رزولیوشنوں کے پیش کرنے کا باعث ہوا ہے ◆

بلاشبہ الہ آباد یونی ورسٹی کے مقرر ہونے سے اس صوبہ کے لوگوں کو نہایت خوشی ہے کہ کلکتہ یونی ورسٹی ہم سے بہت دور تھی - اور پورے طور پر ہماری دسترس اُس تک نہ تھی - الہ آباد یونی ورسٹی ہمارے ہی صوبہ میں ہے اور ہم ہی لوگوں کو اُس پر دسترس ہے - میں خود اُس یونی ورسٹی کا فیلو ہوں - اور میں یقین کرتا ہوں کہ اُسکو اور اُس کے ہر ایک شخص کو انگلش ہائی ایجوکیشن کی ترقی دینا جس کی نہایت ضرورت اس ملک میں اور خصوصاً ہم مسلمانوں میں ہے دل سے منظور ہے اگر اُس کا مقصد اُس کے برخلاف ہوتا - تو بلاشبہ قابل افسوس ہوتا ◆

اس کانگریس میں ان رزولیوشنوں کے پیش ہونے سے زیادہ فایدہ یہ ہوگا - کہ گورنمنٹ اور نیز یونی ورسٹی کے سینٹ کے ممبروں کو ظاہر ہو جاوے گا کہ تمام لوگوں کی خواہش کیا ہے اور ملک کو درحقیقت کس چیز کی ضرورت ہے - اور کانگریس کی طرف سے اس مضمون کی درخواست جانا جس کا ذکر پانچویں رزولیوشن میں ہے اور چوتھے کے ساتھ شامل ہو گیا ہے زیادہ تر فایدہ مند ہوگا - پس میں ان رزولیوشنوں کے کانگریس سے یک شامل پاس ہونے کی خواہش کرتا ہوں ◆

فقط

۴۷

(۳۰ دسمبر ۱۸۸۶ء (لکھنؤ) کانفرنس

بتحریک رزولیوشن ہشتم - کہ اوقاف کے متولی صاحبوں کو قدیم طریقہ کے مطابق عربی علوم کی تعلیم پر جس میں حدیث و فقہ و تفسیر کی تعلیم شامل ہو توجہ کرنی چاہیئے - اُس کے ساتھ اِس مجلس کی یہ بھی رائے ہے - کہ اُن اوقاف کا روپیہ انگریزی علوم کی تعلیم میں صرف کرنا اُس نیت و ارادہ کے مطابق نہیں ہے - جس نیت و مقصد سے وقف کرنے والوں نے اُس کو وقف کیا ہے

اسپیچ سید مرحوم

اے صاحبو! ہماری کانگرس کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی مقصد ہے کہ علوم عربی جو ہماری قومی نشانی ہیں - اور علوم مذہبی جو ہمارے روحانی طریقہ کا ذریعہ ہیں - بدستور قایم رہیں اور جس طرح سابق میں علماء اور کاملین تھے - اب بھی قایم رہیں - اِس مقصد کے پورا کرنے کو ہمارے بزرگوں کے دیئے ہوئے اوقاف جو اَب تک قایم اور باقی ہیں نہایت عُمدہ ذریعہ ہیں - اگر اُن اوقاف کے متولی صاحبان اُسپر توجّہ کریں - اور علماء اور طالب علموں کو اُس میں سے مدد دیں تو یہ مقصد بخوبی حاصل ہو سکتا ہے *

میرا مقصد یہ نہیں کہ اُن متولیوں پر سرکار کی طرف سے کسی قسم کا زور ڈالنے کی تجویز کیجاوے یا کوئی قانون اِن مذہبی اوقاف کے لیئے گورنمنٹ سے پاس کرایا جاوے - کیونکہ مَیں ایسے دباؤ ڈالنے والی چیزوں کو جن کا اخیر نتیجہ ہماری اور متولیوں کی بے اختیاری اور بے بسی کا ہو جانا ہے جیسے کہ بعض اوقاف کی نسبت ہوا میں پسند نہیں کرتا ہوں - بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ جس ضلع میں ایسے اوقاف ہیں - اُس ضلع کے معزز اور ذی وجاہت سردار متولیوں پر زور ڈالیں اور اُن کو اِس طرف متوجّہ کریں - اور خود بھی اُس کے حسن انتظام میں شریک ہوں *

یہ جو لوگوں کا خیال ہے کہ اُن اوقاف کا روپیہ مُسلمانوں کی انگریزی تعلیم میں بھی خرچ کیا جاوے اُس سے مَیں بلا شبہ اتفاق نہیں کر سکتا - وقف جو ہمارے ہاتھ میں ہے بطور امانت کے ہے - اور ہمارا فرض ہے کہ جس نیّت اور مقصد سے وہ امانت ہمکو سُپرد کی گئی اُس میں خیانت نکریں یعنی واقف کی وقف کے وقت جو نیّت تھی اور اُس کا جو مقصد تھا اُس کے برخلاف

اُس کی امانت کو خرچ نہ کریں - کبھی کوئی شخص اِس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا کہ اُن وقف کرنیوالوں کے کبھی خیال میں بھی یہ بات تھی کہ اُن کا روپیہ انگریزی تعلیم میں خرچ ہوگا ◆

علاوہ اِس کے جو وقف کہ اُنہوں نے کیا ہے اور جس تعلیم یا علم کا اُنہوں نے وقفناموں میں ذکر کیا ہے اُس سے اُن کا اصلی مقصد عقبٰے میں ثواب حاصل کرنے کا ہے - کوئی شخص نہیں کہہ سکتا ہے کہ انگریزی پڑھنے یا پڑھانے سے عقبٰے کا ثواب حاصل ہوتا ہے - پس میرے نزدیک یہ ایسا مسلّم الثبوت مسئلہ ہے کہ اوقاف کا روپیہ انگریزی علوم کی تعلیم میں صرف کرنا اُس نیت اور ارادہ کے مطابق نہیں ہے جس نیّت و مقصد سے وقف کرنے والے نے اُسکو وقف کیا ہے - اور اِس لیئے اُمید ہے کہ یہ ہمارے معزّز شریک بھی جو اِس وقت موجود ہیں - اس امر سے اتفاق فرماوینگے ◆ فقط

۴۸

لکچر جو سید نے ۲۸- دسمبر ۱۸۸۷ء کو بوقت شب بمقام لکھنؤ "ہماری قوم کو نسبت پولٹیکل امور سلطنت کے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے" دیا

جناب پریسیڈنٹ صاحب ودیگر صاحبان ولیڈی صاحبان !

میری کبھی عادت پولٹیکل امور پر لکچر دینے کی نہیں ہے اور نہ مجھے یاد ہے کہ میں نے کبھی پولٹیکل امور میں کوئی لکچر دیا ہو- میری توجہ ہمیشہ اپنے بھائی مسلمانوں کی تعلیم کی طرف مائل رہی ہے اور اسی کو میں ہندوستان کے لیئے- قوم کے لیئے- گورنمنٹ کے لیئے بہت مفید سمجھتا ہوں- لیکن اس زمانہ میں بعض حالات ایسے درپیش آئے ہیں جن کے سبب سے ضرور ہوا کہ اپنی رائے سے اپنے بھائیوں کو جس کو ان کے حق میں میں مفید سمجھتا ہوں اطلاع دوں- اے صاحبو اس لکچر کا مقصود صرف یہ ہے کہ "ہم مسلمانوں کو نسبت پولٹیکل امور سلطنت کے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے" میں اس مضمون پر کوئی فلسفیانہ بحث کرنی نہیں چاہتا اور نہ اس مضمون پر ان اصولوں سے بحث کرنا چاہتا ہوں کہ جن کی نسبت سیاست مدن اور پولٹیکل اکانمی کی کتابوں میں بڑے بڑے لکچر اور مضمون لکھے ہوئے ہیں- اس وقت میرا مطلب صرف سیدھے اور سادے طور پر اپنے بھائیوں کو اپنی رائے کا بتانا ہے- پسند کرنا یا نہ کرنا ہر شخص کے اختیار میں ہے +

جن سببوں سے آج میں اس مضمون پر لکچر دینے کھڑا ہوا ہوں وہ یہ ہیں کہ ان دنوں ہندوستان میں نسبت گورنمنٹ کے پولٹیکل امور کے ایک قسم کی شورش بہت لوگوں میں پائی جاتی ہے مقصود میرا یہ کہنا ہوگا کہ آیا ایسے امور میں ہمارے بھائیوں کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے- اس مضمون کو گو مسلمانوں سے تعلق ہے اور میرا خیال اور میرا ارادہ بھی مسلمانوں سے کہنے کا ہے لیکن میں یہ بھی بتاؤں گا کہ آیا ملک کے لیئے اور تمام قوموں کے لیئے جو ہندوستان میں رہتی ہیں وہ امور مفید ہیں یا غیر مفید- اگر مفید خیال کرو تو سب کو پیروی کرنی چاہیئے اور اگر ملک کے لیئے یا قوم کے لیئے مضر ثابت ہوں تو ان سے علیحدہ رہنا چاہیئے- قبل اس کے کہ یہ مضمون شروع ہو مجھ کو مختصر طور پر بیان کرنا مناسب ہے کہ ہماری گورنمنٹ جو اب

قریب سنو برس سے ہندوستان میں حکومت کر رہی ہے اُس کا طرزِ حکومت کیا ہے؟
اُس کا طرزِ حکومت یہ ہے کہ جو امور پولٹیکل کے خارجی ہیں یعنی ریاست ہائے غیر سے خواہ فرانٹیر سے خواہ دیگر ممالک سے علاقہ رکھتے ہیں وہ اپنے ہاتھ میں گورنمنٹ نے رکھے ہیں اسی طرح پر جتنے امور جنگ کے ہیں یا فوج کے آراستہ کرنے کے ہیں یا کسی ملک سے صلح یا جنگ کرنے کے ہیں وہ سب گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں۔ مجھ کو اُمید ہے کہ ہم لوگ جو بطور رعایا کے رہتے ہیں اُن امور سے جن کو گورنمنٹ نے علیحدہ رکھا ہے یا اپنے ہاتھ میں رکھا ہے ہم کو کچھ زیادہ سروکار نہیں ہے۔ اگر کوئی ملک گورنمنٹ فتح کرے۔ برہما لے لے۔ افغانستان سے لڑے۔ اُس سے صُلح کرے۔ اِن سے ہم لوگ جو ملک کے باشندہ ہیں کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ جن امور کو گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اُن سے رعایا کو کوئی مضرت یا اندیشہ نہیں ہے۔ باقی امور متعلق اندرونی انتظام ملک کے ہیں جن سے ہمارا تعلق ہے۔ دیکھنا چاہیئے کہ اُن میں گورنمنٹ نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے۔ گورنمنٹ نے ایک کونسل رکھی ہے جو قانون بناتی ہے اور جس کا اثر ملک پر اور رعایا کے جان۔ مال اور آسایش پر پڑتا ہے۔ اس کونسل میں چند ممبر تنخواہ دار ہیں۔ علاوہ اُن کے ہر صوبہ سے جو گورنمنٹ کی دانست میں نہایت ہوشیار اہلکار گورنمنٹ کے ہیں مثلاً کمشنر یا اَور کوئی واقفکارِ حالِ صوبہ۔ جس نے مدت تک وہاں زندگی بسر کی ہے۔ عدالت کے کام فوجداری۔ کلکٹری کے کام سے اور اُس ملک اور اُس مُلک کے حال سے واقف ہے ہر صوبہ سے بلاتی ہے پنجاب سے۔ اودھ سے۔ شمال و مغرب سے۔ مدراس و بمبئی سے۔ اور اُن کو مشورہ میں شریک کرتی ہے۔ گورنمنٹ ہندوستانی رئیسوں میں سے جن کو وہ اُس کُرسی پر بیٹھنے کے قابل اور باعتبار عزت کے مناسب سمجھتی ہے اُن کو بھی بلاتی ہے۔ شاید اس بات پر لوگوں کو شبہ ہوا ہوگا کہ باعتبار عزت کے کیوں بلاتی ہے۔ باعتبار لیاقت کے کیوں نہیں بُلاتی؟ اِس کی بابت اے حضرات میں کچھ بیان کروں گا۔ مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہم یہ کہیں۔ اور اگر میں کہوں تو میرے دوست مجھ کو معاف کریں کہ ہمارے رئیس اُس کُرسی پر بیٹھنے کے لایق نہیں۔ افسوس ہے کہ میں بھی اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ لایق نہیں مگر گورنمنٹ کو اس باب میں جو نہایت مجبوری ہے اور جس سبب سے اس معاملہ میں وہ عاجز ہوگئی ہے اُس سے قطع نظر نہیں کرنی چاہیئے۔ آپ خیال کریں کہ ویسرائے کے ساتھ کونسل میں بیٹھنے کے لیئے واجبات سے ہے کہ ایک معزز شخص ملک کے معزز شخصوں میں سے ہو۔ کیا ہمارے ملک کے رئیس اس کو پسند کرینگے

کہ ادنٰے قوم یا ادنٰے درجہ کا آدمی خواہ اُس نے بی اے کی ڈگری لی ہو یا ایم اے کی۔ اور گو وہ لایق بھی ہو اُن پر بیٹھکر حکومت کرے۔ اُن کے مال۔ جائداد اور عزت پر حاکم ہو کبھی نہیں۔ کوئی ایک بھی پسند نہیں کرے گا (چیرز)۔ گورنمنٹ کی کونسل کی کرسی نہایت معزز ہے۔ گورنمنٹ مجبور ہے کہ سوائے معزز کے کسی کو نہیں بٹھا سکتی۔ اور نہ ویسرائے اُسکو **مائی کلیگ یا مائی آنریبل کلیگ** یعنی برادر یا معزز صاحب کہہ سکتا ہے نہ شاہانہ ڈنروں میں اور نہ شاہنشاہی جلسوں میں جہاں ڈیوک اور ارل اور بڑے بڑے معززین شامل ہوتے ہیں بلایا جاسکتا ہے۔ غرضکہ گورنمنٹ پر یہ الزام کسی طرح عاید نہیں ہوسکتا کہ رئیسوں کو کیوں منتخب کرتی ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے رئیس ایسے ہیں کہ کونسل میں کوئی کارروائی مفید ہندوستان کے لیئے نہیں کرسکتے۔ اس کے بعد گورنمنٹ میں مسودہ کے طور پر قانون پیش ہوتا ہے۔ مختلف اضلاع کے حکام اُسپر رپوٹیں پیش کرتے ہیں اور ضرورت بتلاتے ہیں کہ ملک کے انتظام کے لیئے فلاں امر کی ضرورت ہے۔ گورنمنٹ امور متنازعہ میں کمیشن مقرر کرتی ہے کہ جابجا جاکر حال دریافت کر کے کیفیت مرتب کریں کہ درحقیقت انتظام کے لیئے اُس کی ضرورت ہے یا نہیں۔ وہ سب کارروائی کونسل میں پیش ہوتی ہے اور نہایت مباحثہ ہوتا ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ آج ہماری **ایجوکیشنل کانگریس** میں تیسرے رزولیشن پر ہوا بلکہ اُس سے بھی زیادہ (چیرز)۔ مجھے اُمید ہے کہ اس جلسہ میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنھوں نے اجلاس کونسل کا تماشہ دیکھا ہے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ تمام ممبر جن کی رائے میں جو امر ملک کے لیئے بہتر ہوتا ہے وہ نہایت زور اور گرمجوشی سے بلا لحاظ ویسرائے کے کہ کون ہے اور اُس کرسی پر ویسرائے ہے یا سفید پتھر کی مورت اور بلا لحاظ دوسرے ممبر کی مخالفت یا موافقت کے جو رائے میں آتا ہی نہایت عمدگی اور نیک نیتی اور خیرخواہی سے گفتگو کرتے ہیں اور رائے دیتے ہیں۔ اسپر بھی گورنمنٹ نے بس نہیں کیا اور قبل اس کے کہ کوئی قانون پاس ہو اُس کو اخباروں میں شایع کردیتی ہے جتنی کمیٹیاں موجود ہیں اور جتنے اخبار ہیں اور جو ملک کے وکیل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اُن کو آزادی ہے کہ جو چاہیں لکھیں۔ کمیٹیوں اور سوسائیٹیوں کو آزادی ہے کہ میموریل جس مضمون کا چاہیں گورنمنٹ میں بھیجیں۔ مجھ کو بھی یہ عزت حاصل ہوئی ہے کہ میں کونسل میں تھا (چیرز)۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ کوئی قانون ایسا مجھے یاد نہیں ہے کہ کونسل میں پیش ہوا ہو اور دس بیس پچیس میموریل اُس کی نسبت نہ آئے ہوں۔ اُس کے بعد گورنمنٹ سلکٹ کمیٹی مقرر کرتی ہے اور اُسپر غور ہوتا ہے اور نہایت عمدگی سے مباحثہ ہوتا ہے اور

تمام موریل ایک ایک لفظ پڑھے جاتے ہیں۔ اور بہت سا وقت کمیٹی کا اُن کے سُننے اور پڑھنے میں ضایع ہوتا ہے اور آخر کو جب غور ہوتا ہے تو ہیچ ثابت ہوتے ہیں۔ اُردو اخباروں میں بھی جو کچھ چھپتا ہے اُس کا خلاصہ لکھا جاتا ہے اور سلکٹ کمیٹی کے ممبر اُس پر غور کرتے ہیں۔ اگرچہ میرے سامنے نہیں لیکن بعض دفعہ اُن موریلوں کے ذریعہ سے بعض دفعات ترمیم یا خارج ہوتی ہیں۔ یہ کارروائی گورنمنٹ کی ہے۔ اس کے بعد قانون پاس ہوتا ہے۔ اور وہ سکرٹری آف سٹیٹ کے پاس بھیجا جاتا ہے پھر وہاں کی کونسل میں وہ قانون پیش ہوتا ہے اور لایق لایق لوگ جن میں اکثر ایسے ہیں کہ ایک مدت تک ہندوستان میں رہکر اسسٹنٹی سے لفٹنٹ گورنری تک کام کر چکے ہوتے ہیں اُسپر غور کرتے ہیں۔ اگر اُن کے نزدیک ٹھیک ہوتا ہے تو باقی رہتا ہے ورنہ چار سطر کی چٹھی سے جو سکرٹری آف اسٹیٹ لکھ بھیجتا ہے منسوخ ہو جاتا ہے۔ لوگوں کو بلا شبہ قانون کی نسبت عذرات ہوتے ہوں گے اور بعض قانون میں غلطی بھی ہوتی ہو گی لیکن ایک بڑا حصہ اُن عذرات کا جہاں تک میرا تجربہ ہے ایسا ہوتا ہے کہ جنہوں نے وہ عذرات کیئے ہیں اُن کو یا خود اُس شخص کو جس نے اُس قانون سے مخالفت کی ہے اگر ویسرائے کی کُرسی پر بٹھا دیا جاوے تو وہ بھی وُہی کرے گا جو گورنمنٹ نے کیا ہے۔ بہت سے امور ایسے ہوتے ہیں کہ جزئیات پر نظر کرنے سے خراب معلوم ہوتے ہیں لیکن جب تمام مشکلات پر نظر کی جاتی ہے تو وہ رائے نہیں رہتی جو اپنے گھر میں بیٹھکر قایم کیجاتی ہے۔ بہرحال قانون میں کچھ نقص ہو یا نہو مگر طریقہ بنانے کا ایسا ہے کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ گورنمنٹ خود مختاری سے جو چاہتی ہے وہ کرتی ہے۔ ہم رعایا کی رائے نہیں لیتی اور نہیں سُنتی ہے۔ اور جو لوگ عذر کرنا چاہتے ہیں اُن پر غور نہیں کرتی۔ بلکہ اس بیان کے بعد میں کہہ سکتا ہوں کہ گورنمنٹ کوئی قانون نہیں جاری کرتی۔ جب تک رعایا اور اخباروں کی رائے نہیں سُن لیتی۔ اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا حصہ قانون پر نہیں ہے۔ بے شک ہے اور بلاشبہ ہے (چیئرز) +

اب ایک اَور فرض گورنمنٹ کا ہے۔ وہ فرض کیا ہے۔ یہ ہے کہ اپنی حکومت اور اپنی سلطنت اُس حصہ ملک میں جس میں سلطنت کرتی ہے قایم اور مضبوط رکھے۔ مجھ کو یقین ہے کہ میرے دوستوں میں سے جو اس وقت موجود ہیں اگر کوئی ویسرائے کر دیا جاوے اور وہ اُسی طرح خیر خواہ قیصر ہند ہو جیسا کہ ویسرائے ہے تو اُس کا بھی پہلا فرض یہ ہوگا کہ سب سے مقدم برٹش کی حکومت اور ملکہ معظمہ قیصر ہند کی شاہنشاہی اُسی طرح پر مضبوط اور قایم رکھے کہ کوئی اندرونی یا بیرونی یورش اُس کو نہ ہلا سکے (چیئرز)۔ اگر میری ایسی قسمت ہو کہ میں ویسرائے ہو جاؤں (چیئرز) تو میں یقین دلاتا ہوں کہ اُسی طرح بلکہ نہایت مضبوط ویسرائے کے طور پر ملکہ معظمہ کی حکومت

ہندوستان میں قایم رکھیں (چیرز) - یہ اصول سلطنت کا ایسا ہے کہ کسی شخص کے ہاتھ میں سلطنت ہو۔ خواہ ہندوستانی ہو یا انگریز اور ملکہ معظمہ کی سلطنت اور حکومت کا قایم رکھنا اُسپر فرض ہو وہ ایسا ہی کرے گا۔ سلطنت کے استحکام اور قایم رکھنے کے بعد گورنمنٹ کا کیا فرض ہے؟ اُس کا فرض یہ ہے کہ ملک میں امن و امان قایم رکھے ۔ جان کی ۔ مال کی ۔ حقوق کی حفاظت کرے اور تمام چیزوں کی آزادی دے - اُس کا فرض ہے کہ عدالتیں قایم کرے - جرایم کی جدا - دیوانی کی جُدا اور جو تنازع رعایا کے باہم ہوں وہ انصاف اور عدالت سے فیصلہ کرے - آپ سب صاحب عذر کریں گے کہ گورنمنٹ نے حتے المقدور یہ سب کام کیا اور کوئی شخص اُس سے انکار نہیں کرسکتا بعض لوگ ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ گورنمنٹ نے کثرت سے قانون جاری کیئے ہیں اور اُن سے مقدمات میں پیچیدگیاں پڑتی ہیں اور گورنمنٹ کے قانون سے زمیندار اور کاشتکار میں تنازع پیدا ہوتی ہے - لیکن یہ رائے اُنھیں لوگوں کی ہے جو اپنے گھر میں بیٹھے ہیں - اگر کونسل کی کُرسی پر بیٹھیں تو یہ رائے قایم نہ رہے - قوانین کا کثرت سے جاری ہونا رعایا اور ملک کی حالت پر منحصر ہے - مُلک میں ہر قسم کی تجارت اور کمپنیاں جاری ہیں اور روز بروز جاری ہوتی جاتی ہیں مختلف قسم کے حقوق جن کو پہلے کوئی جانتا بھی نہیں تھا پیدا ہو گئے ہیں اور پیدا ہوتے جاتے ہیں اور اگر اُن کے لیئے فقہ پر رجوع کریں تو اُس کے صریح احکام کہیں نہ ملیں گے بلکہ قیاس کی حاجت پڑے گی - پس جب مُلک اس قدر تبدیل ہوتا جاتا ہے تو نہایت مجبوری ہے کہ جو چیز پیش آئے اُس کے مطابق قانون بنایا جاوے - گورنمنٹ کی خواہش نہیں ہے کہ قانون کثرت سے جاری ہوں - لیکن ملک کے معاملات میں جب پیچیدگیاں پڑ گئی ہیں اور اُس کی حالت تبدیل ہو گئی ہے تو وہ تبدیل شدہ حالت خود کثرت سے قوانین کا جاری ہونا چاہتی ہے - ان سب امور پر خیال کر کے میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت کوئی غرض مُلک کی ایسی نہیں ہے کہ گورنمنٹ تک نہ پہونچے - کوئی امر اس کا مانع نہیں ہے کہ ہم اپنے مطالب بیان نہ کرسکیں یا اپنی دادرسی نہ حاصل کرسکیں - پس جو آسایش ہمکو ایک گورنمنٹ میں ہونی چاہیئے وہ برٹش گورنمنٹ میں حاصل ہے (چیرز) - اِس وقت جو اُمور در پیش ہیں وہ ایک کانگریس ہے جس نے بہت سی درخواستیں گورنمنٹ میں کی ہیں - اُن درخواستوں کو اگر تفصیل سے بیان کیا جاوے تو اُس کے لیئے بہت سا وقت چاہیئے کیونکہ جہاں تک مجھ کو معلوم ہے اُن کی تعداد ۴۹ ہے لیکن جو اُن میں مقدم ہیں وہ یہ ہیں - سب سے اوّل بڑی شورش یہ ہے کہ جس وقت کمپنی کی عملداری گئی اور ملکہ معظمہ کے ہاتھ میں آئی اُس وقت پارلیمنٹ سے ایک قانون پاس ہوا جس میں یہ لکھا ہے کہ "تمام رعایا خواہ گورا ہو یا کالا - خواہ یورپین ہو یا کوئی - سب مساوی ہیں اور عہدے پانے کے مستحق ہیں" اِس کے بعد ملکہ معظمہ کا

ایک اشتہار اسی وعدہ کا جاری ہوا اور دوبارہ وعدہ مستحکم کیا گیا اور پختہ اقرار کیا گیا - ہمکو دیکھنا چاہیئے کہ جو قانون اور قاعدہ سول عہدوں کے لیئے بنایا ہے اُن قواعد سے ہمکو کچھ استثنا کیا ہے؟ ہم کو کسی عہدہ سے خارج رکھا ہے بشرطیکہ لایق ہوں؟ کوئی نشان نہیں دے سکتا - کہ کسی چیز میں تفرقہ کسی عہدہ کے استحقاق کی نسبت کیا گیا ہو - البتہ اُن عُہدوں کے لیئے جو کونینٹڈ یعنی متعہد کہلاتے ہیں ایک خاص طریقہ قرار دیا گیا ہے - اور وہ یہ ہے کہ وہ لوگ اُن عہدوں پر مقرر ہوں گے جو ولایت میں امتحان دیں گے اور وہ نہ ہوں گے جنہوں نے ولایت میں امتحان نہ دیا ہو - اس امر کی نسبت شاید ہر شخص خیال کرتا ہوگا کہ یہ قید لگانی کہ ولایت ہی میں امتحان ہو درست نہیں ہے - اور سب سے پہلا جو اعتراض حال کی شورش کا ہے وہ یہی ہے کہ جو امتحان ولایت میں ہوتا ہے وہ موقوف ہو اور ہندوستان میں اُس کی جگہ امتحان ہو - علاوہ اس کے آن کونینٹڈ یعنی غیر متعہد عہدوں کی نسبت یہ خواہش کیجاتی ہے کہ وہ کل عہدے کمپٹیشن یعنی مقابلہ کے امتحان سے دیئے جاویں - اس درخواست کا نتیجہ ہے کہ جو عہدے تحصیلداری سے اوپر ہیں اور سب آرڈینیٹ کہلاتے ہیں یعنی سب ججی اور منصفی - ڈپٹی کلکٹری اور اکسٹرا اسسٹنٹی وغیرہ - وہ بھی بذریعہ امتحان مقابلہ کے ملیں - اور جو امتحان میں غالب آوے اُسی کو ملیں - ہندوستان میں جو اِن عہدوں کے لیئے امتحان جاری ہیں اور امتحان پاس کرنے پر کسی عہدہ پر مقرر ہونے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے اُس کی نسبت بھی یہی خواہش ہے کہ عام مقابلہ کا امتحان ہو اور کامیاب کو یعنی اُس کو جو سب سے بڑھکر نکلے عہدہ ملے *

اِس وقت اِس امر پر بحث کرنے کی میں ضرورت نہیں سمجھتا کہ لنڈن میں امتحان ہونے کی قید کیوں لگائی ہے اور اُس کے اُٹھا دینے میں مُلک کا کیا نقصان ہوگا - لیکن ان تجویزوں سے جو بڑا نقصان اُن کے ملک کا متصور ہے اُسپر گفتگو کروں گا - میں اس بیان میں اپنی قوم کی طرفداری کرنی نہیں چاہتا بلکہ انصافاً بتلاتا ہوں کہ مقابلہ کا امتحان خواہ سول سروس کے لیئے ہو یا سب آرڈنیٹ عہدوں کے لیئے ہو - آیا اُن امتحانوں کے لیئے ہمارا ملک موجود اور مناسب ہے کہ نہیں؟ میں اپنے ہندوستانی عہدہ داروں کی نہایت قدر اور تعظیم کرتا ہوں اور یقیناً جانتا ہوں کہ جتنے عہدہ دار اس وقت ہیں نہایت ایمانداری - لیاقت اور خوبی سے اپنا کام انجام دیتے ہیں - لیکن کسی عہدہ دار کو ایسا نہیں سمجھتا کہ وہ ہندوستان کے عہدوں کے لایق نہیں - مگر غور کیجیئے کہ مقابلہ کے امتحان کا اصول جو ولایت میں ہے اُس کا نتیجہ کیا ہے - یہ امر آپ کو ظاہر ہے کہ ولایت میں ہر شخص اعلےٰ و ادنےٰ ڈیوک اور آرل یا کسی جنٹلمین و

شریف خاندان کا بیٹا اور ایک درزی یا نوکر کسی ادنیٰ درجہ کے خاندان کا بیٹا برابر امتحان دے سکتا ہے۔ جو یورپین ولایت سے کمپٹیشن کا امتحان دیکر آتے ہیں ادنیٰ خاندان کے بھی ہوتے ہیں اور اعلےٰ خاندان کے بھی ہوتے ہیں۔ آپ سب صاحب یقین کرتے ہوں گے اور میں کہتا ہوں کہ یقین کرتے ہوں گے کہ جو ادنیٰ خاندان کے لوگ ہیں وہ ملک یا گورنمنٹ کے لیئے مفید نہیں ہیں۔ اور اعلےٰ خاندان والے رئیسوں کی عزت کرتے ہیں اور اچھا برتاؤ کرتے ہیں اور انگلش قوم کی عزت اور برٹش گورنمنٹ کے انصاف کا نقش لوگوں کے دلوں پر جماتے ہیں اور ملک اور گورنمنٹ کے لیئے مفید ہیں لیکن انگلستان سے جو آتے ہیں وہ ہماری آنکھ سے اتنی دور ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ لارڈ کے بیٹے ہیں یا ڈیوک کے یا ایک درزی کے (چیئرز) اور اس سبب سے یہ امر کہ ہم پر ایک ادنیٰ آدمی حکومت کرتا ہے ہماری آنکھ سے چھپا ہوا رہتا ہے لیکن ہندوستان میں یہ خیال نہیں ہے۔ ہندوستان کی شریف قومیں ہندوستان کے ادنیٰ درجہ کے شخص کو جس کی جڑ بنیاد سے وہ واقف ہیں اپنی جان و مال پر حاکم ہونا پسند نہیں کریں گے (چیئرز)۔

اس امر سے قطع نظر کرو اور اس بات کو دیکھو کہ کسی ملک میں کمپٹیشن کے امتحان کے جاری کرنے کا اصول کیا ہے اور پھر ہمکو اس پر خیال کرنا ہے کہ ہمارا ملک اُس کے لیئے تیار ہے یا نہیں۔ یہ کچھ بہت باریک مسئلہ پولٹیکل اکانمی کا نہیں ہے ہر شخص اس اصول کو سمجھ سکتا ہے کہ سب سے اوّل وہ ملک کمپٹیشن کے امتحان کے لیئے مناسب ہے جس ملک میں ہر قوم بستی ہے اور تمام لوگ موچی سے لیکر ڈیوک تک ایک قوم کے ہیں۔ اُن میں کمپٹیشن کا امتحان جاری کرنا کچھ مشکلات پیدا نہیں کرتا کیونکہ کوئی مستغیث بنے یا حاکم بنے کسی شخص کو اُس سے ناراضی نہیں ہو سکتی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ گو اُس ملک میں مختلف قومیں بستی ہوں لیکن وہ قومیں آپس میں ملکر بمنزلہ ایک قوم کے ہو گئی ہوں جیسے انگلینڈ اور اسکاٹلینڈ۔ یہ دونوں مختلف قومیں ہیں بڑی بڑی لڑائیاں آپس میں ہوئی ہیں اور بہت بہادری طرفین نے دکھائی ہے لیکن وہ زمانہ جاتا رہا اور اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انگلینڈ اور اسکاٹلینڈ کے رہنے والے بمنزلہ ایک قوم کے نہیں ہیں۔ مگر ہمارے ملک کی جس میں مختلف قومیں آباد ہیں یہ حالت نہیں ہے۔ ایک طرف ہندو۔ دوسری طرف مسلمان اور تیسری طرف پارسی ہیں۔ ہندوؤں میں بھی ہمارے ملک کے ہندو اور مشرقی ملک کے بنگالی اور دکنی ملک کے مرہٹے ایک نہیں ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک یہ سچ ہے کہ یہ قومیں ایسی ہی آپس میں مل گئی ہیں کہ سب کو ایک قوم سمجھ لیا جائے تو بلاشبہ میں ضرور کہوں گا کہ ہندوستان میں کمپٹیشن کا امتحان ہونا چاہیئے۔ اور اگر یہ نہیں ہے تو ہمارا ملک

کمپٹیشن کے امتحان کے قابل نہیں ہے۔ تیسری صورت کمپٹیشن کے امتحان کی یہ ہے کہ گو ایک مُلک میں مختلف قومیں رہتی ہوں لیکن باعتبار لیاقت تعلیم اور دولت کے برابر ہوں اور ہر ایک قوم کو موقع اس کا مل سکتا ہو کہ وہ اُس امتحان سے برابر کا فایدہ اُٹھا سکتے ہیں گو کہ وہ کبھی نہ اُٹھاویں۔ لیکن موقع ہو۔ اب یہ سوال ہے کہ مُسلمانوں کی تعلیم اور تربیت اور انگلش لٹریچر میں اُن کا علم جو گورنمنٹ کے اعلےٰ عہدوں کے لیئے ضروری ہے اس درجے پر پُہنچ گیا ہے کہ ہندوؤں کے مساوی ہو؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اب میں مُسلمانوں اور اپنے ملک کے ہندؤں کو اکٹھا کرکے پوچھتا ہوں کہ بنگالیوں سے دونوں برابری کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ جب یہ صورت ہے تو کیونکر اس ملک میں مقابلے کا امتحان جاری ہو سکتا ہے (چیرز) اگر یہ امتحان مقابلہ جاری ہو تو غور کرنا چاہیئے کہ مُلک کا کیا نتیجہ ہوگا۔ تمام قومیں نہ صرف مسلمان بلکہ تمام ہندو اس مُلک کے مُعزز راجہ اور بہادر راجپوت جن کو اپنے باپوں کی تلواریں یاد ہیں ایک بنگالی جو چُھری کو دیکھکر کُرسی کے نیچے گر پڑے گا (چیرز) اپنے پر حاکم دیکھیں گے؟ کوئی ٹکڑا ملک کا اس قابل نہیں رہے گا کہ سوائے بنگالیوں کے اور کسی کی صورت حکومت یا عدالت کی میز پر دکھائی دے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم خوش ہیں کہ ہمارے بھائی بنگالی ہی ترقی کریں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ملک کے انتظام کا کیا حال ہوگا۔ کیا آپ کے نزدیک راجپوت اور پُرجوش پٹھان جو پھانسی یا پولیس کی تلوار یا فوج کی سنگین سے نہیں ڈرتے وہ بنگالی کے نیچے امن میں رہ سکتے ہیں؟ (چیرز)۔ پس مقابلے کا امتحان نہ صرف ملک کی کسی خاص قوم کے لیئے مضر ہے بلکہ امن کے لیئے بھی مضر ہے (چیرز)۔ یہ اُن کی ایک درخواست ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا۔ پس اگر کسی شریف آدمی کو۔ رئیس کو۔ اوسط درجہ کے آدمی کو۔ اچھے خاندان والے آدمی کو۔ جس کو خدا نے عزّت دی ہے اگر اس کو قبول کرے کہ بنگالیوں کی حکومت سہے۔ جوتیاں کھائے تو بسم اللہ۔ ریل پر سوار ہو اور چلے مدراس۔ چلے مدراس (چیرز)۔ اور اگر سمجھتے ہو کہ ملک کی حالت اور عزّت اس سے برباد ہونے والی ہے تو بھائیو اپنے گھر میں بیٹھو اور گورنمنٹ سے اپنی حالت کہو اور جو تمہاری خواہش ہو نہایت ادب سے اُس کو پیش کرو (چیرز)۔

دوسری درخواست جو اُن کی طرف سے ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ویسرائے کی کونسل میں رعایا کی طرف سے اور رعایا کے انتخاب سے ممبر مُقرر ہوں۔ وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح لنڈن میں ہوس آف کامنس اور ہوس آف لارڈز ہے اُسی طرح ہندوستان میں بھی اُسکی نقل

بنائی جاوے اور جو الیکشن سے مقرر ہوں وہ بطور ہوس آف کامنس کے ہوں - اور جو ممبر گورنمنٹ کے ملازم ہیں مع ویسرائے کے بطور ہوس آف لارڈز کے ہوں - ولایت میں پارلیمنٹ کا یہ اصول ہے کہ کوئی قانون جاری نہیں ہوسکتا جب تک ہوس آف کامنس اور ہوس آف لارڈز دونوں متفق ہوکر اُس کو منظور نہ کریں - اب سب سے پہلے یہ فرض کیجیے کہ ویسرائے کی کونسل اُس قاعدہ سے ہو جس کی خواہش ہے یعنی اُس میں رعایا کے انتخاب سے ممبر مقرر ہوں اور انتخاب کی صورت یوں فرض کیجئے کہ تمام مسلمان ایک مسلمان کے ممبر ہونے کے لیئے ووٹ دیں اور ایک ہندو کے لیئے کُل ہندو ووٹ دیں اور گنیئے کہ مسلمان کے کتنے ووٹ ہوئے اور ہندو ممبر کے لیئے کتنے - یقینی ہندو ممبر کے چوگنے ووٹ ہوں گے کیونکہ وہ آبادی میں مسلمانوں سے چوگنے ہیں - پس میتھیمیٹکس کے ثبوت سے ایک ووٹ مسلمان ممبر کے لیئے ہوگا اور چار ووٹ ہندو ممبر کے لیئے - پس مسلمانوں کا ٹھکانہ ہندؤں کے مقابل کہاں رہیگا اور جوئے کے اصول کے مطابق چار پانسے ہندؤں کے لیئے اور ایک پانسہ ہمارے لیئے ہوگا +

دوسری صورت انتخاب کی یہ فرض کیجئے کہ انتخاب کے ایلکٹر مقرر کریں - اُن کے تقرر کے لیئے ضرور ہوگا کہ کوئی حد مقرر کیجاوے کہ اس درجے کی آمدنی کے لوگ ایلکٹر ہوں گے اور جب حد مقرر کریں گے تو دیکھیں گے کہ اُن کے پاس جائداد کتنی ہے اور سالانہ آمدنی کیا ہے - ہم پوچھتے ہیں کہ اے مسلمانوں تم اپنی قسمت کو رؤو کہ تمہارے پاس ایسی جائداد اور دولت ہے جو ملک کے ہندؤں کے پاس ہے ؟ ہرگز نہیں - اگر فرضاً یہ درجہ مقرر ہو کہ پانچہزار روپیہ کی آمدنی والے ایلکٹر مقرر ہوں تو بتلاؤ کہ کتنے مسلمان نکلیں گے جن کی آمدنی اس قدر ہو - اور کس کے حق میں ووٹ دینے والے زیادہ ہوں گے ؟ ہندو ممبر کے لیئے یا مسلمان ممبر کے لیئے اور کس کے ووٹ زیادہ ہوں گے - کسی کی قسمت سے چھینکا ٹوٹ پڑے - تو اُس کی بات دوسری ہے لیکن عقلی قاعدہ سے کسی ایک مسلمان کو بھی موقع نہ ملیگا کہ ویسرائے کی کونسل کا ممبر ہوسکے - پس کُل ویسرائے کی کونسل میں بابو فلاں مِتر بابو فلاں گھوش اور فلاں چکرورتی کے سوائے نہیں ہوگا (چیئرز) پھر کیا حال ہوگا ہمارے مُلک کے ہندؤں کا جنکی حالت گو مسلمانوں کی حالت سے اچھی ہے اور گو چند کی حالت زیادہ اچھی ہے لیکن عموماً اُن کی حالت بھی ایک ہی سی ہے - کیا حالت ہوگی اُن راجپوتوں کی جن کے باپ دادا کی تلواروں سے ابتک خون دھویا نہیں گیا ہے اور ایسی حالت میں مُلک کے امن کا کیا حال ہوگا کیا یہ توقع ہے کہ ہم اور ہمارے بہادر بھائی راجپوت خاموش بیٹھے رہینگے +

اب ہم ایک تیسری صورت انتخاب کی پیش کریں گے اور قید لگائیں گے کہ ویسرائے کی کونسل میں ایک تعداد مناسب سے ہندو ہوں اور ایک تعداد مناسب سے مسلمان۔ ہم حیران ہوں گے کہ کس مناسبت سے یہ تعداد ہو؟ لازماً مردم شماری کی مناسبت سے۔ پس اُس حساب سے ایک ممبر ہماری طرف سے ہوگا تو چار ممبر ہندوؤں کی طرف سے۔ اور اسکے سوا کوئی صورت مناسبت کی قایم نہیں ہوسکتی۔ پس ایسی حالت میں ایک ووٹ ہمارا ہوگا اور چار ووٹ اُن کے ہوں گے۔

اب ہم ایک چوتھی صورت انتخاب کی پیش کرتے ہیں اور اُس مناسبت سے قطع نظر کر کے یہ قرار دیتے ہیں کہ ویسرائے کی کونسل میں ایک معین تعداد سے ہندو و مسلمان ممبر ہیں ہندو ممبر کو ہندو منتخب کریں اور مسلمان ممبر کو مسلمان۔ اور یہ بھی فرض کرتے ہیں کہ دونوں کی تعداد مساوی ہو۔ مگر آپ مجھ کو معاف کریں اگر میں دل سوزی سے کچھ کہوں۔ تمام قوم میں ایک مسلمان بھی نہ نکلیگا جو ویسرائے کی کونسل میں بمقابلہ ہندوؤں کے کام کرنے کے قابل ہو۔ میں نے چار برس کونسل میں کام کیا ہے اور ہمیشہ یہ سمجھا ہے کہ مجھ سا ذلیل اور نالایق اور مجھ سے زیادہ بدتر کوئی ممبر نہیں ہوسکتا (نہیں نہیں نہیں) اُن لوگوں کو بھی مجھے بتلاؤ جو منتخب ہوکر اپنا کاروبار چھوڑ کر روپیہ خرچ کر کے کلکتہ اور شملہ میں حاضر ہوں گے اور تمام اخراجات اپنی ذات سے یا ملک کے چندہ سے برداشت کریں گے۔ اور سفر کی تکالیف علیحدہ ہونگی مجھے بتاؤ کہ ہماری قوم میں کون ہے۔ اودھ۔ پنجاب اور ممالک مغربی میں جو قوم پر اور قوم کے کام پر اپنا روپیہ فدا کرے گا۔ کاربار چھوڑے گا۔ اور ویسرائے کی کونسل میں گفتگو کرے گا۔ جب یہ حال تمہاری قوم کا ہے تو آیا مناسب ہے کہ تم ایسے امور میں شامل ہو اور اس بیہودہ خیال سے کہ اگر یہ درخواستیں منظور ہوجاویں گی تو ہندوستان کی تمام قومیں اُن سے فایدہ اُٹھاویں گی اپنی حالت کو نظر سے گرادو اور آیندہ کے نتایج سوچے بغیر چلاتے پھرو۔ کہ چلو مدراس چلو مدراس (چیئرز) ہرگز مناسب نہیں ہے۔

علاوہ اس کے ایک اور امر خیال کے قابل ہے اور وہ یہ ہے کہ میں فرض کرتا ہوں کہ غیر الوالعزم قوم ویسرائے کی کرسی پر بیٹھا ہے اور ملکہ معظمہ نے اس کو اپنا نایب مقرر کر کے ہندوستان کی حکومت کا اختیار دیا ہے۔ آیا وہ شخص ایسی درخواستوں کو ملک کی حالت اور حاکمیت کو مضبوط و قایم رکھنے کی نظر سے منظور کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر کیا غلط خیال ہے کہ برٹش گورنمنٹ ان درخواستوں کو منظور کرے گی۔ نتیجہ ان ناشدنی اور ناممکن درخواستوں کا بجز اس کے کچھ نہیں کہ ایک بیہودہ بات سے تمام لوگوں کے دلوں کو گورنمنٹ سے ناراض

کریں اور تمام لوگوں کو یقین دلائیں کہ گورنمنٹ ہم پر ظالمانہ حکومت کرتی ہے۔ اور ہم جو کچھ گورنمنٹ سے مانگتے ہیں نہیں دیتی اور اس سے لوگوں میں ناراضی اور جوش پھیلائیں اور ملک میں بدامنی ہو۔ ہر شخص خوب جانتا ہوگا کہ بنگالیوں کا ایجی ٹیشن تمام ہندوستان کا ایجی ٹیشن نہیں ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ تمام ہندوستان کا ایجی ٹیشن ہے۔ اور کل قومیں اُن سے متفق ہوگئی ہیں۔ تو کیا گورنمنٹ ایسی ضعیف ہے کہ دبا نہیں سکتی اور کیا سب کے غل مچانے سے گورنمنٹ دب جائیگی؟ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ غدر میں کیا حالت تھی۔ نہایت مشکل وقت تھا اُس کی فوج بگڑ گئی تھی۔ چند بدمعاش ساتھ ہوگئے تھے اور گورنمنٹ نے اپنی غلطی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ رعایا باغی ہے اور میں وہ شخص ہوں کہ جس نے گورنمنٹ کی اُس غلطی کا مقابلہ کیا اور اُس وقت جب گورنمنٹ کے اہلکار پھانسیاں دیتے تھے میں نے رسالہ چھاپا اور گورنمنٹ سے کہا کہ رعایا کو باغی سمجھنا بالکل نادانی ہے۔ لیکن باینہمہ گورنمنٹ کا بغاوت میں کیا کر لیا۔ ایک گورہ ولایت سے ہندوستان میں قدم نہیں رکھنے پایا تھا کہ اُس سرے سے اس سرے تک صاف ہوگیا اور امن ہوگیا۔ پس کیا اس سے فایدہ ملک کا متصور ہے اور کیا کوئی انقلاب ہم سلطنت میں پیدا کر سکتے ہیں۔ بجز بیہودہ غل کرنے کے اور گورنمنٹ کے مشکوک کرنے کے۔ اور جو صفائی ہے یا ہوتی جاتی ہے اُس کو مکدر کرنے کے۔ اور اُس وقت کو جو اب سے تیس اُنتیس برس پیشتر تھا پھر لانے کے۔ میں فرض کرتا ہوں کہ ہم آپس میں مل کر اور گورنمنٹ سے ناراضی پھیلا کر کچھ کر لینگے۔ لوگ آئرلینڈ کی مثال دیتے ہیں۔ میں اُس کو فرض کر لیتا ہوں اور اسکی بحث ہی نہیں کرتا کہ آئرلینڈ کی ناراضی واجبی ہے یا ناواجبی۔ یہ دکھلاتا ہوں کہ اس وقت ہزارہا آدمی آئرلینڈ کا تلواروں سے جان دینے کو مستعد ہے۔ بڑے بڑے آدمی جو اُس کے طرفدار ہیں نہ قید سے ڈرتے ہیں نہ پولیس کی سنگینوں سے۔ ذرا مجھ کو بھی مہربانی سے ہندوستان میں دس آدمی نکال دیجئے جو سنگینوں کے سامنے آنا قبول کریں۔ جب نہیں ہے تو کیسا یہ غل ہے اور کیا مناسب ہے کہ ہم لوگ اُس میں شریک ہوں۔ ہماری حالت اور گورنمنٹ کی حالت انصاف سے غور کر کے دیکھنی چاہیئے۔ اگر کچھ بدخیالات ہماری طرف گورنمنٹ کے ہوں تو میں نہایت زور سے کہتا ہوں کہ محض غلط ہیں۔ لیکن اُسی کے ساتھ اتفاقاً یہ بھی کہتا ہوں کہ ہونے چاہئیں۔ میں مکرر کہوں گا کہ گورنمنٹ کی نادانی اور نالایقی ہوگی اگر کوئی بدخواہی کا خیال ہماری طرف رکھتی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ گورنمنٹ ایسا خیال کر سکتی ہے یا نہیں یعنی اُس کو موقع ہماری طرف سے کسی بدگمانی کا ہے یا نہیں؟ میں جواب دوں گا کہ ضرور ہے۔ ہم کون ہیں۔ ہم وہ ہیں جنہوں نے چھ سات سو برس

ہندوستان پر شاہنشاہی کی (چیرز)۔ ہم وہ ہیں کہ ہمارے ہاتھ سے گورنمنٹ نے ملک چھینا کیا وجہ ہے کہ گورنمنٹ کو ہماری طرف سے اس کا خیال نہ ہو۔ کیا گورنمنٹ نادانی سے سمجھ لے کہ ہم ستر برس میں تمام اپنی شان و شاہنشاہی کو بھول گئے ہیں۔ گو یہ خیال ہماری طرف سے اگر گورنمنٹ کو ہو تو غلط ہے۔ لیکن گورنمنٹ کو بے شبہ ایسے خیال کا موقع ہے۔ ہم نہ مچھلی کھاتے ہیں نہ اس سے ڈرتے ہیں کہ چھری کانٹے سے کھانے میں اُنگلی کٹ جائیگی (چیرز) ہماری قوم اُس خون کی ہے کہ جس نے نہ صرف عرب کو بلکہ تمام ایشیا اور یورپ کو لرزا دیا تھا۔ ہماری ہی قوم ہے کہ جس نے تمام ہندوستان کو جس میں ایک مذہب کے لوگ آباد تھے اپنی تلوار سے فتح کیا (چیرز)۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ کو ہماری طرف کچھ خیال ہو تو بالکل غلط ہے لیکن انصاف سے دیکھو کہ اُسکو ہماری طرف ایک قسم کے خیال کرنے کا موقع ہے۔ کیا ایک دانا منتظم اُس واقعہ کو جس کو تھوڑے برس ہوئے بھول جاوے گا؟ ہرگز نہیں بھول سکتا۔ اس وقت اگر مُسلمان بھی ناواجب اور بیجا باتوں میں جو ناممکن ہیں اور ملک اور قوم کے لیئے بھی مضر ہیں شریک ہو جائیں تو کیا نتیجہ ہوگا۔ اگر گورنمنٹ عقلمند ہے اور لارڈ ڈفرن دانا ویسرائے ہے تو اُس کو اُس وقت یہ خیال نہیں ہوگا کہ یہ شورش مثل بنگالیوں کی شورش کے ہے بلکہ اُس کو ضرور ہوگا کہ وہ اُن کو درست کر دے۔ اگر میں ویسرائے ہوتا اور میری ہی قوم اس طرح کرتی تو سب سے پہلے اُنہیں کو سمجھا دیتا کہ تم کس خیال میں ہو۔ ہم کو ایسی راہ چلنی چاہیئے کہ اگر بالفرض گورنمنٹ کو ہماری طرف سے کچھ خیال ہو تو اُس کو دُور کریں اور آپس میں دوستی پیدا کریں اور جو کچھ مانگیں دوستی سے مانگیں اور اگر کچھ کدورت ہے تو اُس کو صاف کریں۔ اس وقت مجھ کو اُمید ہے کہ ہمارے شمال و مغرب اور اودھ کے کچھ پٹھان یہاں موجود ہوں گے اور کیا عجب ہے کہ ہندو راجپوت بھی موجود ہوں۔ ہمارے دوست **یوسف شاہ** پنجاب کے بیٹھے ہیں اور پنجاب کے لوگوں کا اور وہاں کے سکھوں اور پٹھانوں اور مُسلمانوں کا خوب حال جانتے ہیں۔ فرض کیا جاوے کہ جو جوش بنگالہ میں پیدا ہوا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اُس سے کوئی ڈر نہیں ہے لیکن وُہی جوش ان ملکوں میں اور راجپوتوں میں یا پشاور کے پٹھانوں میں پیدا کر دو تو وہ لوگ کیا صرف قلم کی گھس گھس پر اور زبانی بک بک پر بس کریں گے؟ اُس وقت گورنمنٹ کو یہ کرنا ہوگا کہ فوج بھیجے اور سنگین سے بتلاوے کہ اُن کی اس شورش کا کیا علاج ہے میں اپنی رائے بیان کرتا ہوں کہ جس وقت گورنمنٹ کو یہ معلوم ہوگا کہ یہ بیجا شورش مُسلمانوں اور بہادر قوموں میں بھی آئی اُس وقت اُس کو ضرور ایک قانون پاس کرنا ہوگا اور جیلخانے بھر جاینگے۔ اے بھائیو۔ اے میرے جگر گوشو۔ یہ حال گورنمنٹ کا اور تمہارا ہے۔ تمکو سیدھے طور پر

رہنا چاہیئے نہ اس طرح شوروغل سے کہ کوّے جمع ہو گئے ۔

ایک اور لطیف بات ہے کہ اُن لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ بجٹ ہندوستان کا ہمارے سامنے پیش ہو اور ہماری منظوری بھی لی جاوے ۔ پولٹیکل خرچ کو ہمارے سامنے نہ آنے دو مگر فوج کے خرچ میں ہم سے رائے لو ۔ اس قدر فوج کیوں رکھتی ہے ۔ بمبئی ومدراس میں کیوں گورنر مقرر کیا ہے ۔ اُن کو موقوف کرنا چاہیئے ۔ میں بھی رائے دوں گا کہ ضرور اُن کی سُنی جاوے مگر یہ پوچھوں گا کہ صرف انہیں میں سے نہیں بلکہ تمام ہندوستان میں سے کون بتا سکتا ہے کہ نئی قسم کی جو توپیں ایجاد ہوئی ہیں اُن کی دُم کدھر ہے اور مونھ کدھر ہے؟ کوئی بتا سکتا ہے کہ ایک فیر میں کیا خرچ ہوتا ہے ۔ کوئی شخص آرمی (فوج) کا حال جانتا ہے ؟ جس نے لڑائی کا میدان اور اولوں کی طرح بہادر سپاہیوں کی لاشوں کا برسنا دیکھا ہے وہ جانتا ہے کہ فوج کے لیئے کیا سامان ہمکو تیار کرنا چاہیئے ۔ پھر اگر اُس حالت میں کوئی مسلمان کونسل میں بیٹھے یا اُس قوم کا کوئی شخص جس کی نسبت میں ہمیشہ کہتا ہوں ۔ کہ بنگالی اپنی تعلیم کی وجہ سے تمام قوموں کے سرتاج ہیں اور اپنی علمی طاقت سے ادنے درجے سے اعلےٰ درجے پر پہونچ گئے ہیں وہ کیا صلاح دیں گے ۔ آپ خیال کر سکتے ہیں کہ جس نے لڑائی کا میدان نہیں دیکھا اور نہ توپ کا مونھ دیکھا وہ کہتے ہیں کہ فوج کا بجٹ ہم تیار کریں گے ۔

اِس سے بھی زیادہ لطیف ایک اَور امر ہے کہ جس وقت بعض لوگوں نے اخبار میں آرٹیکل لکھے کہ ریپریزنٹیٹو گورنمنٹ کا ہندوستان میں قایم ہونا غیر ممکن ہے اور اُن کے وجوہ بھی نہایت قوی تھے تو ان لوگوں کو اپنی بلند پروازی سے نیچے اُترنا پڑا ۔ اور یہ کہنا پڑا کہ ہمکو کونسل میں بیٹھنے دو ۔ چائیں چائیں کرنے دو چاہے ووٹ نہ لو ۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے ۔ اور اس نادانی کا کیا فایدہ ؟

ایک بڑی ہنسی کی بات ہے کہ اس پر زور دیا جاتا ہے کہ ہتیاروں کا قانون منسوخ کیا جاوے اور ہندوستانی والنٹیر ہوں ۔ فوجی اسکول ہندوستان میں قایم ہوں ۔ مگر جانتے ہو کہ یہ کون قوم کرتی ہے ؟ اگر مسلمان اور راجپوت بھائی جن کے باپ دادا ہمیشہ تلوار باندھتے رہے اور گو اُن کی کمر سے کھل گئی ہے لیکن دل سے اب تک نہیں کھلی اگر ایسی درخواست کرتے تو مناسب بھی تھا ۔ لیکن یہ کون قوم درخواست کرتی ہے ۔ میں خود طرفدار ہوں اور قبول کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کی دو عظیم غلطیاں ہیں ۔ ایک ہندوستانیوں کا اعتبار نہ کرنا اور والنٹیر ہونے کی اجازت نہ دینا ۔ دوسرے گورنمنٹ کی بہت بڑی غلطی سمجھتا ہوں جو اُن بہادر لوگوں کو

جن کے باپ دادا لکھنے کا قلم استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ دوسرے قلم کا کام کرتے تھے جس کی روشنائی سیاہی کی نہیں تھی بلکہ انسان کے جسم سے جو لال لال روشنائی نکلتی ہے وہ اُن کے لکھنے کی سیاہی تھی۔ اُن کو فوجی عہدے نہیں دیتی (چیرز)۔ اے بھائیو میں نے گورنمنٹ کو ایسے سخت لفظوں میں الزام دیا ہے لیکن وہ وقت آتا جاتا ہے کہ ہمارے بھائی پٹھان۔ سادات۔ ہاشمی اور قریشی جن کے خون میں ابراہیم کے خون کی بو آتی ہے وہ ایکدفعہ زرق برق کی وردیاں پہنے ہوئے کرنیل اور میجر بنے ہوئے فوج میں ہوں گے۔ لیکن اُسوقت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ ضرور گورنمنٹ متوجہ ہوگی بشرطیکہ تم اُس کو مشکوک نہ ہونے دو۔ اے بھائیو۔ یہ اخیر الزام جو میں نے گورنمنٹ پر دیا ہے گورنمنٹ کو بھی ایک مجبوری ہے۔ جب تک کہ وہ ہم پر ایسا ہی اطمینان نہ کرلے جیسا کہ اُس کو ایک گورے پر ہے وہ ایسا نہیں کرسکتی ہے۔ لیکن ہمکو ثابت کردینا چاہیئے کہ ہم پہلے جو تھے وہ زمانہ گیا گذرا۔ اور اب گورنمنٹ کے ویسے ہی طرفدار ہیں جیسے کہ بہاڑی گورے۔ جن کو بات کرنے کی بھی عقل نہیں ہے۔ اور اُس وقت ہمکو دعویٰ کرنا چاہیئے۔ میں پوچھتا ہوں کہ لحظہ بھر کے لیئے فرض کرو کہ تم نے یورپ کے کسی حصہ کو فتح کیا اور وہاں حاکم ہوگئے۔ میں پوچھتا ہوں کہ تم وہاں کے لوگوں پر ویسا ہی اعتبار کروگے؟ یہ تو ایک فرضی بات تھی۔ جب تم نے ہندوستان فتح کیا تو خود تم نے کیا کیا کتنی صدیوں تک ایک ہندو کا نام بھی فہرست سپاہیوں میں نہیں تھا۔ لیکن جب مغلیہ خاندان کا وقت آیا اور آپس میں ایک دوسرے پر اطمینان ہوا۔ یہی ہندو تھے جو فوج کے بڑے عہدوں پر مامور تھے۔ انصاف کرو کہ گورنمنٹ کی عملداری کو کے دن ہوئے غدر کو کے دن ہوئے۔ اور وہ صدمہ جو گورنمنٹ کو پہونچا گو جاہلوں سے تھا اور رئیسوں سے نہ تھا اُس کو بتلاتیے کہ کے دن ہوئے۔ پس ہمکو تامل کرنا چاہیئے اور یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے حال میں مدراس پریسیڈنسی میں حکم دیا کہ ہندوستانی والنٹیر ہوسکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حکم بھی قبل از وقت تھا لیکن یہ نشان ہے کہ جب اطمینان ہوجائے تو گورنمنٹ کو تمہیں بھی والنٹیر کرنے میں عذر نہیں اور جب ہم سیکھ جائیں گے تو وہ عہدے ملینگے جو ہمارے باپ دادا کے خون کے تمغے تھے۔ گورنمنٹ نے ایک قدم آگے بڑھایا ہے۔ ہم ہندوستانیوں کو ملکی حکومت میں شامل کرنا چاہا ہے۔ وہ زمانہ تھا لارڈ رپن کا (چیرز)۔ اتفاق سے اُس زمانہ میں مَیں بھی کونسل کا ممبر تھا۔ لارڈ رپن نہایت نیک دل اور نیک مزاج اور بہمہ صفت موصوف گورنر تھے۔ لیکن افسوس اُن کا ہات کمزور تھا۔ اُن کے خیالات ریڈیکل لوگوں کے سے تھے۔ اُس وقت لوکل بورڈ اور میونسپل بورڈ کا قانون

پیش تھا اور اُس کا منشا یہ تھا کہ سب لوگ ایلکشن سے ممبر مقرر ہوں۔ اسے صاحبو میں کنسرویٹو نہیں ہوں میں بہت بڑا لبرل ہوں۔ لیکن اِن خیالات سے قوم کی بھلائی کو بھول جانا کسی عقلمند کا کام نہیں ہے۔ جو شخص کہ اس طرح کے ایلکشن کے برخلاف تھا وہ میں تھا۔ اگر میں شیخی نہ کروں تو کہہ سکتا ہوں کہ لارڈ رپن کی رائے صرف میری ہی اسپیچ کے زور سے پھری کہ ایک ثلث کا تقرر گورنمنٹ کے ہاتھ میں رہا اور دو ثلث انتخاب ایلکشن سے۔ اب آپ خیال کریں کہ کیا حال انتخاب کا ہے۔ کسی ضلع میں ہندو مسلمان برابر نہیں ہوتے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ مُسلمان ہندوؤں کو دبا دیں گے اور سلف گورنمنٹ کے مالک ہو جائینگے۔ ابھی کلکتہ میں ایک بڑے بزرگ خاندانی ڈاڑھی والے مسلمان مجھ سے ملے اور کہا کہ "غضب ہو گیا ہمارے شہر میں اٹھارہ ممبر منتخب ہونے والے تھے۔ کوئی مُسلمان منتخب نہیں ہوا سب ہندو ہو گئے اب گورنمنٹ سے کسی مُسلمان کا مقرر ہونا چاہتا ہوں اُمید ہے کہ مجھ کو گورنمنٹ منتخب کرے" یہی حال سب شہروں کا ہے۔ علیگڈھ میں بھی اگر خاص قاعدہ مقرر نہ ہو جاتا تو کوئی مُسلمان یہاں تک کہ ہمارے دوست مولوی خواجہ **محمد یوسف** بھی جو نہایت معزز ہیں بمشکل اپنے منتخب ہونے کے لیئے ووٹ حاصل کر سکتے اور آخر کو گورنمنٹ کی طرف سے تقرر کے متوقع رہتے۔ پس وہ راہ ہم کیونکر چل سکتے ہیں جس کے نہ ہم قابل ہیں نہ ملک ٭

اب مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اور میں تھک گیا ہوں۔ زیادہ نہیں کہہ سکتا لیکن اخیر کو بھی مجھے کچھ کہنا ہے کہ میرے دوست یہ نہ کہیں کہ ہم کو یہ نہ بتایا کہ ملک اور قوم کے لیئے کیا بھلائی کی چیز ہے۔ اور کس چیز سے وہ بھلائی کو پہونچ سکتے ہیں۔ میری عمر ستّر برس سے متجاوز ہو گئی ہے اور گو میں اپنی زندگی میں اپنی قوم کو اُس درجے پر نہ دیکھ سکوں جس درجے پر دیکھنے کو میرا دل چاہتا ہے۔ لیکن میرے دوست جو اس مجلس میں موجود ہیں ضرور اپنی قوم کو عزت اور خوشحالی اور بلند درجے پر دیکھیں گے۔ اگر میری بتائی ہوئی بات مانیں گے۔ دوستو۔ یہ نہ کہنا کہ مُجھ کو اُس رنگریز کے مانند جسکو صرف اُمّوہ رنگنا آتا تھا اُمّوہ رنگ ہی بھاتا ہے۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ جو چیز تم کو اعلےٰ درجے پر پہونچانے والی ہے وہ صرف "**ھائی ایجوکیشن**" (اعلےٰ درجہ کی تعلیم) ہے جب تک ہماری قوم میں ایسے لوگ پیدا نہ ہوں گے ہم ذلیل رہیں گے۔ اوروں سے پست رہیں گے اور اُس عزت کو نہ پہونچیں گے جس پر پہونچنے کو ہمارا دل چاہتا ہے۔ یہ دل سوزی کی چند نصیحتیں ہیں جو میں نے تم کو کی ہیں۔ مجھے اس کی

پرواہ نہیں کہ کوئی مجھے دیوانہ کہے یا اَور کچھ۔ میرا فرض تھا کہ میرے نزدیک جو باتیں
قوم کی بھلائی کی ہیں وہ اُن سے کہدوں اور اپنا فرض ادا کروں۔ اور
خدا کے سامنے جو قادر مطلق اور رحیم اور گناہوں کا
بخشنے والا ہے اپنے ہاتھوں کو
دھودوں۔
(چیرز بڑے زور سے)

۴۹

لکچر جو سرسید نے ۱۶- مارچ ۱۸۸۸ء کو بوقت شب بمقام میرٹھ "ہماری قوم کو نسبت پولٹیکل امور سلطنت کے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے" دیا

بزرگانِ من -

آج جس مطلب کو آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرنے کو میں کھڑا ہوا ہوں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے اُس کا سبب بیان کروں - آپ سب صاحبوں کو معلوم ہے کہ مدت سے ہمارے بنگالی دوست پولٹیکل معاملات میں نہایت گرمجوشی ظاہر کر رہے ہیں تین برس ہوئے کہ اُنہوں نے ایک بہت بڑی مجلس قایم کی ہے جس کا جابجا اجلاس ہوتا ہے اُنہوں نے اُس کا نام نیشنل کانگریس رکھا ہے - ہمکو اور ہماری قوم کو اُسکی طرف کچھ خیال بھی نہ تھا بلکہ ہم نہایت خوش تھے کہ اگر ہمارے بنگالی دوستوں نے اپنی تعلیم اور لیاقت میں ایسی ترقی کر لی ہے کہ وہ اِن چیزوں کے دعوی کرنے کے لایق ہو گئے ہیں جن کا وہ دعویٰ کرتے ہیں تو ہماری نہایت خوشی ہے کہ وہ اُس میں کامیاب ہوں - اگرچہ وہ تعلیم میں ہم سے زیادہ ہیں مگر ہم نے کبھی یہ نہیں سمجھا کہ وہ اُس درجے پر پہونچ گئے ہیں جس درجے پر ہونے کے دعویدار ہیں - تاہم ہم نے کبھی کسی آرٹیکل میں - یا کسی اسپیچ میں - یا کسی مقام پر زبانی بات چیت میں - اُن کے کاروبار میں جو وہ کر رہے تھے ہرج نہیں ڈالا - اور نہ ہرج ڈالنے کا ارادہ کیا - ہمارا کبھی یہ مقصد نہیں ہے کہ جو لوگ یا کوئی قوم جو ترقی کرنی چاہتی ہے اور اُس نے اپنے آپ کو اُس درجے تک پہونچا دیا ہے جہاں تک وہ پہونچنا چاہتی ہے اور جس کے وہ لایق ہے اُسکی مخالفت کریں - لیکن ہمارے بنگالی دوستوں کی طرف سے ہماری قوم پر بیجا اور ناواجب دست اندازی ہوئی ہے اور اِس لیئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اُس بیجا دست اندازی کو ظاہر کریں اور ہم اپنی قوم کو اُس کی مضرتوں سے محفوظ رکھیں - یہ خیال کرنا کہ ہم نے اپنے بنگالی دوستوں کی مخالفت پر کمر باندھی ہے بالکل غلط ہے - بلکہ ہمکو اپنی قوم کے حق میں جو بات بہتر معلوم ہوتی ہے اُس کا اپنی قوم کو سمجھانا منظور ہے - اور جو نقصان کہ ہماری قوم کو بنگالیوں کی رائے کے ساتھ شامل ہونے میں متصور ہے اُس کا سمجھا دینا

واجب ہے۔ اس کے سوا اَور کچھ نہیں *

اُن لوگوں کی بیجا دست اندازی جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے کہ اُنہوں نے غلط طور پر اس بات کے ظاہر کرنے کی خواہش کی ہے کہ ان ممالک کے مسلمان بھی اُن کی رائے کے ساتھ شامل ہیں۔ مگر ہم بھی اسی مُلک کے رہنے والے ہیں۔ اور ہمارے صوبہ شمال مغرب اور اودھ میں جو حالات گذرتے ہیں اور گذرے ہیں اُن کی اصلیت سے ہم ناواقف نہیں رہ سکتے۔ گو اخباروں میں اُس کا رنگ کیسا ہی رنگا جاوے اور اُس کی صورت کیسی ہی دکھائی جاوے۔ ممکن ہے کہ ولایت میں اُس صورت کو دیکھکر وہاں کے لوگ جو اصلی حالت سے واقف نہیں ہیں دھوکا کھا سکیں۔ لیکن ہم اور ہمارے مُلک کے لوگ جو ہر ایک حال سے واقف ہیں وہ کبھی ایسے دھوکا میں نہیں آ سکتے۔ ہماری مسلمان قوم اب تک چُپ چاپ بیٹھی تھی۔ اُس کو کچھ غرض نہیں تھی کہ بنگالے کے بابو اور شمال مغربی اضلاع کے ہندو اور ہندوستان کے باشندے یوریشین اور یوریشین کیا کر رہے ہیں۔ مگر اب اُنہوں نے ہماری قوم پر بیجا دست اندازی کی ہے۔ بعض اضلاع میں مُسلمانوں پر کانگرس میں شریک ہونے کے لئے دباؤ ڈالا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ جو لوگ زبردست تھے اور درحقیقت رئیس تھے اور مسلمانوں کے سرگروہ گنے جاتے تھے اُن لوگوں سے تو کچھ نہ بولے مگر ایسے لوگوں پر جو دباؤ میں آ سکتے تھے ناواجب زور ڈالا۔ کسی ضلع میں حکومت کے باؤ سے وہ مجبور ہوئے۔ کسی ضلع میں اُن کو اس طرح پر دبایا کہ بغیر اُن کی شرکت کے اُن کا کام جو وہ چلانا چاہتے ہیں چل نہیں سکنے کا۔ یا اُن لوگوں نے خود یہ سمجھا کہ بغیر اُن کی شرکت کے روٹی ملنی مشکل ہے۔ روپیہ کے لالچ دینے سے بھی اُنہوں نے کوتاہی نہیں کی۔ کون شخص ہے جو اس حال سے واقف نہیں ہے۔ کون شخص ہے جو اس بات کو نہیں جانتا کہ دو چار مسلمان ممالک مغربی و شمالی کے اُن کے ساتھ شامل ہوئے۔ وہ کون ہیں (چیئرز) اور کس سبب سے شامل ہوئے ہیں۔ اُن کی حقیقت بجز اس کے کہ کرایہ کے آدمی ہیں اَور کچھ نہیں (چیئرز)۔ ایسے لوگوں کو وہ مدراس لے گئے اور وہاں لیجا کر کہا کہ یہ نواب زادے ہیں۔ اور یہ فلاں ضلع کے رئیس ہیں اور یہ مُسلمانوں میں ایسے ہیں اور ویسے ہیں۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ لوگ کس طرح خریدے گئے ہیں۔ ہم اپنی قوم کے لوگوں کو خوب جانتے ہیں کہ وہ دباؤ سے۔ نالائقی سے یا نمود کی خواہش سے یا مفلسی کی وجہ سے روپیہ دیکر خریدے گئے ہیں۔ اگر کوئی رئیس اپنے دل سے اور اپنی رائے سے اُن کے ساتھ شریک ہو جاوے تو ہمیں کچھ پرواہ نہیں ہے۔ ایک آدمی کے نکل جانے سے

ہمارا گروہ کم نہیں ہوگا۔ لیکن جھوٹ بات بیان کرکے کہ یہ فلاں ضلع کے رئیس ہیں اور فلاں مقام کے نواب ہیں اور ہماری قوم کا غلط ارادہ ظاہر کرنا کہ مسلمان بھی اُن کے ساتھ شریک ہیں ہماری قوم پر ناواجب دست اندازی ہے۔ جب یہاں تک نوبت پہونچی تو ہمکو ضرور ہوا کہ ہم اپنی قوم کو اس خلاف نمائی سے متنبہ کریں تاکہ اَور لوگ اس دھوکے میں نہ آویں اور اپنی قوم کو جتلا ئیں کہ جو معدودے چند مدراس گئے ہیں وہ یا تو دباؤ سے یا کسی لالچ سے یا اپنے پیشہ کے چلنے یا ایک نمود حاصل کرنے کی غرض سے گئے ہیں یا خریدے گئے ہیں (چیئرز)۔ کوئی رئیس اُس میں شامل نہیں ہوا ہے۔ یہی باعث تھا کہ میں نے خلاف اپنی عادت کے لکھنؤ میں نیشنل کانگریس کے نقصانوں پر اسپیچ کی اور یہی باعث آج کی اسپیچ کا ہے۔ اور میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ سوائے بدرالدین طیب جی کے جو نہایت بزرگ ہیں اور جن کا میں نہایت ادب کرتا ہوں اَور کوئی سربرآوردہ رئیس اُس میں شریک نہیں ہوا۔ وہ شریک ہوئے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اُنہوں نے غلطی کی ہے۔ اُنہوں نے مجھے دو چٹھیاں لکھی ہیں جن میں سے ایک لکھنؤ کی اسپیچ کے مشتہر ہونے کے بعد کی ہے۔ مَیں خیال کرتا ہوں کہ وہ چاہتے ہیں کہ کانگریس میں جو باتیں مسلمانوں کے خلاف ہوں وہ اُن کو بتائی جاویں تاکہ وہ اُن کو کانگریس کی بحث میں نہ آنے دیں۔ مگر در اصل اُس کی تمام باتیں ہماری قوم کے مناسب نہیں ہیں۔ بہر حال فرض کیجئے کہ بدرالدین طیب جی کی رائے ہماری رائے کے خلاف ہو تو اُن کی رائے تمام قوم کی رائے اور اُن کا اتفاق "نیشنل کانگریس" سے تمام قوم کا اتفاق متصور نہیں ہو سکتا ❊

(مرزا محمد اسمٰعیل خاں کی طرف جو مجلس میں موجود تھے اسپیکر نے اشارہ کیا اور کہا کہ) میرے ایک دوست جو مدراس سے ابھی آئے ہیں اور اِس مجلس میں موجود ہیں مجھ سے کہتے تھے کہ کوئی مُسلمان رئیس مدراس کا کانگریس میں شریک نہیں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ پرنس ہمایوں جاہ بھی شریک ہوئے تھے۔ مجھ کو اُن سے واقفیت نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کس قسم کے آدمی ہیں اور یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کس طرح شریک ہوئے۔ مہمان نوازی کی فیاض طبیعت سے یا اَور کسی خیال سے (اس پر محمد اسمٰعیل جو مجلس میں موجود تھے کھڑے ہوئے اور کہا کہ "درحقیقت کوئی معزز مُسلمان رئیس مدراس کا کانگریس میں شریک نہیں ہوا" اور اُنہوں نے کہا کہ "پرنس ہمایوں جاہ نے صرف مہمان نوازی کا طریقہ برتا تھا جس طرح کہ ہمارے مدراس کے گورنر نے ایوننگ پارٹی میں اکثر ڈیلیگیٹوں کو بُلایا تھا" اسپیکر نے پھر اپنی گفتگو شروع کی اور کہا کہ) فرض کیجئے کہ ہمایوں جاہ بھی شریک ہوئے تو دو آدمیوں کے قوم سے علیحدہ ہو جانے سے قوم کی قومیت میں کچھ

نقصان نہیں پہنچتا - کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُن دو رئیسوں کے شریک ہونے سے تمام قوم پر اتہام ہے - اگر ہمارے بنگالی دوست ایسی غلط کارروائی نہ کرتے تو ہمکو کچھ کام نہ تھا کہ نیشنل کانگریس سے' اور نہ اُس کے ممبروں سے' اور نہ اُن ناواجب خواہشوں سے جن کے لیئے اُنھوں نے شور غل مچایا ہے "نیشنل کانگریس" کے ممبر آسمان کے تارے ہوجاویں یا وہ سورج بن جاویں - ہم خوش ہیں لیکن ہماری قوم کے دو چار آدمیوں کو ناواجب طور سے اور شرم آمیز دباؤ اور لالچ سے اپنے ساتھ لیکر یہ دکھانا چاہیں کہ مسلمانوں کی قوم کی قوم اُن کے ساتھ ہے تو اُس کا دفع کرنا ہم پر ضرور واجب ہے - (چیرز) +

اے صاحبو - جو کچھ کہ اب میں اپنی قوم کے لیئے بیان کروں گا درحقیقت وہ صرف ہماری ہی قوم کے لیئے مفید نہیں ہے بلکہ ہمارے ملک کے ہمارے ہندو بھائی جو کسی غلط خیال سے اُس میں شریک ہوئے ہیں اُن کے لیئے بھی ویسی ہی مفید ہے - آخر کو وہ بھی افسوس کریں گے (اگرچہ شاید افسوس کرنے کا بھی موقع نہ ملے کیونکہ کانگریس کی خواہشوں کا پورا ہونا امکان سے خارج ہے) ہمارے ملک کے ہندوؤں کو سمجھنا چاہیئے کہ انکی حالت گو مسلمانوں سے کسی قدر اچھی ہے لیکن ایسی اچھی نہیں ہے کہ وہ دوڑ کر ہم سے آگے نکل جاویں گے - ہم سب ایک ملک کے رہنے والے ہیں - بہت سے ہندو ایسے ہیں کہ اُنمیں مسلمانوں کی عادتیں گھس گئی ہیں - جیسے کہ ہمارے دوست کایستھ صاحب ہیں - اُن کی عادت اور اُن کی حالت ہم سے کچھ زیادہ بڑھی ہوئی نہیں ہے اور ہندو بھی کچھ ہم سے زیادہ بڑھے ہوئے نہیں ہیں - جو کچھ ہمارا حال ہوگا وہی حال اس ملک کے ہندوؤں کا بھی ہوگا - اِس واسطے جو کچھ میں کہتا ہوں وہ کل ملک کے باشندوں کے فایدہ کے لیئے کہتا ہوں - ہندو ہوں یا مسلمان - وہ غلط خیال جو ہمارے ملک کے ہندوؤں کو پیدا ہوا ہے اور جس کے سبب ہمارے ملک کے ہندوؤں نے کانگریس میں شریک ہونا مناسب سمجھا ہے دو باتوں پر مبنی ہے - اور میں سمجھتا ہوں کہ اُسی خیال پر ہمارے ملک کے ہندو شریک ہوتے ہیں - اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ غلطی کرتے ہیں پہلی بات یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بنگالی بھی ہندو ہیں اور ہم بھی ہندو ہیں - اُن کے اقتدار سے ہمکو کچھ نقصان پہونچنے والا نہیں ہے - دوسری یہ بات ہے کہ بعض ہندو (میں کل ہندوؤں کی نسبت نہیں کہتا بلکہ بعض کی نسبت کہتا ہوں) یہ خیال کرتے ہیں کہ اُس میں شریک ہونے سے اور ہندوؤں کے اقتدار زیادہ بڑھ جانے سے شاید مسلمانوں کی بعضی وہ رسوم مذہبی جو ہندوؤں کے مخالف ہیں زوال پذیر ہو جاویں گی اور ہم مل کر اُن کو معدوم کردیں گے لیکن میں علانیہ

اپنے ہندو دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اُن کی جو خواہشیں مذہبی رسوم میں رعایت کرنے کی ہیں اس طرح پر وہ اُن میں ہرگز کامیابی حاصل نہیں کر سکنے گے - اگر اُن میں کامیابی ہوگی تو دوستی اور اتحاد سے ہوگی - زور سے کام نہیں نکلنے کا - اور جس قدر دشمنی اور نفرت آپس میں زیادہ ہوگی اُسی قدر اُن کو مضرت پہونچے گی - میں علیگڈھ کی مثال دوں گا - وہاں ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتفاق تھا - تین برس دسہرہ اور محرم ایک ساتھ گذر گیا اور کسی شخص نے نہ جانا کہ علیگڈھ میں کیا ہوا - خیال کرنے کی بات ہے کہ جس وقت سے انہوں نے گاؤکشی کے معاملے میں دُند مچائی ہے گاؤکشی کس قدر زیادہ ہوگئی ہے اور فریقین کی مذہبی فیلنگ کیسی بھڑک گئی ہے جس سے ہندوستان کے سب لوگ واقف ہیں اُن کو خیال کرنا چاہیئے کہ کسی دباؤ اور زور سے وہ اس چیز کو حاصل نہیں کر سکنے کے جو آپس کی محبت اور دوستی سے حاصل ہو سکتی ہے - اگر میرا یہ خیال جو میں نے اپنے مُلک کے ہندؤں کی نسبت ظاہر کیا ہے صحیح ہے - اور درحقیقت اُن کا بھی ایسا ہی حال ہے جیسا کہ اس مُلک کے مسلمانوں کا تو اُن کو چاہیئے کہ وہ اپنے مُلک کے مسلمانوں سے ملے رہیں - اپنا سر کھانے دو اُن کو، جو بنگالے میں رہتے ہیں، وہ جو کچھ چاہیں سو کریں، اور جو کچھ چاہیں نہ کریں - نہ اُن کی طبیعتیں ہمارے مُلک کے لوگوں کی سی ہیں اور نہ اُن کی حالت ہمارے مُلک کے لوگوں کی حالت کے مناسب ہے - پس ہمارے مُلک کے لوگوں کو اُن کے ساتھ شریک ہونے سے کیا تعلق ہے ۔

بنگالے کی نسبت جہاں تک کہ مجھ کو معلوم ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ لوور بنگال میں مسلمانوں کی آبادی کا حصہ بہ نسبت بنگالیوں کے بہت زیادہ ہے - اگر کُل بنگال کو ملا لو تو قریباً نصف مسلمان اور نصف سے زاید کچھ بنگالی ہوں گے - وہاں کے مسلمانوں کو بالکل معلوم نہیں ہے کہ "نیشنل کانگریس" کیا چیز ہے اور اُس میں کیا ہوتا ہے - بنگال کا کوئی مسلمان رئیس اُس میں شامل نہیں ہے - عام بنگالی جو مفصل میں رہتے ہیں وہ بھی ایسے ہی ناواقف ہیں جیسے عموماً مسلمان بنگالے کے رہنے والے - بنگالے میں مسلمانوں کی آبادی اس قدر زیادہ ہے کہ اگر اُن بنگالیوں کی جو کانگریس کا غُل شور مچا رہے ہیں خواہشیں پوری ہو جاویں تو نہایت ہی مشکل ہے کہ بنگالے ہی میں بنگالی امن سے رہ سکیں - یہ تجویزیں کانگریس کی ایسے مُلک کے لیئے جہاں دو مختلف قومیں مِل کر آباد ہیں - ایک کنوئیں سے پانی پیتی ہیں - ایک شہر کی ہوا کھاتی ہیں - ایک کی زندگی دوسری پر منحصر ہے' نہایت بداندیشی کی تجویزیں ہیں - ایک دوسرے میں عداوت پیدا کر دینا نہ امن کے لیئے مفید ہے' نہ مُلک کے لیئے' نہ شہر

کے لیئے ۔

اب اس قدر تمہید کے بعد مَیں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری قوم بلکہ ہمارے مُلک کے لوگوں کو پولٹیکل امور میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے ۔ میں ہندوستان کے پولٹیکل امور کی نسبت سلسلہ وار بیان کرونگا تاکہ کافی طور پر غور کرنے کا موقع ملے ۔ سب سے اوّل جو پولٹیکل مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں مُلک کا انتظام اور مُلک کی سلطنت کس کی ہونی چاہیئے اس وقت فرض کرو کہ تمام انگریز اور تمام انگریزوں کی فوج ہندوستان کو چھوڑ کر چلی جاوے ۔ وہ اپنا توپخانہ اور اپنے تمام عمدہ ہتیار اور تمام چیزیں جہازوں پر لاد کر لے جاویں تو ہندوستان میں کون حاکم ہوگا ؟ کیا ایسی حالت میں ہندو اور مسلمان دونوں قومیں ایک گدی پر بیٹھکے برابر درجہ پر رہ سکیں گی ؟ ہرگز نہیں ۔ ضرور ہوگا کہ دونوں میں سے ایک دوسری کو مغلوب کرے اور دبا لے ۔ یہ چاہنا کہ دونوں برابر رہیں یہ ناممکن اور امر محال ہے ۔ اس کے ساتھ یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ گو مسلمان ہندوستان میں بہ نسبت ہندوؤں کی تعداد کے کم ہوں ۔ اور گو ان لوگوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہو جو انگریزی میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم پائے ہوئے ہیں لیکن اُن کو حقیر اور کمزور سمجھنا نہیں چاہیئے ۔ غالباً وہ خود ہی اپنے سنبھالنے کے لیئے کافی ہوں ۔ لیکن اگر نہ ہوں تو جس وقت ایک ٹڈی دل ہمارے مسلمان پٹھان بھائیوں کا پہاڑوں کی کھوؤں میں سے نکلیگا وہ اس سرے سے بنگالے کے اُس سرے تک خون کی ندیاں بہا دیگا یہ بات کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد کون غالب ہوگا خدا کی مرضی پر موقوف ہے ۔ لیکن جب تک کہ ایک قوم دوسری قوم کو زیر نہ کرے گی اور تابعدار نہ بنا لے گی ملک میں امن نہ ہوگا ۔ یہ امر ایسا مسلم الثبوت ہے کہ اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ۔ اب فرض کرو کہ انگریز تو ہندوستان میں نہیں ہیں ۔ اور ہندوستان کی ایک قوم نے دوسری قوم کو دبا لیا ہے ۔ خواہ ہندوؤں نے مسلمانوں کو اور خواہ مسلمانوں نے ہندوؤں کو ۔ لیکن اُسی وقت یورپ کی اور سلطنتیں جیسی کہ جرمن ۔ فرانس ۔ پرتگیز ۔ روس ہندوستان پر حملہ کریں گی ۔ اُن کے جنگی جہاز لوہے کے منڈھے ہوئے چمکتی ہوئی توپوں اور ہتیاروں کو لادے ہوئے چاروں طرف سے ہندوستان کو آن گھیریں گے ۔ اُس وقت ہندوستان کا بچانے والا کون ہے ؟ نہ ہندو اُس کو بچا سکیں گے نہ مسلمان ، اور نہ راجپوت اور نہ ہمارے بھائی بہادر پٹھان ۔ اُس وقت کیا نتیجہ ہوگا ؟ صریح نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان پر غیر مُلک کے لوگ حکومت کرینگے ۔ کیونکہ ہندوستان کی حالت یہ ہے کہ اگر غیر مُلک کی سلطنتیں اُس پر حملہ کریں تو کسی کی طاقت نہیں ہے کہ اُن کا مقابلہ کرے ۔ اس دلیل سے لازم آتا ہے کہ انجام کو ہندوستان پر پھر ایک غیر مُلک

کی حکومت ہوگی۔ نہ ہندوستانیوں میں سے کسی کی۔ اب آپ فیصلہ کر لیجیئے کہ غیر ملک کی سلطنتوں میں سے آپ کس مُلک کی حکومت ہندوستان پر پسند کرتے ہیں۔ مَیں پوچھتا ہوں کہ تم جرمن کی حکومت پسند کرو گے؟ جس کی رعایا ٹکس کے مارے روتی ہے اور جنگی قانونوں سے تنگ ہے۔ فرانس کی حکومت پسند کرو گے؟ مَیں جانتا ہوں کہ شاید تم رُوس کی سلطنت کو پسند کرو گے جو ہندوستان کا اور مُسلمانوں کا بڑا دوست ہے اور ہندؤں کو نہایت آرام سے رکھیگا اور اُن کے مال اور دولت کی جو اُنہوں نے انگریزی حکومت میں حاصل کی ہے نہایت حفاظت کرے گا۔ اِس وقت جتنی سلطنتیں طاقتور ہیں اُن کا کچھ نہ کچھ خیال ہر شخص کو ہے۔ ہر شخص خیال کرے گا کہ وہ سلطنتیں بہ نسبت انگلش گورنمنٹ کے نہایت بدتر اور بدتر سے بدتر ہیں۔ پس لازم آتا ہے کہ ہندوستان کے امن کے لیئے اور مُلک میں ہر چیز کی ترقی کے لیئے انگلش گورنمنٹ کا بہت دنوں تک بلکہ ہمیشہ کے لیئے رہنا ضرور ہے اور جبکہ ہم نے یہ تسلیم کر لیا کہ اَور سلطنتوں کی بہ نسبت انگریزی سلطنت کا ہمارے ملک کی بہتری کے لیئے ہمارے ملک میں رہنا ضرور ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ آیا کوئی ایسی نظیر دنیا میں ہے کہ ایک غیر قوم نے غیر قوموں کو فتح کر کے اُن پر حکومت کی ہو اور اُس مفتوح قوم نے اس بات کا دعوےٰ کیا ہو کہ اُن کو ریپریزینٹیٹو گورنمنٹ ملنے کا حق ہے؟ ریپریزینٹیٹو گورنمنٹ کا پہلا اصول یہ ہے کہ قومی سلطنت ہو اور وُہی قوم اپنی قوم پر اور اپنے ملک پر حکومت کرتی ہو۔ تم دنیا کی کسی تاریخ میں بتا سکتے ہو کہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ ایک غیر قوم کسی ملک کو فتح کرنے کے بعد اُس ملک پر حکومت کرتی ہو اور مفتوح ملک والوں کو ریپریزینٹیٹو گورنمنٹ دی گئی ہو؟ کبھی ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ جس نے ہمکو فتح کیا ہے اُس کو ہم پر اپنی حکومت کا قایم رکھنا ضرور ہے۔ ہاں جب حاکم اور محکوم ایک قوم ہوں تو ریپریزینٹیٹو گورنمنٹ قایم ہو سکتی ہے۔ مثلاً افغانستان جہاں **امیر عبدالرحمن خاں** اُس کے والئ مُلک ہیں اور اُن کے مُلک کے لوگ تمام افغان بھائی بند ہیں وہ چاہیں تو ریپریزینٹیٹو گورنمنٹ مقرر کریں۔ لیکن ایسے مُلک میں جہاں دوسری قوم حکومت کرتی ہے یہ خیال کرنا کہ وہاں بھی ریپریزینٹیٹو گورنمنٹ قایم ہو خیال محال ہے اور نہ آج تک دنیا کے کسی مُلک کی تاریخ میں اِس کا پتہ مِل سکتا ہے۔ پس یہ کہنا کہ ہم کونسل میں الیکشن سے ممبر مقرر کریں گے اصول گورنمنٹ کے برخلاف ہے۔ اور کوئی گورنمنٹ ہو انگریز یا جرمن یا فرانس یا روس یا مسلمان اِس اصول کو کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتی۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ مُلک کی حکومت ہمارے ہاتھ میں چھوڑ دو۔ پس ایسے بیجا امور میں ہماری قوم کو شریک ہونا اور اُس کے

کلمہ گوؤں میں شامل ہونا ہرگز مناسب نہیں ہے اور ہماری قوم کی حالت کے بھی بالکل برخلاف ہے ❖

دوسرا امر بجٹ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ہم کو بجٹ پر ووٹ دینے کا اختیار دیا جاوے جس خرچ کو ہم منظور کریں منظور ہو اور جس کو نامنظور کریں نامنظور کیا جاوے۔ خیال کرو کہ یہ اصول بھی کس گورنمنٹ سے علاقہ رکھتا ہے۔ اُسی گورنمنٹ سے متعلق ہے جہاں از روئے اصول گورنمنٹ کے ریپریزینٹیٹو گورنمنٹ مقرر ہو سکتی ہو۔ حاکم اور محکوم دونوں ایک قوم ہوں لڑائی یا صلح میں بھی جو اَور قوموں سے درپیش ہو اُن کو رائے دینے کا حق ہو۔ مگر یہ اصول ایسی گورنمنٹ سے متعلق نہیں ہو سکتا جہاں ایک غیر قوم نے دوسری قوم کو فتح کیا ہو۔ انگریزوں نے ہندوستان کو اور اُس کے ساتھ ہمکو فتح کر لیا ہے۔ اور جس طرح ہم نے اِس ملک کو تابعدار یا غلام بنا لیا تھا اُسی طرح اُنہوں نے ہمکو بھی تابعدار یا غلام بنا لیا ہے پھر کیا یہ اصول سلطنت کے مطابق ہے کہ وہ ہم سے پوچھیں کہ ہم برہما جا کر لڑیں یا نہ لڑیں۔ ایسا کبھی ہوا ہے؟ اور سلطنت کا کوئی اصول اس کے موافق ہے؟۔ جس زمانے میں کہ مسلمانوں کی حکومت تھی اور وہ ہندوستان کے کسی ملک پر فوج کشی کرتے تھے تو کیا یہ اصول سلطنت کے مطابق تھا کہ وہ بادشاہ ہندوستان کی رعایا سے پوچھتے کہ ہم اُس ملک کو فتح کریں یا نہ کریں؟ وہ کس سے پوچھتے؟ کیا اُن سے جن کو اُنہوں نے فتح کیا اور اپنا غلام بنا لیا اور اب اُنہیں کے دوسرے بھائیوں کو غلام بنانے کا ارادہ کرتے ہیں؟ ہماری قوم نے خود بھی سلطنت کی ہے اور ہماری قوم کے لوگ اب بھی سلطنت کر رہے ہیں۔ کیا کوئی اصول ایسا ہے جس سے سلطنت کا غیر قوم پر اس طرح سے کام چل سکے؟ ❖

بجٹ پر رائے دینا ایک اَور اصول پر بھی منحصر ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ جس مُلک کی رعایا اپنی جان اور مال سے سلطنت کے کُل خرچ کی ذمہ وار ہے اُسی کو بجٹ پر رائے دینے کا بھی حق ہے۔ وہ کہہ سکتی ہے کہ یہ خرچ کرو۔ اور یہ خرچ مت کرو۔ اور جس قدر سلطنت کے کاموں میں خرچ ہو اُس کا فرض ہے کہ وہ اُس کو ادا کرے۔ مثلاً انگلستان میں تمام لوگوں کا روپیہ اُن لوگوں کی تمام جائداد اور مال ڈیوک سے لیکر جُوتہ سینے والے تک ضرورت کے وقت گورنمنٹ کا مال ہے۔ رعایا کا فرض ہے کہ اپنا تمام روپیہ تمام جائداد۔ تمام مال گورنمنٹ کو دے۔ کیونکہ وہ ذمہ وار ہیں کہ جو کچھ گورنمنٹ کو ضرورت ہو وہ پوری کریں اور کہیں کہ ہاں لو۔ ہاں لو۔ اور خرچ کرو۔ مارو دشمن کو۔ یہ اصول ہے اُن لوگوں کا جو

ہے۔ہندوستان میں گورنمنٹ کا ذمہ ہے کہ وہ خود اپنی سلطنت کو چلاوے اور جس طرح مناسب سمجھے اپنی فوج اور اپنی سلطنت کا خرچ پیدا کرے۔ہندوستان میں گورنمنٹ کو زمین کی پیداوار سے ایک معین مالگذاری لینے کا حق ہے گویا کہ وہ ایک اجارہ دار ہے کہ اُس آمدنی سے اپنی سلطنت کو قایم رکھے۔جو معاہدہ کہ اُس نے مالگذاری پر کرلیا ہے اُس سے اضافہ کا اُسکو اختیار نہیں کیسی ہی ضرورت پیش آوے وہ زمینداروں سے نہیں کہہ سکتی کہ تم مالگذاری میں اضافہ کردو' نہ زمیندار گورنمنٹ کا حق سمجھتے ہیں کہ ضرورت کے وقت بھی وہ زمینداروں سے معینہ مالگذاری سے زیادہ کچھ روپیہ لے۔اگر اس وقت رُوس سے لڑائی درپیش ہو تو کیا تمام زمیندار اور تعلقدار مقررہ جمع سے دوچند روپیہ دینے کو راضی ہونگے؟ ایک پیسہ بھی زیادہ نہیں دینے کے۔پھر کیا حق ہے اُن کو مداخلت کا کہ وہ کہیں کہ بجٹ میں اِس قدر خرچ ہونا چاہیئے اور اِس قدر نہیں۔یہی طریقہ تمام بادشاہوں کا اور تمام ایشیائی سلطنتوں کا رہا ہے۔جس وقت کہ تم اپنی مالگذاری سے لڑائی کے وقت بھی ایک پیسہ زیادہ نہیں دیتے تو تم کو کیا حق بجٹ میں دست اندازی کا ہے؟ ❊

بجٹ پر غور کرنے سے اصلی مقصد جزرسی ہے۔جزرسی ایک ایسی چیز ہے کہ شخص ہر شخص اپنے گھر کے انتظام میں بھی اُس کا لحاظ رکھتا ہے۔یہ خیال کرنا کہ گورنمنٹ جزرس اور کفایت شعار نہیں ہے اور بیجا روپیہ خرچ کردیتی ہے خیال خام ہے۔گورنمنٹ جہاں تک کہ ممکن ہے جزرسی اور کفایت شعاری سے کام کرتی ہے۔ہماری گورنمنٹ ایسی سخت کنجوس ہے کہ بیفایدہ ایک پیسہ بھی کسی کو نہیں دیتی جب تک نہایت ضرورت نہ ہو۔اور بہت بڑا زور نہ پڑے اور شدید ضرورت پیش نہ آوے' ایک پیسہ خرچ نہیں کرتی۔اگلے بادشاہوں کی فیاضی کو وہ بالکل بھول گئی ہے۔پچھلے زمانے کے بادشاہ شاعروں اور مصنفوں کو جاگیریں اور لاکھوں روپیہ مفت دیتے تھے۔ہماری گورنمنٹ ایسے معاملات میں ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرتی۔اِس سے زیادہ اَور کیا کفایت شعاری ہوسکتی ہے۔اُس نے مصنفین کو انعام دینے کے بدلے کاپی رائیٹ کا حق دیا ہے۔وہ بھی دو روپیہ لیکر رجسٹری کردیتی ہے اور ایک چٹھی بطور سند کے لکھ دیتی ہے کہ چالیس برس تک اَور کوئی اس کتاب کو نہیں چھاپ سکے گا۔تم چھاپو اور بیچو۔نفع اُٹھاؤ۔یہی تمکو انعام گورنمنٹ کی طرف سے ہے ❊

لوگ گورنمنٹ کی آمدنیوں کی طرف تو خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگلی سلطنتوں سے آمدنی بہت زیادہ ہے مگر گورنمنٹ کے خرچ کا خیال نہیں کرتے کہ وہ بھی کس قدر زیادہ

ہے۔ اگلے زمانہ میں فوج کے سپاہی کے لیئے ایک تلوار پندرہ بیس روپیہ کی اور ایک بندوق دس پندرہ روپیہ کی اور گُتکّی کا بنا ہوا اسینگڑا اور ایک لچھا توڑوں کا کافی تھا۔ اس زمانے میں دیکھو کہ فوج کے اخراجات کس قدر بڑھ گئے ہیں۔ اور ہتھیاروں میں کس قدر ترقی ہوئی ہے اور روز بروز اعلےٰ درجے کے ہتھیار نکلتے آتے ہیں، اور پچھلے ہتھیار ناکارہ ہوجاتے ہیں، اگر فرانس یا جرمن میں کوئی بندوق یا توپ نئی قسم کی ایجاد ہو تو کیا یہ ممکن ہے کہ گورنمنٹ اپنی تمام پُرانی قسم کی بندوقوں اور توپوں کو نہ توڑ دے؟ اور نئی قسم کی توپیں اور بندوقیں نہ بنائے؟ جب اخراجات اِس قدر بڑھ گئے ہیں تو تعجب ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کا کیونکر کام چلتا ہے اِس تھوڑے سے ٹیکس سے جو گورنمنٹ وصول کرتی ہے (چیئرز) شاید اکثر لوگ میری اِس بات کو پسند نہ کریں گے مگر جو واقعہ گذرا ہے مَیں اُس کو علانیہ کہتا ہوں کہ جس وقت غدر کے بعد آنریبل **ولسن** وزیر خزانہ ہوئے اور اوّل اوّل اُنہوں نے ٹیکس کا ایک قانون جاری کیا اور اپنی اسپیچ میں یہ کہا کہ "یہ ٹیکس پانچ برس تک جاری رہے گا" میرے ایک معزز انگریز دوست نے وہ اسپیچ مجھ کو دکھائی اور پوچھا کہ آپ اِس کو پسند کرتے ہیں؟ میں نے اُسکو پڑھا اور کہا کہ میں نے آج تک آنریبل ولسن سے زیادہ نادان وزیر خزانہ نہیں دیکھا۔ وہ متعجب ہوئے۔ میں نے کہا کہ یہ قید پانچ برس کی غلط ہے۔ ہندوستان کی حالت ایسی ہے کہ دوامی ٹیکس ہونا چاہیئے۔ اِس وقت خیال کیجیئے کہ گورنمنٹ کو اپنے دوست افغانوں کی حفاظت اور اُن کی حفاظت ضروری ہے۔ گورنمنٹ کو فرانٹیر کے استحکام کی ضرورت ہے انگلستان میں اگر اس طرح پر کسی سرحد کے استحکام کی ضرورت ہوتی تو خود رعایا اپنے ٹیکس کو دُگنا اور تگنا کر کے اُس ضرورت کو پُورا کر دیتی۔ بہرحال میں گو بالفعل خرچ کی ضرورت ہے مگر اُس سے آیندہ زیادہ آمدنی ہونے کی توقع ہے۔ ایسی حالت میں اگر گورنمنٹ نے نمک پر آٹھ آنہ فی من محصول بڑھا دیا تو کیا یہ امر اِس قابل ہے کہ ہم گورنمنٹ کے محصول بڑھانے کی شکایت کریں؟ یہ اضافہ محصول کا اگر ہر شخص پر پھیلایا جاوے تو آدھا پیسہ بلکہ ایک دمڑی یعنی چوتھائی پیسہ سے زیادہ نہیں پھیلنے کا۔ اس پر غل مچانا اور گورنمنٹ کی مخالفت کرنا اور گورنمنٹ کو ظالم بتانا کس قدر بیہودہ اور ناواجب امر ہے اور اُسپر ہم دعویدار ہیں کہ ہمکو بجٹ پر بحث کرنے کا حق حاصل ہے ٭

جب یہ امر طے ہو گیا کہ ہندوستان میں انگلش گورنمنٹ کی حکومت ضروری ہے تو ہندوستان کے لیئے یہی مفید ہے کہ اُس کی حکومت نہایت استحکام سے ہندوستان میں قایم رہے اور گورنمنٹ کے لیئے بھی یہی مفید ہے کہ وہ اپنے استحکام کے لیئے جس قدر مناسب سمجھے

فوج رکھے اور اپنے افسر فوج میں مقرر کرے اور ہر ایک ضلع میں ایسے افسر مقرر کرے جس پر
اُس کو پوری طمانیت ہو تاکہ اگر کسی ضلع میں کوئی سازش پیدا ہو تو وہ اُس کا علاج کر سکے۔ آیا یہ
فرض گورنمنٹ کا ہے کہ نہیں کہ سازشوں اور بغاوتوں کی روک کے واسطے اپنی سلطنت
میں یوروپین افسروں کو مقرر کرے؟ انصاف کرو اور اپنے دل میں سوچو کہ یہ ایک نیچرل قاعدہ
ہے کہ اپنی قوم پر لوگ زیادہ تر یقین رکھتے ہیں۔ اگر تم سے کوئی انگریز ایک بات کہے اور وہ
سچ بھی ہو تو بھی تم مشتبہ رہتے ہو۔ لیکن جس وقت تم سے تمہارے گھر میں تمہارا ہم قوم
یا تمہارا بھائی بند پرایویٹ طور پر کوئی بات کہتا ہے تو تم کو فوراً یقین آجاتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے
کہ اتنی بڑی سلطنت کے انتظام اور رازداریوں کے لیئے اور ہر ایک طرح کی خبر پہونچنے کے
لیئے گورنمنٹ اپنی قوم کے افسر مقرر نہ کرے؟ اور یہ تمام امور تم پر چھوڑ دے اور کہدے
کہ تم جو چاہو کرو۔ یہ جو کچھ کہ میں نے کہا۔ یہ ایسے ضروری امور انتظام سلطنت کے ہیں کہ
کسی قوم کی سلطنت ہو وہ اُس کو فروگذاشت نہیں کر سکتی۔ منصف اور نیک گورنمنٹ کا
یہ کام ہے کہ اِن اصول کو محفوظ رکھکر اُس مُلک کے لوگوں کو جن پر وہ حکومت کرتی ہے
عزّت دے اور جو اعلےٰ سے اعلےٰ عہدے وہ اُن کو دے سکتی ہے اُن کو دے۔ مگر
حقیقت میں ہم یہ دعوےٰ نہیں کر سکتے کہ ہمکو فلاں عہدہ ملنے کا حق ہے اور ہمکو کسی ضلع
کے مستقل حاکم ہونے کا استحقاق حاصل ہے۔ سینکڑوں چیزیں ایسے راز کی ہیں کہ جو گورنمنٹ
ظاہر نہیں کر سکتی۔ اگر گورنمنٹ ہمکو ایسی ذمہ واریوں اور رازداریوں کے عہدوں پر مقرر کرے
تو اُس کی مہربانی ہے۔ بے شک ہم وفاداری اور رازداری کرینگے۔ لیکن دعویدار ہونا اور حق
جتلانا ایک دوسری چیز ہے اور گورنمنٹ کا خود ہمکو وفادار اور رازدار یقین کرکے اُن عہدوں
کا دینا دوسری چیز ہے۔ اور اُس میں اور اِس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جس امر پر کہ سلطنت
کا مدار اور استحکام مبنی ہے کس طرح ممکن ہے کہ ہم بطور ایک حق کے اُس کے ملنے کا دعوےٰ
کریں۔ ہمکو ہرگز استحقاق نہیں ہے کہ ہم جس کو چاہیں کونسل میں بٹھائیں اور جس کو چاہیں
نہ بٹھائیں۔ جو قانون چاہیں پاس کریں اور جو چاہیں نہ کریں۔ اگر قانونی کونسل میں بیٹھنے کا ہمکو
استحقاق ہے تو امپیریل کونسل میں بیٹھنے کے نہ استحقاق ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے امپیریل
کونسل میں ہزاروں فارن پالسی کے معاملات اور راز کی باتیں پیش ہوتی ہیں۔ کیا تم انصافاً
کہہ سکتے ہو کہ ہم ہندوستانیوں کو اِن باتوں کے دعوےٰ کرنے کا استحقاق حاصل ہے؟
ایسی باتوں میں شورش کرنے سے ہمارا اور مُلک کا نقصان ہے۔ اصول گورنمنٹ کے بھی خلاف
ہے۔ اور ملک کے امن کے لیئے بھی مضر ہے۔ ہمارے بنگالی دوستوں کے خیال

ترقی کر گئے ہیں۔ وہ وہاں پہونچنا چاہتے ہیں جہاں پہونچ نہیں سکتے۔ لیکن اگر میری غلطی نہ ہو تو میں جانتا ہوں کہ بنگالیوں نے کبھی کسی زمانے میں ملک کے کسی ایک ٹکڑے پر بھی حکومت نہیں کی۔ وہ اس بات سے محض ناواقف ہیں کہ غیر قوم غیر قوموں پر کیونکر حکومت کرسکتی ہے۔ اُنہوں نے غیر قوموں کی حکومت سہی ہے مگر غیر قوموں پر حکومت نہیں کی۔ اے میرے دوستو! مسلمان بھائیو! تمہارے بزرگوں نے ملک فتح کئے ہیں۔ غیر قوموں پر حکومت کی ہے۔ ایشیا پر تم نے حکومت کی ہے۔ یورپ پر تم نے حکومت کی ہے۔ تم جان سکتے ہو کہ حکومت کیونکر قایم رہ سکتی ہے۔ ملک پر کیونکر قبضہ رہ سکتا ہے۔ پس تم اپنے بزرگوں کے حالات پر قیاس کرو اور برٹش گورنمنٹ کے ساتھ جس کو خدا نے ہندوستان پر حکومت دی ہے نا انصافی مت کرو۔ اور انصاف سے دیکھو کہ اُس کو اپنی سلطنت قایم رکھنے۔ ملک پر قبضہ رکھنے کے لئے کیا کیا کرنا ضروری ہے۔ تم ان باتوں کی قدر جان سکتے ہو، نہ وہ لوگ جن کے ہاتھ نہ کبھی ملک رہا اور نہ کوئی ملک فتح کیا۔ اے میرے مسلمان بھائیو! میں تم کو پھر سمجھاتا ہوں کہ تم نے ملکوں پر حکومت کی ہے۔ اور صدہا سال تک مختلف ملکوں کو اپنے قبضہ میں رکھا ہے۔ سات سو برس تک ہندوستان پر تم نے شہنشاہی کی۔ تم جانتے ہو کہ حکومت کرنا کیا چیز ہے۔ تم اُس قوم کے ساتھ نا انصافی نہ کرو جو تم پر حکومت کرتی ہے اور پھر اس کے ساتھ غور کرو کہ وہ کس ایمانداری سے حکومت کرتی ہے۔ جس خوبی سے انگلش گورنمنٹ نے غیر قوم پر حکومت کی ہے دنیا کی تاریخ میں اُس کی نظیر نہیں ملتی۔ تم دیکھتے ہو کہ قانون نے کس قدر آزادی دی ہے اور کس قدر حقوق کی حفاظت کی ہے۔ ہندوستانیوں کو ترقی دینے اور رفتہ رفتہ معزز عہدوں تک پہونچانے میں بھی کمی نہیں کی۔ ابتدائے عملداری میں بجز دفتر کی نوکریوں اور قضا کے منصب کے اور کچھ نہیں تھا۔ پرگنہ کے قاضی جو کمشنر کہلاتے تھے چھوٹے چھوٹے مقدمات دیوانی کے فیصل کرتے تھے اور نہایت قلیل فیس اُن کو ملتی تھی۔ سنہ ۱۸۳۲ء اور سنہ ۱۸۳۳ء تک اسی کے قریب قریب حال رہا۔ اگر میری یاد میں غلطی نہیں تو لارڈ بنٹنک کے وقت میں معزز عہدے ہندوستانیوں کو ملنے شروع ہوئے۔ منصفی۔ صدر امینی۔ صدر الصدوری۔ ڈپٹی کلکٹری اور مجسٹریٹی کے عہدے بیش قرار تنخواہ کے ہندوستانیوں کو دیئے گئے پھر برابر اُس میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ کلکتہ کے ہائیکورٹ میں ایک کشمیری پنڈت ہندوستانی جج یورپین ججوں کے برابر تنخواہ پانے والا اوّل مقرر ہوا۔ اُس کے بعد برابر بنگالی ہائی کورٹ کے جج ہوتے چلے آئے۔ اسوقت شاید تین بنگالی ہائی کورٹ کلکتہ میں اور اسی طرح چند ہندو بمبئی اور مدراس میں ہندوستانی جج ہیں

بے شک تمہاری بدقسمتی تھی کہ کوئی مسلمان جج اب تک نہیں ہوا تھا مگر الہ آباد ہائی کورٹ میں ایک مسلمان جج موجود ہے (چیئرز)۔ ہندوستانی ہائی کورٹ کے جج یورپین مجسٹریٹوں اور ججوں کے فیصلوں کو منسوخ کرتے ہیں۔ اُن سے بے ضابطگیوں کی کیفیتیں طلب کرتے ہیں۔ اُن کی غلطیوں اور غلط کارروائیوں پر ملامت کرتے ہیں۔ ہندوستانی ماتحت حاکم بھی اپنے اپنے عہدوں پر مستقل حکومت رکھتے ہیں۔ ایک ڈپٹی کلکٹر ایک سب جج ایک منصف اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور مطلق خیال نہیں کرتا کہ کلکٹر یا جج کی کیا رائے ہے۔ یہ سب باتیں لڑائی اور مقابلے سے حاصل نہیں ہوئیں۔ جہاں تک تم نے اپنے آپکو اپنی گورنمنٹ کا معتمد بنایا اُسی درجے تک تم نے اُن درجوں کو پایا۔ تم اپنے آپ کو اُن کا دوست بناؤ اور اُن کے دل میں اپنا اعتبار بٹھاؤ اور ثابت کرو کہ تم ایسے ہی اُن کے دوست ہو جیسے کہ انگلش اور اسکاچ۔ اُس کے بعد جو تم کو دعوے کرنا ہو کرو بشرطیکہ لیاقت بھی ہو ❖

اس اختلاف میں جو اس وقت پولٹیکل معاملات میں ہو رہا ہے اور مجھے افسوس ہے کہ اُس میں ہمارے مُلک کے ہندو بھائی بھی شریک ہیں جن کو میں نے ابھی نصیحت کی ہے اور غالباً کسی غلط خیال سے وہ شریک ہو گئے ہیں۔ اُن معاملات کی نسبت میں اپنے مُسلمان بھائیوں کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں ❖

بنگالیوں کی کارروائی کو ہم اپنے مُسلمان بھائیوں کے مفید نہیں سمجھتے۔ ہمارے مُلک کے ہندو بھائی ہمکو چھوڑتے ہیں اور بنگالیوں کے شریک ہوتے ہیں۔ پس ہمکو اُس قوم کے ساتھ شریک ہونا چاہیئے جس کے ساتھ ہم شریک ہو سکتے ہیں۔ کوئی مسلمان یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ انگریز اہل کتاب نہیں ہیں۔ کوئی مسلمان اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ کوئی غیر مذہب والے مُسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے ہیں اگر ہو سکتے ہیں تو وہ عیسائی ہیں۔ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝[1]

[1] تو پاوے گا سب لوگوں سے زیادہ مُسلمانوں کی دشمنی میں یہود اور مشرکوں کو اور تو پاوے گا سب سے نزدیک مسلمانوں کی محبت میں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم لوگ نصاریٰ ہیں۔ یہ اس واسطے کہ وہ عالم ہیں اور درویش ہیں اور یہ کہ وہ متکبر نہیں ہیں ۱۲ (ترجمہ مولوی عبد القادر)

جس شخص نے قرآن شریف پڑھا ہوگا اور جسکو اُسپر یقین ہوگا وہ جان سکتا ہے کہ ہماری دوستی ہماری محبت کسی دوسرے مذہب والی قوم سے اس قدر نہیں ہو سکتی جتنی کہ عیسائیوں سے۔ اس وقت ہماری قوم خراب حالت میں ہے دولت کے لحاظ سے، علم کے لحاظ سے۔ لیکن خدا نے اپنی مہربانی سے نورِ ایمان ہمکو دیا ہے۔ **قرآن شریف** ہماری ہدایت کے لیئے موجود ہے۔ جس نے ہمکو اُن کا اور اُن کو ہمارا دوست بنایا ہے۔ اب خدا نے اُن کو ہمپر حاکم کیا ہے۔ پس ہم اُن سے دوستی کریں اور وہ طریقے اختیار کریں جس میں اُن کی حکومت کو ہندوستان میں استقلال اور استحکام رہے اور بنگالیوں کے ہاتھ میں نہ جاوے۔ یہی ہماری دوستی ہمارے عیسائی حاکموں کے ساتھ ہے اور جو لوگ ہمکو گڑھے میں ڈھکیلنا چاہتے ہیں اُن کے ساتھ شریک نہ ہوں ایسی حالت میں کہ بنگالیوں کی کارروائیوں سے ہماری قوم کو نقصان پہونچنے والا ہے۔ ہم مطیع الہنود ہونا بجائے مطیع اہل کتاب ہونے کے پسند نکریں۔ اور جہاں تک ہم سے ہو سکے ہم انگلش گورنمنٹ کے وفادار رہیں۔ اِس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں عیسائی مذہب کا طرفدار ہوں۔ عیسائی مذہب کا جیسا کہ میں مخالف بلکہ دُشمن ہوں اور جیسی جیسی سخت کتابیں میں نے عیسائی مذہب کے برخلاف لکھی ہیں شاید ہے کسی نے لکھی ہونگی گو وہ مذہب کیسا ہی ہو مگر خدا نے اُسی مذہب والوں کو ہمارا دوست کہا ہے۔ ہم کو خدا کے اُس حکم کے مطابق (نہ اُن کے مذہب کے خیال سے) اُن کا دوست اور وفادار رہنا چاہیئے۔ ہمارے مُلک کے ہندو بھائی اور بنگال کے بنگالی اور بمبئی کے برہمن اور مدراس کے ہندو مدراسی اگر ہم سے علیحدہ ہونا چاہتے ہیں اُن کو علیحدہ ہونے دو اور کچھ پرواہ مت کرو۔ **انگریزوں** سے ہم سوشیل طور سے بھی **دوستی** برت سکتے ہیں ہم اُن کے ساتھ کھا سکتے ہیں وہ ہمارے ساتھ کھا سکتے ہیں۔ ہمکو جو کچھ اپنی بھلائی کی توقع ہے وہ انگریزوں سے ہے۔ بنگالی ہماری قوم کے لیئے کچھ بھلائی نہیں کر سکتے۔ **قرآن مجید** بھی اُنہیں سے دوستی کرنے کی ہدایت کرتا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اُن کے دوست اور وفادار نہ ہوں بلکہ ہمکو لازم ہے کہ جو کچھ خدا نے کہا ہم اُس کی تعمیل کریں۔ اسکے علاوہ خدا نے اُن کو ہمپر حاکم کیا ہے۔ ہمارے **پیغمبر** صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تمپر حبشی غلام حاکم ہو تو اُس کی بھی اطاعت کرو۔ دیکھو اس وقت ایک یُوریپن مسٹر بک مجلس میں موجود ہیں۔ وہ تو کالے نہیں ہیں۔ بہت گورے ہیں۔ تو ہم اُن گورے مُنہ والوں کی جن کو خدا نے ہمپر حاکم کیا ہے کیوں نہ اطاعت اور وفاداری کریں اور خدا کا حکم بجا لائیں۔

میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ برٹش گورنمنٹ کی حکومت میں تمام چیزیں اچھی ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کوئی گورنمنٹ دنیا میں ایسی ہے یا ایسی ہوئی ہے جس میں کوئی چیز خراب نہ ہو خواہ وہ گورنمنٹ مسلمانوں کی ہو یا ہندوؤں کی یا عیسائیوں کی۔ اس وقت سلطان روم جو مسلمان شہنشاہ ہیں اور جن پر ہم مسلمانوں کو فخر ہے جو اُنہیں کی مسلمان رعایا کچھ نہ کچھ اُن سے شکایت رکھتی ہے۔ مصر کی سلطنت کا بھی یہی حال ہے۔ یورپ کی سلطنتوں کو دیکھو اور خود لنڈن کی سلطنت کے حال پر غور کرو کہ ہزاروں آدمی گورنمنٹ کی شکایت کرتے ہیں۔ کوئی سلطنت ایسی نہیں ہے کہ تمام لوگ اُس سے راضی ہوں۔ اگر ہمکو بھی انگریزی گورنمنٹ سے کچھ شکایت ہے تو کوئی نئی بات نہیں ہے۔ خدا کی گورنمنٹ میں بھی تو لوگ اُس کا شکر نہیں کرتے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم گورنمنٹ سے کوئی چیز نہ مانگو۔ میں خود تمہاری طرف سے واجبی باتوں پر لڑوں گا مگر وہ چیز مانگو جو وہ تمکو دے سکتی ہو یا جن چیزوں کے تم بلحاظ انتظام ملکی مستحق ہو۔ اگر تم ایسی چیز مانگتے ہو جو تمکو گورنمنٹ نہیں دے سکتی تو گورنمنٹ کا قصور نہیں ہے بلکہ مانگنے والے کی بیوقوفی ہے۔ اور جو کچھ مانگو اس طرح پر نہیں کہ گورنمنٹ کے تمام کاموں کو ظالمانہ کام قرار دو تم اعلےٰ سے اعلےٰ عہدہ داروں کو دشنام دہی سے یاد کرو اور جس قدر سخت اور نالایم الفاظ تمکو ملیں وہ لارڈ لٹن اور لارڈ ڈفرن کے حق میں ادا کرو اور تمام انگریزوں کو ظالم بتاؤ اور اسی مضمون سے اخباروں کے کالم کے کالم سیاہ کرو۔ ان باتوں سے کچھ نہیں مل سکتا۔ تمہارے اوپر اُن کو خدا نے حاکم کر دیا۔ یہ خدا کی مرضی ہے۔ ہمیں خدا کی مرضی پر شاکر رہنا اور خدا کے حکم کی اطاعت کر کے اُن کا دوست اور وفادار رہنا چاہیئے نہ یہ کہ اُن پر بیجا الزامات لگائیں اور دشمنی پیدا کریں۔ یہ نہ عقلمندی کا کام ہے اور نہ ہمارے پاک مذہب کی ہدایت ہے۔ پس ہمکو جو طریقہ اختیار کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ ہم اس پولٹیکل شور و غوغا سے اپنے تئیں علیحدہ رکھیں اور ہم اپنے حال پر غور کریں اور دیکھیں کہ ہم علم میں کم ہیں۔ اعلےٰ درجے کی تعلیم میں کم ہیں۔ دولت میں کم ہیں۔ پس ہمکو اپنی قوم کی تعلیم پر کوشش کرنی چاہیئے۔ اس وقت ہمارا حال یہ ہے کہ ہندو اگر چاہیں تو ایک گھنٹہ میں ہمکو تباہ کر دیں۔ اندرونی تجارت بالکل ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے بیرونی تجارت پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ جو تجارت کہ ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے وہ اُنہیں کے پاس رہنے دو کیونکہ ہم سے دوکان پر بیٹھکر آٹا دال بیچا جاوے گا نہ سُوت کپاس کیا جاویگا۔ ہمارے ملک کی پیداوار کی تجارت جو انگریزوں کے ہاتھ میں ہے اور جس سے وہ فایدہ اُٹھاتے ہیں اُس کو اُن کے ہاتھ سے چھیننے میں کوشش کرو۔ اُن سے کہدو کہ اب آپ تکلیف نہ کریں۔ ہم خود اپنے ملک کا چمڑا انگلستان لیجاویں گے اور وہاں بیچیں گے۔ ہمارے

مُلک کے جانوروں کی ہڈیاں تم مت چُنو۔ ہم خود چُنیں گے اور امریکہ لیجاویں گے۔ ہمارے مُلک کا غلّہ۔ ہمارے مُلک کی روئی تم جہازوں میں مت بھرو۔ ہم خود اپنے جہازوں میں بھریں گے اور خود یورپ کو لیجاویں گے۔ یہ کبھی خیال مت کرو کہ گورنمنٹ تمہاری اس تجارت میں ہرج ڈالیگی۔ مگر ان سب باتوں کا حاصل ہونا تعلیم پر موقوف ہے۔ جب تم پُوری تعلیم پاؤ گے اور سچّی تعلیم تمہارے دلوں میں بیٹھے گی تو خود تمہارے دل میں اُن حقوق کا خیال پیدا ہوگا جو تم واجبی طور پر برٹش گورنمنٹ سے پا سکتے ہو اور اُسی کا نتیجہ ہوگا کہ تم گورنمنٹ میں بھی معزز عہدے حاصل کرو گے اور اعلےٰ درجے کی تجارت سے دولت حاصل کرو گے۔ اس وقت ان بیجا پولٹیکل معاملات میں بنگالیوں سے دوستی پیدا کرنا اور اُن کے ساتھ شامل ہونا مضرّت کا باعث ہوگا۔ اگر میری قوم ایسا کرے گی تو گورنمنٹ سے اور تجارت سے فایدہ اُٹھاوے گی۔ ورنہ یاد رکھو کہ گورنمنٹ تم پر نہایت سخت نظر رکھیگی کیونکہ تم بڑے مقسد۔ بڑے بہادر۔ بڑے سپاہی۔ اور بڑے لڑنے والے ہو۔ (بڑے زور سے چیئرز) *

۵۰

اسپیچ نسبت ایک رزولیوشن کے جو اوقاف مسلمانان ہند پر گورنمنٹ کو متوجہ کرنے کے لیئے پیش ہوا تھا

(اجلاس تیسرا بمقام لاہور)

جناب صدر انجمن صاحب ۔

میں اس رزولیوشن کی جس کو میرے معزز دوست خان بہادر محمد برکت علی خاں نے پیش کیا ہے تائید کرتا ہوں ۔ اور آپ کی اجازت سے کچھ مختصر حال کہنا چاہتا ہوں ۔ سنٹرل نیشنل محمڈن ایسوسی ایشن کلکتہ نے فروری ۱۸۸۲ء میں اپنی ایک عرضداشت موسومہ گورنمنٹ میں عام طور پر موجودہ حالت مسلمانوں کے لحاظ سے بہت کچھ درخواستیں کی تھیں ۔ اُس میں یہ بھی لکھا تھا کہ ایسے اوقاف جا بجا ملک میں موجود ہیں جو علاوہ مذہبی مقاصد کے مسلمانوں کی تعلیم کے لیئے بھی کام آسکتے ہیں اور درخواست کی تھی کہ گورنمنٹ اُن اوقاف کی تحقیقات کے لیئے ایک کمیشن مقرر کرے کہ کیا وہ مسلمانوں کی تعلیم میں لگائے نہیں جا سکتے اُس عرضداشت کے لحاظ پر گورنمنٹ آف انڈیا نے ۱۵ - جولائی ۱۸۸۵ء کو ایک رزولیوشن جاری کیا ۔ اُس میں یہ بات ظاہر کی کہ گورنمنٹ کے لیئے یہ امر ناممکن ہے کہ مذہبی اوقاف میں مداخلت کرے ۔ اُن لوگوں کو جو اس قسم کے اوقاف سے تعلق رکھتے ہیں بڑے بڑے اختیارات مداخلت کرنے کے بموجب ایکٹ نمبر ۲۰ سنہ ۱۸۶۳ء عطا کر دیئے گئے ہیں ۔ باایں ہمہ گورنمنٹ نے بلحاظ مسلمانوں کی طمانیت کے اُس رزولیوشن میں مدراس ۔ بمبئی بنگال ۔ ممالک مغربی و شمالی و اودھ اور پنجاب کی گورنمنٹوں کو یہ ہدایت کی تھی کہ ایک چھوٹی کمیٹی مقرر کرے اور وہ اس معاملہ پر غور کرے اور رپورٹ کرے ۔ کمیٹی مقرر کرنے کے لیئے یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ ہر ایک کمیٹی میں ایک تجربہ کار مال کا افسر اور ایک یا دو سربرآوردہ محمڈن جنٹلمین اور کم سے کم ایک لایق مسلمان قانون دان اور ایک یا ایک سے زیادہ گورنمنٹ کے قانونی ایڈوائزر شامل کیئے جاویں ۔ بنگال گورنمنٹ نے بموجب اس رزولیوشن کے ایک کمیٹی مقرر کی جس کی رپورٹ میرے ہاتھ میں موجود ہے ۔ مگر جہاں تک کہ مجھ کو علم ہے شمال و مغربی اضلاع اور اودھ میں اس قسم کی کوئی کمیٹی مقرر نہیں ہوئی ۔ اور مَیں یقین کرتا ہوں کہ پنجاب میں بھی کوئی ایسی کمیٹی مقرر نہیں کی گئی ۔ پس جو تحریک کہ اس وقت ہے وہ صرف

استقدر ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا کے اُس رزولیوشن کی ان صوبوں میں بھی مُسلمانوں کی طمانیت کے لایق تعمیل ہونی چاہیئے ÷

جناب صدر انجمن - اس رزولیوشن کے پیش کرنے سے ہمارا یہ ارادہ نہیں ہے کہ اُن اوقاف میں کچھ دست اندازی کیجاوے - یا اُن لوگوں کے قبضہ میں اور اُن لوگوں کے حقوق میں جن کے قبضہ میں یا تولیت میں وہ اوقاف ہیں اُن میں کچھ خلل ڈالا جاوے - یا جن کاموں کے لیئے وہ اوقاف ہیں اُن میں کُچھ تغیر و تبدیل کیجاوے - بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ کافی تحقیقات ہوکر یہ دریافت کیا جاوے کہ ملک میں درحقیقت مسلمانوں کے کس قدر اوقاف موجود ہیں - اور کس کس مطالب کے لیئے وہ اوقاف ہیں اور کون کون لوگ اُس کے متولی اور اُس کے قابض ہیں ÷

جناب صدر انجمن - میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت کوئی ایسی فہرست جس سے حالات مذکورہ معلوم ہوں کسی ضلع میں تیار اور موجود نہیں ہے - اور خود گورنمنٹ بھی اوقاف کے حالات سے بخوبی واقف نہیں ہے - اگر ایک ایسی کیفیت مرتب ہوجاوے جس سے ہر ایک ضلع کے یا ہر ایک صوبہ کے کل اوقاف کا حال با تفصیل معلوم ہو تو گورنمنٹ کو بھی ایسے حالات کا معلوم ہونا غیر مفید نہ ہوگا - اور مسلمانوں کے گروہ کو بھی اس حال سے واقفیت ہوگی کہ ملک میں مسلمانوں کے اوقاف کس قدر موجود ہیں - بلا شبہ گورنمنٹ نے بموجب ایکٹ نمبر ۲۰ ۱۸۶۳ء مُسلمانوں کے اوقاف کے متعلق بڑے بڑے اختیارات عطا کیئے ہیں لیکن جبکہ اوقاف کی حالت بالکل مخفی اور پوشیدہ ہے تو مُسلمان اُس کی اصلاح اور درستی اور ترقی کی نسبت کچھ کر نہیں سکتے - اُن کے واقعی حالات معلوم ہونے پر ممکن ہے کہ مسلمان اُن کی اصلاح کی طرف کوشش کریں ÷

جبکہ اُن لوگوں کو جن کو تولیت میں اور قبضہ میں بالفعل اوقاف موجود ہیں یہ طمانیت ہو کہ ہمکو اُن کی اغراض میں مداخلت کرنے کا کچھ ارادہ نہیں ہے بلکہ نہ کوئی ناواجب حق حاصل ہے بلکہ صرف اوقاف کی حفاظت اور اُن کی ترقی مقصود ہے - اور یہ خواہش ہے کہ جس مطلب سے وہ وقف کیئے گئے ہیں اُسی میں کام آویں تو ہر طرح سے ہمکو اُمید ہے کہ اُن اوقاف کے متولی اور قابض ہمارے ان کاموں کو اپنا ایک بہت بڑا امددگار تصور کرینگے اور نہایت خوشی سے ہمکو ہر طرح کی اعانت اس کام میں دیں گے ÷

چند اوقاف کا مجھ کو حال معلوم ہے کہ بسبب اتفاقیہ واقعات کے اُن پر قرضہ ہوگیا ہے اگر ہمکو ٹھیک طرح اُس کا حال معلوم ہو تو مسلمان کوشش کر کے اس قرضہ سے اوقاف کو سبکدوش

کریں تاکہ جس مقصد کے لیئے وہ وقف ہے پُوری طرح اس مقصد میں کام آوے ۔

میں ایک واقعہ کو جو میرے ہاتھ سے گذرا بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ایک مسجد کی چند دُکانیں ایک شخص کے قبضہ میں چلی گئی تھیں اور اُسپر اسقدر عرصہ گذر گیا تھا کہ قانون عدم سماعت اُس پر عارض تھا۔ جبکہ یہ حال معلوم ہوا تو مُسلمانوں نے آپس میں چندہ کرکے اُن دوکانوں کو اُس سے خرید لیا اور پھر مسجد کے متعلق کر دیا۔ اسی طرح پر اگر پُوری طرح پر اوقاف کے حالات ہمکو معلوم ہوں تو مُسلمان اپنے اوقاف کے بچانے کے لیئے اُمید ہے کہ ہر طرح کوشش کرنے کو موجود ہیں۔ ایسی ایک کیفیت مرتب ہوجانے سے جس کے لیئے یہ رزولیوشن پیش ہوا ہے بلاشبہ مُسلمانوں کو اُن کی حفاظت کا نہایت عمدہ موقعہ ملیگا ۔

بلاشبہ مسلمانوں کے اوقاف جہانتک کہ مجھ کو معلوم ہے دو قسم کے ہیں۔ ایک ایسے ہیں جو بالکل مذہبی امور کے لیئے وقف کیئے گئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں کہ جن میں کوئی حصہ خاص مذہبی امور کے لیئے ہے اور کوئی حصہ بغرض تعلیم کے وقف کیا گیا ہے۔ ایسے اوقاف جن میں متولیوں کے قبضہ میں ہیں اُن سے ہم التجا کر سکتے ہیں کہ جس قدر اُس کا حصہ مسلمانوں کی تعلیم کے لیئے مقرر ہے اُس کو ایک اسلوبی اور عُمدگی سے مُسلمانوں کی تعلیم میں خرچ کریں مگر جب تک کہ حالات معلوم ہوں کوئی کام نہیں کر سکتے۔ کیفیت جس کے تیار ہونے کی خواہش ہے اگر تیار ہوجاوے تو مُسلمانوں کی ترقی تعلیم کے لیئے بہت کچھ موقع مل سکتا ہے ۔

جناب صدر انجمن۔ اوقاف سے مسلمانوں کی تعلیم کا ذکر کرتے وقت مجھ کو اس بات کا ذکر کرنا ضرور ہے کہ بنگال میں جو کمیشن بیٹھا تھا اُس میں بدقسمتی سے باہم ممبروں کے اختلاف رائے ہوا تھا۔ یعنی بعض ممبروں کی یہ رائے تھی کہ اوقاف تعلیم سے انگریزی علوم کی تعلیم دیجاوے اور بعض ممبروں کی یہ رائے تھی کہ اُن اوقاف کی آمدنی انگریزی تعلیم میں خرچ نہیں ہوسکتی۔ مگر اُمید ہے کہ ہماری کانگریس میں ایسا اختلاف پیدا نہیں ہوگا کیونکہ گذشتہ سال کانگریس کے اجلاس سے ایک رزولیوشن پاس ہوگیا ہے کہ اوقاف کے متولی صاحبوں کو قدیم طریقہ کے مطابق عربی علوم کی تعلیم پر جس میں حدیث و فقہ و تفسیر کی تعلیم شامل ہو توجہ کرنی چاہیئے۔ اور اُن اوقاف کا روپیہ انگریزی علوم کی تعلیم میں صرف کرنا اُس نیت اور ارادہ کے مطابق نہیں ہے جس نیت اور مقصد سے وقف کرنے والوں نے اُس کو وقف کیا ہے ۔

جناب صدر انجمن۔ ہماری ایجوکیشنل کانگریس کے جو مقاصد قرار پائے ہیں اور جو اُس کے قواعد میں بالتفصیل مندرج ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک مقصد اہم یہ بھی ہے کہ علوم مشرقی

اور دینیات کی تعلیم قدیم طریقہ پر جو ہمارے علماء کے ذریعہ سے جاری تھی اُس تعلیم کے قایم اور جاری رہنے کی مناسب تدبیریں عمل میں لائی جاویں۔ پس اگر اُن اوقاف سے جن میں مسلمانوں کی تعلیم کا بھی کوئی حصہ ہے مسلمانوں کی وُہی قدیم تعلیم جاری رکھی جاوے تو ہماری کانگریس کے مقاصد میں سے ایک مقصد کو بہت ہی بڑی مدد پہونچے گی +

محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علیگڈھ سے جو ایڈریس ہز ایکسیلنسی مارکوُس آف ڈفرن آرل آف آوا کو دی گئی تھی اُس میں گورنمنٹ آف انڈیا کے اس رزولیوشن کا بھی شکریہ تھا اُس کے جواب میں ہز ایکسیلنسی نے فرمایا کہ یہ امر واجب ہے کہ جو خاص توجہ آپ مسلمانوں کی تعلیم کی جانب ظاہر کرتے ہیں اُس کے باعث سے آپ کو اس بات کی فکر ہو کہ مسلمانوں کے تعلیمی اوقاف کا انتظام اس طرح پر کیا جائے جس سے وہ باحسن وجوہ حاصل ہو جو آپکو دل سے منظور ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اُن کے انتظام کے معاملہ کی نسبت لوکل گورنمنٹوں سے استفسار کیا گیا ہے اور مجھ کو اس بات پر بالکل اطمینان ہے کہ میں ان اضلاع میں اُن کا فیصلہ ایک ایسے لفٹننٹ گورنر کی رائے پر چھوڑتا ہوں جو آپ کی ضرورتوں سے ایسی ہی واقفیت اور آپ کی خواہشوں کے ساتھ ایسی ہی ہمدردی کرنے والے ہیں جیسے کہ سر آکلینڈ کالون ہیں +

ہز ایکسیلنسی نے جو امر نسبت جناب **سر آکلینڈ کالون** کے فرمایا میں اُس کو دل سے تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن مجھ کو پورا یقین ہے کہ جناب سر جیمس لائل پنجاب کے صُوبہ کے لفٹننٹ گورنر بھی اُسی طرح مسلمانوں کی ترقی تعلیم کے خواہاں ہیں اور مجھے کچھ شبہ نہیں ہے کہ جہاں تک ضابطہ اور قانون اجازت دیگا حضور ممدوح بھی دل سے اس امر پر توجہ فرماویں گے۔ پس ان وجوہ سے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ آف انڈیا کے رزولیشن کے مطابق ہر ایک صوبہ میں مسلمانوں کے اوقاف کے کامل طور پر اور لایق طمانیت مسلمانوں کی تعمیل ہونے کے لئے گورنمنٹ سے درخواست کی جاوے۔ اس گفتگو کے بعد تمام ممبروں نے کہا کہ ہم سب اس تجویز سے متفق ہیں اور اُس کو دل سے پسند کرتے ہیں چنانچہ یہ رزولیوشن تمام ممبروں کے اتفاق سے پاس ہوا +

۵۱

اسپیچ سرسید نسبت ایک رزولیوشن کے جو واسطے تائید تعلیم نسوان کے پیش کیا گیا تھا*

(اجلاس تیسرا بمقام لاہور)

جناب صدر انجمن۔

مجھ کو افسوس ہے کہ اس رزولیوشن کی نسبت جو ایک نہایت سادہ طور پر تھا ضرورت سے زیادہ بحث ہوئی۔ نسبت عورتوں کی تعلیم کے میں کچھ زیادہ کہنا نہیں چاہتا کیونکہ جو کچھ میری رائے نسبت اس کے ہے وہ اسی پنجاب میں چند سال گذرے ظاہر ہو چکی ہے۔ اُس وقت بھی لوگوں کو تعجب ہوا تھا اور شاید اب بھی تعجب ہوگا کہ باوجودیکہ بہت سی باتوں میں میری طرف نئے خیالات منسوب ہوتے ہیں لیکن عورات کی تعلیم کی نسبت میرے وُہی خیالات ہیں جو ہمارے قدیم بزرگوں کے تھے۔

جو جدید انتظام عورتوں کی تعلیم کا اس زمانہ میں کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ انتظام گورنمنٹ کا ہو اور خواہ اُسی طرز کا انتظام کوئی مسلمان یا کوئی انجمن اسلامی اختیار کرے اُس کو میں پسند نہیں کر سکتا۔ عورتوں کی تعلیم کے لیئے مدرسوں کا قایم کرنا اور یورپ کے زنانہ مدرسوں کی تقلید کرنا ہندوستان کی موجودہ حالت کے کسی طرح مناسب نہیں ہے اور میں اُس کا سخت مخالف ہوں۔ لوگوں نے یہ بات سُنی ہے کہ انگلستان میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیئے مدرسے ہیں۔ اور وہ اُسی طرح اُن میں جمع ہو کر پڑھتی ہیں جس طرح کہ لڑکے مدرسوں میں جمع ہو کر پڑھتے ہیں اور رہتے ہیں۔ میں نے بالتخصیص لنڈن میں بعض اپنے دوستوں کی مہربانی سے ایسے زنانہ مدرسوں کو جہاں اشراف لڑکیاں پڑھتی اور رہتی تھیں دیکھا ہے۔ آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو حالت عُمدگی اور طمانیت اور تعلیم اور تربیت کی اُن مدرسوں میں ہے ہندوستان کو وہاں تک پہونچنے کے لیئے ابھی سینکڑوں برس درکار ہیں۔ اگر فرض کرو کہ ایسے مدرسے ہندوستان میں ہوں۔ تو میں ہر اشراف خاندان سے کہوں گا کہ بے شک اپنی لڑکیوں کو وہاں بھیجو۔ لیکن اسے دوستو۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہندوستان میں ابھی ایسا ہونا

محالات سے ہے ؁

عورتوں کو جس قسم کے علوم پڑھائے جانے کا خیال پیدا ہوا ہے اُس کو بھی میں پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ نہ وہ ہماری حالت کے مناسب ہیں اور نہ سینکڑوں برس تک ہماری عورتوں کو اُن کی ضرورت ہے۔ بغیر معنی سمجھائے قرآن مجید پڑھانا جس کو ایک حقارت سے دیکھا جاتا ہے میری دانست میں کوئی ذریعہ اُس سے زیادہ روحانی تربیت۔ روحانی نیکی اور توجہ ذات باری کے لیئے نہیں ہو سکتا۔ اِس وقت میں اِس باب میں طول طویل گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ صرف یہ بات کہتا ہوں کہ رزولیوشن میں زنانہ مدارس جاری کرنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ زنانہ مکتب کا ذکر ہے اور اُس کے ساتھ یہ قید بھی ہے کہ جو مذہب اسلام اور طریقہ شرفائے اہل اسلام کے مطابق اور اُس کے مناسب ہوں۔ پس جب یہ قیدیں رزولیوشن میں موجود ہیں تو اُس کے منظور کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ؁

مجھے اچھی طرح معلوم نہیں ہے کہ انجمن حمایت اسلام نے کس قسم کے زنانہ مکتب جاری کیئے ہیں مگر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ہماری طرف جو طریقہ شرفا میں لڑکیوں کی تعلیم کا تھا وہ آپ سب صاحبوں کے سامنے بیان کروں تاکہ آپ سب صاحب غور کر کے نسبت رزولیوشن کے اپنی ایک فیصل رائے قایم کرسکیں۔ بہتر ہوگا کہ میں اُس طریقہ کو بیان کروں جو خود ہمارے خاندان میں جاری تھا۔ اور جس سے میں بخوبی واقف ہوں۔ اور بہت کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ؁

میں نے اپنے خانداں کی تین قسم کی عورتوں کو دیکھا ہے۔ ایک وہ جو کہ ہماری ماں اور خالاؤں کی ساتھی تھیں۔ میں نے اُن کو دیکھا کہ وہ سب پڑھنا جانتی تھیں اور چند اُن میں سے ایسی تھیں کہ جو فارسی کتابیں بھی پڑھ سکتی تھیں۔ میں نے خود گلستان کے چند سبق اپنی والدہ سے پڑھے ہیں اور اکثر ابتدائی فارسی کی کتابوں کے سبق اُن کو سُنائے ہیں ؁

دوسرا گروہ میری ہم عمر بہنوں کا تھا جو گھروں میں تعلیم پاتی تھیں۔ اُن کی تعلیم کا طریقہ میں نے یہ دیکھا کہ رشتہ داران قریب میں سے کوئی معزز اور آسودہ گھر لڑکیوں کی تعلیم کے لیئے منتخب کیا جاتا تھا اور خاندان کی لڑکیاں اُس گھر میں پڑھنے کے لیئے جمع ہوتی تھیں۔ اور اُس گھر کی بزرگ عورت جو اُن لڑکیوں میں سے کسی کی ماں اور کسی کی نانی اور کسی کی خالا اور کسی کی ممانی اور کسی کی پھوپھی ہوتی تھی اُن سب لڑکیوں کی نگراں ہوتی تھی۔ اُن کی تربیت کے لیئے متعدد اُستانیاں نوکر ہوتی تھیں۔ اور خود اُس گھر کی مالکہ اور

اَور بڑی عمر کی عورتیں جو پڑھی ہوئی ہوتی تھیں مع اُن استانیوں کے اُن لڑکیوں کو تعلیم دیتی تھیں *

اُس مکان کا ایک ٹکڑہ جو ہمیشہ ضلع کی عمارتوں میں ایک دالان ہوتا تھا بطور مکتب کے تجویز کیا جاتا تھا۔ اُس میں تخت بچھے ہوئے ہوتے تھے اور اُن پر نہایت صاف فرش ہوتا تھا۔ اور سب لڑکیاں وہاں بیٹھکر پڑھتی تھیں۔ اور اُستانی پڑھاتی تھی۔ اُس گھر کی بزرگ عورتیں وقتاً فوقتاً اُس دالان میں جاکر ان لڑکیوں کی اور اُن کے پڑھنے کے حالات کی نگرانی کرتی تھیں۔ کبھی کبھی کوئی رشتہ دار مرد اُن لڑکیوں کا بھائی یا باپ۔ نانا خالو آن کر اُن لڑکیوں کا سبق سنتا تھا۔ اور کسی کسی لڑکی کو خود پڑھاتا تھا۔ اِس وقت تک اُن عورتوں میں سے ایسی عورتیں بھی زندہ موجود ہیں جو عربی زبان سے بھی کسی قدر واقف ہیں اور مشکوٰۃ شریف اور حصن حصین اور متعدد چہل حدیث کتابوں کو نہایت خوبی سے پڑھا سکتی ہیں *

تیسری قسم کی وہ لڑکیاں ہیں جو میرے سامنے بچہ تھیں اور اب بڑی ہوگئی ہیں اُنکی بھی تربیت اسی طرح پر میری آنکھوں کے سامنے ہوئی ہے۔ میری حقیقی بہن کا گھر اِس کام کے لیئے خاص کیا گیا تھا۔ اور ایک گروہ رشتہ دار لڑکیوں کا اسی طرح پر ایک دالان میں پڑھا کرتا تھا اور میری بہن کے شوہر جو نہایت بزرگ تھے ان لڑکیوں کی تعلیم میں زیادہ کوشش کرتے تھے۔ پہلے زمانہ میں عورتوں کو لکھنے کا کچھ خیال نہ تھا۔ مگر اس تیسرے گروہ کی لڑکیوں میں سے کسی کسی کو لکھنے کا بھی شوق ہوا *

میرے نانا کے حقیقی بھائی ہر روز یا ایک دن بیچ کر کے مکتب میں آتے تھے اور فارسی خط جو لڑکی لکھنا سیکھتی تھی اُس کو اصلاح دیتے تھے۔ عربی خط جو لڑکیاں لکھتی تھیں اُن کو میرے حقیقی بہنوئی اصلاح دیتے تھے۔ صبح سے کھانے کے وقت تک پڑھنے کا وقت تھا۔ کھانے کے وقت پر سب لڑکیاں اُس گھر کی مالک کے ساتھ کھانا کھاتی تھیں۔ کھانے کے بعد ظہر کے وقت تک سینے پرونے یا اَور کسی قسم کے خانہ داری کے کاموں کے سیکھنے میں گذرتا تھا۔ ظہر کے وقت سب لڑکیاں نماز پڑھتی تھیں اور عصر کے وقت تک پھر اپنے پڑھنے میں مصروف رہتی تھیں۔ عصر کے بعد ڈولیوں میں سوار ہوئیں اور پھر اپنے اپنے گھر چلی گئیں *

جمعہ کا دن نہایت دلچسپ ہوتا تھا۔ سب لڑکیاں بدستور صبح سے آتی تھیں اور سب ملکر چھوٹی چھوٹی پتیلیوں میں مختلف قسم کے کھانے پکاتی تھیں جو ہماری طرف کی

زبان میں ھنڈ کلیہ کہلاتی ہے۔ ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی میزبان بنتی تھی اور سب لڑکیوں کو انہیں کا پکایا ہوا کھانا کھلاتی تھی ٭

کبھی کبھی اپنے ہم عمر بھائیوں کو بھی وہ لڑکیاں بلاتی تھیں اور کھلاتی تھیں۔ غرضکہ اسی طرح پر اُن کو وہ چیزیں جو عورتوں کے لیئے ضروری ہیں پڑھائی جاتی تھیں اور خاندان کا طریقہ اور سلیقہ سکھایا جاتا تھا۔ اُن کی تعلیم میں وہ علوم داخل نہ تھے جن کو اس زمانہ میں یورپ کی تقلید سے لڑکیوں کی تعلیم میں لوگ داخل کرنا چاہتے ہیں۔ یورپ کی اور امریکہ کی حالت معاشرت کے خیال سے شاید وہ علوم لڑکیوں کو سکھانے ضرور ہوں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہاں عورتیں پوسٹ ماسٹرز اور ٹیلیگراف ماسٹرز۔ یا پارلیمنٹ کی ممبر ہوسکیں لیکن ہندوستان میں نہ وہ زمانہ ہے نہ سینکڑوں برس بعد بھی آنے والا ہے۔ پس جو علوم کہ اس زمانہ میں عورتوں کے لیئے مفید تھے وُہی اس زمانہ میں بھی مفید ہیں اور وہ علوم صرف دینیات اور اواخلاق کے لیئے تھے۔ اُس زمانہ کی لڑکیاں قرآن شریف پڑھتی تھیں۔ اُس کا ترجمہ پڑھتی تھیں۔ نماز روزہ کے مسائل کی کتابیں پڑھتی تھیں۔ جس نے زیادہ تعلیم میں ترقی کی اور فارسی سیکھ لی اُس کو قصص انبیاء اور حکایات اولیاء اور اُسی قسم کی اخلاق کی کتابیں اور بعض حکایات مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی پڑھائی جاتی تھیں۔ جس زمانہ میں مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ اُردو میں نہ ہوا تھا اور لڑکیوں نے حدیث پڑھنے کا شوق کیا تھا اُن کو شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کا ترجمہ مشکوٰۃ شریف پڑھایا جاتا تھا اور اخیر زمانہ میں اُردو ترجمہ مشکوٰۃ کا اور اُردو ترجمہ حصن حصین کا یعنی ظفر جلیل زیادہ تر درس میں داخل تھا۔ بعض لڑکیوں نے ملفوظات حضرت خواجہ **نظام الدین** اولیاء رحمۃ اللہ علیہ یعنی **فوائد الفوائد** اپنے شوق سے پڑھے تھے۔ صرف ایک عورت سے میں واقف ہوں جس نے **توزک جہانگیری** اپنے باپ سے پڑھی تھی۔ مگر اُس کی ہمجولیاں اُس کو کہتی تھیں کہ بوا اس سے کیا فایدہ ہے کوئی اُور خدا اور رسول کی کتاب پڑھو۔ یہی عمدہ طریقہ تعلیم کا تھا جس سے لڑکیوں کے دل میں نیکی اور خدا ترسی۔ رحم اور محبت اور اخلاق پیدا ہوتا تھا۔ اور یہی تعلیم اُن کے دین اور دنیا دونوں کی بھلائی کے لیئے کافی تھی اور اب بھی یہی تعلیم کافی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ عورتوں کو افریقہ اور امریکہ کا جغرافیہ سکھانے اور الجبرا اور ٹرگنامٹری کے قواعد بتانے اور احمد شاہ اور محمد شاہ اور مرہٹوں اور دہلیوں کی لڑائیوں کے قصّے پڑھانے سے کیا نتیجہ ہے ٭

اے صاحبو۔ اس رزولیوشن میں جو لفظ "زنانہ مکتب" کا ہے اُس میں سے میں ایسے

مکتب سمجھتا ہوں جن کی میں نے تصریح کی اور یہ الفاظ جو اُس رزولیوشن میں ہیں کہ وہ مکتب مذہب
اسلام اور طریقہ شرفائے اہل اسلام کے مناسب ہوں اُن مکتبوں سے میری مراد ایسے ہی
مکتبوں کی ہے ـ "تعلیم" کا لفظ جو رزولیوشن میں ہے میں سمجھتا ہوں کہ اُس سے وہی تعلیم
مراد ہے جس کو میں نے مفصل اوپر بیان کیا ہے ـ پس آپ اُس رزولیوشن پر دوبارہ غور
فرمادیں اور اُس کے الفاظ کے وہ معنی جو میں نے بیان کیئے ہیں قرار دیکر فیصلہ کریں کہ آیا
اس طرح پر لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام ضروری اور مناسب ہے یا نہیں اور
اُس کے بعد جو کچھ آپ کی رائے میں آئے اس
رزولیوشن کو منظور یا نامنظور
کریں ؞

۵۲

۲۹- دسمبر ۱۸۹۸ء

محمڈن ایجوکیشنل کانگریس بمقام لاہور

رزولیوشن سوم پر

یعنی

بتائید اس کے کہ یہ کانگریس اس بات کی ضرورت تسلیم کرتی ہے کہ ہر ایک ضلع کے صدر مقام میں محمڈن ایجوکیشنل کمیٹی قایم کیجاوے - یہ اسٹینڈنگ کمیٹیاں ایک جنرل ایجوکیشنل کمیٹی صوبہ کی اور وہ سب ملکر سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کے ماتحت ہوں جس کا ہیڈکوارٹر علیگڈھ میں ہو - اور جس کا سکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کا سکرٹری ہو - ہر ایک ضلع کی اسٹینڈنگ کمیٹی اور صوبہ کی جنرل کمیٹی کا یہ فرض ہو کہ اُس ضلع اور صوبہ کے مسلمانوں کی تعلیمی حالت کو پیش نظر رکھے اور اُس کی ترقی کے سامان پیدا کرنے میں ساعی رہے اور کم سے کم ایک معقول وظیفہ کسی مسلمان طالب علم کے لیئے جو ہائی ایجوکیشن تحصیل کرتا ہو اور اگر ممکن ہو تو سیکنڈری ایجوکیشن کے لیئے بھی تجویز کرے اور اُس کے لیئے روپیہ جمع کرے - الخ +

اسپیچ

جناب صدر انجمن و دیگر بزرگان -

مَیں اس رزولیوشن کی جس کو ہمارے معزز پریسیڈنٹ نے پروپوز کیا ہے دلی شوق سے تائید کرتا ہوں - اس وقت اگر خیال کیا جاوے تو تمام ہندوستان میں اس قدر انجمنیں اور سوسائیٹیاں مختلف ناموں سے اور مختلف کاموں کے لیئے مسلمانوں نے قائم کی ہیں کہ شاید کسی اعلےٰ درجہ کے نہایت ترقی یافتہ ملک میں بھی اس سے زیادہ نہ نکلیں گی اُن کے بڑے بڑے نام اور عالی عالی مقاصد سُن کر انسان متحیر رہجاتا ہے - مگر جب دیکھا جاتا ہے کہ اُنھوں نے کیا کیا تو نہایت افسوس سے کہا جاتا ہے کہ کچھ نہیں - تمام انجمنوں نے جن میں سب سے اوّل مَیں محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کو بھی شامل کردوں گا بجز باتیں بنانے کے اَور کوئی کام نہیں کیا ہے - جس قدر کہ ہم زبان سے کہتے ہیں اور جس قدر دل سوزی اور

قومی ہمدردی ہم لفظوں میں ظاہر کرتے ہیں - اگر اُس کا پچاسواں حصہ بھی عمل میں آوے تو قوم کو لازوال فایدے حاصل ہوں ٭

میں نے بجز انجمن حمایت اسلام لاہور کے اور کسی انجمن کی نسبت ابتک نہیں سُنا کہ درحقیقت اُس نے قومی بھلائی کے لیئے کچھ عملی کارروائی کی ہے - اگرچہ پوری طرح پر میں واقف نہیں ہوں کہ اُس نے بھی کس حدتک عملی کارروائی کی ہے - بہرحال جس چیز کی ہمکو ضرورت ہے وہ عملی طور پر کاموں کے کرنے کی ہے - جو رزولیوشن کہ پیش ہے وہ عملی کام کرنے کی بنیاد ہے - یعنی قوم کو اگر درحقیقت قوم کی بھلائی کا کام کرنا ہے تو اُس کا طریقہ یہی ہے کہ جابجا اسٹینڈنگ کمیٹیاں اُس کام کے انجام کے لیئے قایم ہوں اور سب ایک سلسلہ میں پروئی جاویں - اس طرح کہ سب علیحدہ علیحدہ بھی ہوں اور سب متحد بھی ہوں - سب سے اول خرابی ہمارے کاموں میں یہ ہے کہ ہر شخص اپنے لیئے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانی چاہتا ہے اور اس سبب سے سب کے کام ناتمام اور ناقص اور غیرمفید رہ جاتے ہیں - لیکن اگر اُنہیں متفرق کوششوں کو ہم ایک سلسلہ میں پرولیں گے - تو بہت کچھ کر سکینگے - یہ رزولیوشن بلاشبہ ایک ایسا رزولیوشن ہے کہ اگر اُس پر عمل کیا جاوے تو بے انتہا فواید قوم کو پہونچیں گے - مجھکو اُمید ہے کہ تمام بہی خواہانِ قوم جو اس مجمع میں جمع ہیں - اس عالی قدر رزولیوشن کو نہایت دلی اتفاق سے پاس کریں گے - لیکن ہماری خوشی صرف اس رزولیوشن کے پاس ہوجانے پر ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کے پاس ہوجانے کے بعد ایک خلش دل میں پیدا ہوگی کہ آیا اِسپر علدرآمد بھی ہوگا یا نہیں - لیکن خدا کی مہربانی سے نااُمید ہونا نہیں چاہیئے - اور ہمکو اُمید رکھنی چاہیئے کہ جس طرح اتفاق سے یہ رزولیوشن پاس ہوگا اُسی طرح متفق ہوکر اُس کے علدرآمد پر بھی کوشش کیجاوے گی ٭

۵۳

محمڈن ایجوکیشنل کانگریس مقام لاہور

۳۰- دسمبر ۱۸۸۸ء

اسپیچ بجواب

قصیدہ عربی پیش کردہ جناب مولوی عبدالمجید صاحب پلیڈر

جناب مولانا!

مَیں اِس قدر لیاقت نہیں رکھتا کہ آپ کے فاضلانہ عربی اشعار کی داد دوں۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں تحسین ناشناس کا مضمون صادق نہ آوے۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ ایسے ایسے بزرگ جیسے کہ آپ اب مُجھ ناچیز کی نسبت ایسا خیال رکھتے ہیں مجھے شبہ ہوتا ہے کہ جو کچھ ہے بیداری میں ہے یا خواب میں۔ بہرحال مجھ کو آپکی عنایت کا شکر کرنا واجب ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ اُس کے ادا کرنے کو بھی میرے پاس الفاظ نہیں ہیں ؎

آپ مجھ کو معاف کرینگے۔ اگر مَیں آپ کے اِس مصرع کی نسبت ع

وَلَوْ سَبَّتْکَ سُفَہَاءُ الرِّجَالِ

کچھ عرض کروں۔ جناب مولانا۔ جن کو آپ نے سُفہاء سے تعبیر کیا ہے درحقیقت مَیں اُن کو دل سے پیار کرتا ہوں۔ اور اُن کی دشنام دہی کو پورا حصول مطلب سمجھتا ہوں۔ جب اِس کی وجہ آپ سُنیں گے۔ تو اُمید ہے کہ آپ بھی تسلیم کرینگے آپ یقین کریں گے کہ جس طرح مَیں یورپین سائنس و لٹریچر اپنی قوم میں اعلےٰ درجہ کی ترقی پر ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ اُس سے زیادہ میری کوشش اِسپر ہے کہ وہ اِسلام کو برحق سمجھیں۔ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ و مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ پر ثابت قدم رہیں

اِس مقصد کے لیئے میں نے کچھ لکھا اور کچھ کہا ۔ اور کچھ کتابیں تصنیف کیں ۔ اُن لوگوں نے جن کو آپ نے سُفہاء کہا ہے ۔ یہ سمجھا کہ میرا عقیدہ یا میرا قول اسلام کے برخلاف ہے ۔ فرض کرو کہ اُن کا یہ خیال غلط ہو مگر اُنھوں نے جو مجھ کو بُرا کہا ۔ اِس خیال سے کہا کہ میں اسلام کے برخلاف عقیدہ رکھتا ہوں ۔ اور ایسا کرنا خود اِس بات کا ثبوت کافی ہے کہ وہ اسلام پر قایم ہیں ۔ اور اسلام سے محبت رکھتے ہیں ۔ جو میرا عین مقصد ہے پس اُن کی دشنام ہی دینے سے میرا مقصد حاصل ہوتا ہے اور یہی سبب ہے کہ میں دشنام دہی سے خوش ہوتا ہوں ۔ اور خدا کا شکر کرتا ہوں ۔

ع

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جوابِ تلخ می زیبد لبِ لعلِ شکر خارا

۵۴

تقریر بجواب ایڈریس جو مسلمان طالب علمان پنجاب کی طرف سے ماہ دسمبر ۱۸۸۸ء میں اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے موقع پر دیا گیا تھا

جناب صدر انجمن ۔

قبل اس کے کہ میں اپنے عزیز طالب علموں کی ایڈریس کا جواب دوں آپ مجھ کو اجازت دیں گے کہ میں اُن بزرگوں اور دوستوں سے معافی چاہوں جنہوں نے اس موقع پر اپنی عنایت و محبت سے متعدد جلسوں اور انجمنوں کی جانب سے مجھ کو ایڈریسیں دینی چاہی تھیں ۔ اور جن کے لیئے درحقیقت میں قابل نہ تھا اور اس لیئے میں نے نہایت ادب اور عاجزی سے چاہا کہ وہ مجھے معاف رکھیں اور باوجود اس کے طالب علموں کے ایڈریس سے میں نے انکار نہیں کیا ۔

مگر وہ بزرگ خیال فرما سکتے ہیں کہ میں اپنے عزیز طالب علموں کی ایڈریس لینے سے کس طرح انکار کر سکتا تھا ۔ تمام طالب علم اور بالتخصیص مسلمان طالب علم گورے چٹے ہوں یا کالے حبشی ۔ پنجاب کے رہنے والے ہوں یا بنگال کے ۔ مدراس کے ہوں یا بمبئی کے سب کو میں اپنا عزیز و لخت جگر سمجھتا ہوں ۔ وُہی میرے خیالی باغ کے پودے ہیں اور میری اُمیدوں کے پھل ۔ پس اُن سے زیادہ کون مجھ کو عزیز ہو سکتا ہے ۔ تماشا یہ ہے کہ جیسا میں اُن کو عزیز سمجھتا ہوں ویسا ہی ادب اور عزت کی نگاہ سے اُن کو دیکھتا ہوں تو میرے دل میں تردد ہوتا ہے کہ میں اُن کو کس لفظ سے خطاب کروں ۔ لیکن وہ کچھ ہی ہوں اور میں کچھ ہی ہوں عمر میں تو میں اُن سے بڑا ہوں اور مجھ کو اُن پر پیار بھی آتا ہے تو عمر و پیار دونوں کے اعتبار سے اگر طالب علموں کی نسبت کہوں کہ فرزند دلبند اور لخت دل و پارہ جگر ہیں تو کچھ بیجا نہیں ہے پس جبکہ مجھ کو طالب علموں سے یہ نسبت ہے تو اَور صاحب معاف فرما دیں گے کہ اُن کی ایڈریسوں سے میں نے معافی چاہی اور طالب علموں کی ایڈریس کو قبول کیا ۔

ع

دگر دگر بود آخر جگر جگر باشد

اے عزیز طالب علموں - آپ نے جو اپنی محبت سے یہ ایڈریس پیش کی اُس کا دل سے شکر ادا کرنا تو دوسری چیز ہے - مَیں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں کسی عزت کو جو دنیا میں ہو سکتی ہے بادشاہ سے یا شہنشاہ سے اُس عزت کے مقابلہ میں حقیر سمجھتا ہوں جو تم نے اپنی مہربانی سے آج مجھ کو بخشی ہے - تم خیال کرو کہ جو عزت بادشاہ یا شہنشاہ کی طرف سے کسی کو ملتی ہے وہ بمنزلہ جسمانی نمایش کے ہوتی ہے اور جو عزت آج تم نے بخشی ہے وہ روحانی اور غیر فانی ہے - جو کچھ تم نے اپنی ایڈریس میں بیان کیا ہے اگر حقیقت میں نے ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ تم کہتے ہو تو اُس سے میرے دل کو فرحت اور میری روح کو روحانی عزت ہوتی ہے *

اے میرے عزیزو! میری یہ آرزو ہے کہ میں اپنی قوم کے بچّوں کو آسمان کے تاروں سے اُونچا اور سُورج کی طرح چمکتا دیکھوں - اُن کی روشنی اس نیلے نیلے گنبد کے اندر ایسی پھیلے کہ سورج اور چاند اور ستارے سب اُسکے آگے ماند ہو جاویں - خدا سے اُمید ہے کہ ایسا ہی ہوگا - او خدا ایسا ہی کر - او خدا ایسا ہی کر - آمین *

اے میرے عزیزو - جبکہ تم نے ابھی ابھی اسی مقام پر میری زبان سے یہ بات سُنی کہ میری قوم کے بچّے ایسے ہوں اور میری قوم کے بچّے ویسے ہوں تو آپ سمجھے ہوں گے کہ میری قوم سے میری مراد کیا ہے - غالباً آپ اُس سے صرف سیّد تو نہ سمجھے ہوں گے بلکہ آپ ضرور سمجھے ہوں گے کہ میری مراد اُس سے کُل مُسلمان ہیں - پس تمکو یقین کرنا چاہیئے کہ اگر تم آسمان کے تارے ہو جاؤ اور ہماری قوم میں نہ رہو تو جو تعلق یا رشتہ میں نے جوڑا ہے وہ بالکل ٹوٹ جاتا ہے - دنیا میں کوئی ایسا نہیں ہے جو گناہ نہ کرتا ہو - سب لوگ اُس **شہنشاہ وحدہٗ لاشریک** کے آگے گنہگار ہیں - لیکن ایک وسیلہ ہے جس سے ہم نجات پاویں گے اور وُہی وسیلہ ایک رسّی ہے جس سے اگر ہم سب بندھے رہیں تو ایک قوم بھی ہوں گے - وہ کیا ہے - خدا اور خُدا کے رسوؔل **محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم** پر ایمان لانا اور فرائض کو ادا کرنا - پس مَیں چاہتا ہوں کہ تمام میرے بچّے طالبعلم جو کالجوں میں پڑھتے ہیں اور جن کے لیئے میری آرزو ہے کہ وہ یورپ کے سائنس اور لٹریچر میں کامل ہوں اور تمام دنیا میں اعلےٰ شمار کیئے جاویں ان دو لفظوں **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ** کو نہ بھولیں *

اے میرے دوستو - جو چیز اندرونی ہوتی ہے اُس کے لیئے کوئی نہ کوئی بیرونی نشانی بھی ہوتی ہے - کسی فوج میں کسی سپاہی کا داخل ہونا ایک اندرونی بات ہے مگر اُس کے لیئے

ایک خاص وردی کا معین ہونا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اُس فوج کا سپاہی ہے بیرونی نشانی ہے۔ اسیطرح مسلمان ہونے کے لیئے خدا و خدا کے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) پر دلی اعتقاد رکھنا جس کو خدا ہی جانتا ہے اندرونی بات ہے مگر اُس کی ظاہری وردی ہمارے لیئے خدا کی عبادت کے لیئے پانچ وقت حاضری دینا ہے جس سے میری مُراد نماز پنجگانہ ہے۔ اے میرے دوستو اگر تم نماز چھوڑ دو گے تو مَیں افسوس سے کہتا ہوں کہ اُس وردی کو اُتار پھینکو گے اور خدا کی فوج میں یا ہماری قوم میں شامل نہ رہو گے۔ ہر ایک رجمنٹ ہر ایک پلٹن کا کچھ نہ کچھ نشان ہوتا ہے۔ کسی کے ہاتھ پر۔ کسی کی بانھ پر۔ کسی کے کندھے پر۔ ہماری رجمنٹ یا خدائی پلٹن کا نشان ہمارے ماتھے پر ہے جبکہ وہ خدا کی عظمت کے آگے زمین پر ٹکا ہوا ہو (اسوقت اسپیکر نے نہایت دلی جوش سے اپنا ماتھا میز پر ٹیک دیا) پھر اُٹھایا اور کہا کہ اے دوستو تم یقین کرو کہ میں اہل سنت وجماعت سے ہوں جو پانچ وقت میں پانچ نمازیں پڑھتے ہیں۔ لیکن اگر تمکو بشریت سے کاہلی دُسستی ہو یا پانچ وقت فرصت نہ ملنے کا عذر ہو تو میں نہایت دل سے اس بات سے بھی خوش ہوں گا کہ تم پانچ نمازوں کو بجائے پانچ وقت کے تین وقت ہی میں پڑھ لیا کرو۔ غرضکہ ہر حالت میں اور ہر صورت میں اپنی پلٹن کے اُس نشان کو جو ایک بہت بڑا نشان ہے کسی نہ کسی طرح پر لیئے رہو۔ اگر چھوڑ دو گے تو پلٹن سے الگ ہو جاؤ گے ۔

تمام اخلاق اور صفات انسانی کا مجموعہ اور تمام لب لباب خدا کی مخلوق کے پیدا ہونے کے مقصد کا ان پانچ حرفوں میں ہے جسکو ہم "اسلام" کہتے ہیں۔ جب اُس کی تفصیل پوچھو تو یقین کرو گے کہ درحقیقت وہ انسان کی صفات اندرونی و بیرونی کے مجموعہ کا نام ہے پس ہمکو اُس نام کا ادب کرنا اور جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو اُس نام کا مصداق بنانا لازم ہے۔ مجھے نہایت افسوس اور رنج ہوتا ہے جبکہ میں یہ دیکھتا یا سُنتا ہوں کہ ہماری قوم کے بعض لڑکے (معاف کرنا میں خاص کسی کو مخاطب کر کے نہیں کہتا ہوں) جو انگریزی پڑھنا شروع کرتے ہیں اُس کا پورا پورا ادب نہیں کرتے۔ جو سوشیل اور اخلاقی صفات یورپین میں ہیں وہ ہی نہایت اعلےٰ درجہ کی ہیں اگر ہم صدیوں تک کوشش کریں تو شاید وہاں تک پہونچیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ہمارے نوجوان اُن کی خوبیوں کا تو دھیان تک نہیں کرتے اور اُن میں جو عیب ہیں اُن کو اختیار کر لیتے ہیں اور اگر اُن کی کوئی اچھی بات بھی اختیار کرتے ہیں تو ایسی بُری طرح پر کہ وہ خوبی بھی عیب ہو جاتی ہے ۔ ع

ہر چہ گیرد علتی علت شود

چنانچہ اُنہوں نے آزادی کا ایک لفظ سیکھ لیا ہے۔ یہ لفظ تو اُنہوں نے کان میں ڈال لیا مگر اُس کی خوبی کو نہیں سمجھا اور اس سبب سے نہایت بد طریقہ میں اُس کا استعمال کیا بزرگوں سے بے پروائی سے پیش آنے لگے۔ ماں باپ کا ادب جیسا چاہیئے اُسقدر بجا لانا چھوڑ دیا۔ اپنے سے عمر میں جو بڑا ہے اُس کا اور اپنے بزرگوں کے دوستوں کا لحاظ ترک کر دیا۔ یہ تمام باتیں نہایت رنجدہ ہیں اور جس قومی ترقی کا میں خواہشمند ہوں اُسکو روکنے والی اور برباد کرنے والی ہیں۔ پس میں اپنی قوم کے بچوں سے التجا کرتا ہوں کہ جس قدر وہ یورپین سینس و لٹریچر میں ترقی کرتے جاویں اُسیقدر اخلاق حمیدہ اور بزرگوں کے ادب میں بھی ترقی کریں ۞

جو لوگ ولایت گئے ہیں اُن میں سے بھی بعض کے اخلاق کی نسبت میں نے کسیقدر شکایت سُنی ہے اگرچہ میں نے خود کسی کو اس قسم کا نہیں دیکھا ہے لیکن اگر کوئی ایسا ہو تو یہ خود اُس کی بدنامی کی بات ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس کو ولایت میں اعلے درجہ کی سوسائٹی میں ملنا نصیب نہیں ہوا۔ جس طرح ہمارے ملک کے ادنٰے درجہ کے ناتربیت یافتہ چار تُلی وغیرہ ہیں اور اُن کی سوسئٹی اور اخلاق ہم سے مختلف ہے اسیطرح ولایت میں ادنٰے درجہ کے لوگ ہیں اور اُن کی سوسئٹی اور اخلاق سے اور ولایت کے جنٹلمینوں کی سوسئٹی و اخلاق سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پس وہاں جا کر عمدہ اخلاق کو حاصل نہ کرنا ایک بڑی بدنامی کا باعث ہے کیونکہ ہر شخص جو یورپ کے حال سے واقف ہے اُن کو دیکھکر کہیگا کہ اُن کو اعلے درجہ کی سوسئٹی نصیب نہیں ہوئی اور نہایت ادنٰے درجہ اور نالایق لوگوں کی سوسئٹی میں رہتے ہیں ۞

اِس بات کو بھی جانے دو اور فرض کرو کہ کسی کو کسی سبب سے ولایت میں اعلیٰ درجہ کی سوسئٹی نصیب نہیں ہوئی تو اپنے باپ دادا کے اخلاق کو کیوں بھول جاوے۔ کیا تم اپنے خاندان کی نقلوں اور اپنے مذہب کی روایتوں سے نہیں سُنتے آئے ہو کہ تمہارے خاندانوں میں اور تمہارے مذہب میں ماں باپ کی تعظیم اور اُن کے ادب کی جو اپنے سے عمر میں بڑا ہو اُس کے ادب کی کس قدر تاکید آئی ہے۔ جو طریقہ تمہارے باپ دادا کا تھا وہ کیسا عمدہ اور پیروی کے لایق تھا۔ اُستادوں کے ادب کی ایسی نقلیں ہمارے ہاں چلی آتی ہیں کہ شاید کسی قوم میں نہ ہوں گی۔ اسی طرح دوستوں کے ساتھ دوستی کے برتاؤ کی بے نظیر مثالیں ہیں۔ میں انگریزی نہیں جانتا مجھکو معلوم نہیں کہ انگریزی کتابوں میں چھوٹے چھوٹے حرفوں میں کیا لکھا ہے مگر تم اپنی کتابوں کو دیکھو۔ کتاب الصدق

کتاب الادب وغیرہ کو پڑھو اور دیکھو کہ وہ کیسا عمدہ اخلاق سکھاتی ہیں۔ باوجودیکہ میں یورپ سویلیزیشن کی نہایت عزت اور اُس کا نہایت ادب کرتا ہوں مگر جس وقت تم اپنے باپ دادا کی کتابوں کو پڑھکر اُسپر عمل کرو گے تو یورپ سے زیادہ سویلا ئیزڈ ہو جاؤ گے ÷

آپ نے اپنے ایڈریس میں کہا ہے کہ مسلمانوں کو یورپین سینز اور لٹریچر سیکھنے میں تعصب تھا۔ میں بھی تمہارے ہم زبان ہوں مگر "تعصب" کے لفظ کے کہنے سے میرا دل دُکھتا ہے حماقت کہو تو خیر۔ ہم تو اُس قوم میں سے ہیں جس نے بغیر کسی تعصب کے اور بغیر کسی بیہودہ خیال کے وہ علوم یونان کے حاصل کیئے جو اُس زمانہ میں نہایت اعلےٰ درجہ کی ترقی پر تھے۔ ہم نے ایک یونانی سے جو بجائے ایک خدا کے تین خدا مانتا تھا اور بجائے خدا کے صلیب کو سجدہ کرتا تھا علم سیکھنے میں کچھ تعصب نہیں کیا۔ ہمنے ایک یہودی سے جو شل ہمارے ایک خدا کو اور اُن بزرگوں کو مانتا تھا جن کو ہم بھی پیغمبر مانتے ہیں مگر ہمارے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلکہ ایک درجہ بڑھکر ایک اور پیغمبر کو نہیں مانتا تھا علم سیکھا اور کچھ تعصب نہیں کیا۔ اُس دو پیغمبروں کے دشمن کے آگے ہی ہاتھ پھیلایا اور اُس سے بھی کہا کہ جو کچھ تیرے پاس ہے ہمکو دے۔ اس سے ثابت ہے کہ ہمارے بزرگوں نے کوئی مذہبی تعصب غیر قوموں سے علم سیکھنے میں نہیں کیا۔ ہم نے اُن سے بہت تھوڑا لیا اور اُسکو اسقدر بڑھایا اور پھیلایا کہ پہلے وہ صرف بیج تھا مگر عالی شان اور سایہ دار درخت ہو گیا۔ پھر اُس سے خود ہم نے فائدہ نہیں اُٹھایا بلکہ جس طرح ہمنے بے تعصبی اور کشادہ دلی سے اُس کو لیا اُسیطرح بے تعصبی اور فیاضی و دریا دلی سے جس نے مانگا اُسکو دیا اور دنیا کے ایک بڑے حصہ کو اپنا ممنون کیا۔ یورپ میں کن لوگوں کے علوم کی کہانیاں تھیں۔ انہیں ڈوبتی ہوئی قوم مسلمانوں کے علم کی۔ وہ مدرسے کس قوم کے تھے جس میں یورپ کے طالب علموں کو داخل ہونے سے فخر تھا اور جب وہ اپنے ملک میں واپس آتے تھے تو ملک فخر کرتا تھا۔ اسی ڈوبتی ہوئی قوم مسلمانوں کی۔ غرضکہ ہمنے نہ علم لینے میں تعصب کیا اور نہ دینے میں۔ اب زمانے نے پلٹا کھایا ہے۔ خدا نے انگریزوں کو ہمپر حکومت دی ہے۔ علم کے خزانوں کی کُنجی بھی پھرتی پھراتی اُن کے ہاتھ پڑی ہے پس اب تمکو نہایت احسانمندی سے علوم وفنون کو اُن سے لینا چاہیئے اگر احسانمندی سے نہیں لینا چاہتے تو اپنے باپ دادا کا قرضہ ہی وصول کرو۔ اگر ہمنے آج تک نہیں کیا تو حماقت ثابت ہوتی ہے۔ نہ تعصب ÷

مگر میں اس حماقت کو بھی کسی قدر خفیف کرنا چاہتا ہوں۔ تم خیال کرو کہ مسلمانوں نے

کہاں تک علوم میں ترقی کی تھی وہ سمجھتے تھے کہ ہم ایسے بلند اور اعلےٰ درجہ پر پہونچ گئے ہیں
کہ وہاں تک کوئی نہیں پہونچا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہم عرش سے بھی اوپر چڑھے ہوئے ہیں اور
اُس زمانہ میں امر واقع بھی یہی تھا۔ وہی موروثی خیال ہم تک چلا آیا۔ ہم نے اپنی نالائقی پر
تو خیال نہ کیا مگر اُس خیال کو نہ چھوڑا۔ اَور قوموں نے جو اُن علوم میں جدید ترقیاں کی
تھیں اُن کو ہم نے بن دیکھے حقارت سے دیکھا۔ جس طرح کہ ہمنے اُس بیج کو جو غیر قوموں سے
لیا تھا اعلےٰ درجہ کا درخت بنایا تھا۔ اسیطرح اَور قوموں نے اُس درخت کو تراش خراش کر
اور طرح بطرح کے گل پھول لگا کر خوبصورت بنایا تھا مگر ہمنے اُس کو آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھا یہ
ایک قدرتی بات ہے کہ جو شخص بہت بڑا ہوتا ہے دوسرے کو مشکل سے بڑا سمجھتا ہے
اس غفلت کا بڑا سبب یہی تھا پوری حماقت نہ تھی بلکہ ایک قدرتی امر تھا جو پیش آیا مگر
خدا کا شکر ہے کہ اب پردہ اُٹھتا جاتا ہے۔ حالات بدلتے جاتے ہیں۔ زمانہ خود نصیحت دیتا
ہے۔ اُس نے خوب کوڑے مارے ہیں۔ وہ کہتا ہے چلو اب بیٹھنے کی جگہ نہیں
ہے۔ شاید دو تین چابکوں کی اَور حاجت ہے وہ لگے اور یہ چلے۔ خدا ایسا ہی کرے؎

آپنے مجھ کو یہ عزت دی ہے کہ میں نے اُردو زبان میں ہی کچھ بہتری کی ہے
شاید یہ خیال صحیح ہو مگر جس وقت میری آنکھوں کے سامنے **مولوی نذیر احمد صاحب**
جیسے فصیح و بلیغ بیٹھے ہوں اُدھر **مولوی محمد حسین آزاد** لاہور میں موجود ہوں۔ اِدھر
مولانا حالی میری بغل میں بیٹھے ہوں اور پھر میرے دوست جن کے طنچے ابھی آپنے
سُنے ہیں (**منشی احمد علی شوق**) یہاں موجود ہوں اور پھر **منشی امیر احمد صاحب**
کی شہرت جو سُنتے میں آتی ہے گو میں نے اُن کو دیکھا نہیں تو اس بات کے سننے سے
کہ میں نے اُردو کی کچھ خدمت کی ہے نہایت ندامت ہوتی ہے۔ ایک ہی دن گذرا
ہے کہ آپ نے ہمارے دِلی کے فخر **مولوی نذیر احمد صاحب** کا اُردو لکچر سُنا ہے
شاید کوئی شخص ایسا ہو کہ ایسا فصیح لکچر دے جس میں اُردو کی فصاحت اور مولویانہ پن دونوں
اضداد جمع ہوں۔ یہ دِلی کے روڑے ہیں شاعر نہیں مگر چند اُردو کے اشعار جو انہوں
نے پڑھے آپ نے سُنے کہ کس فصاحت کے تھے۔ **مولانا حالی کا مسدّس**
سب جنہوں نے سُنا ہوگا۔ قوم کا ایک مرثیہ ہے جو زبان سے نکلتا ہے اور دل میں بیٹھتا
ہے۔ یہ سب لوگ آفتاب ہیں جنہوں نے زبان کی درستی پر توجہ کی ہے۔ میں تو ان
لوگوں کا جھوٹا کھانے والا اور خوشہ چین ہوں اور اس سے زیادہ اَور کچھ نہیں۔

اے میرے دوستو۔ آپنے اپنی اڈریس میں **محمڈن ایجوکیشنل کانگریس** کا ذکر

کیا ہے - آپ کا ذکر کرنا نہایت موقع پر ہے - مجھے نہایت خوشی ہے کہ یہ تیسری کانگریس جو لاہور میں ہے کس خوبی اور عمدگی سے انجام ہو رہی ہے - بلاشبہ نہایت خوشی کی بات ہے - اُس کے مفید ہونے میں جیسی کہ اُمید ظاہر کیگئی ہے اور دعا مانگی گئی ہے اُس کے ساتھ مَیں بھی یکشر ہوں اور خدا سے چاہتا ہوں کہ جو تم نے خواہش کی ہے اُس سے بہت زیادہ اس مجمع کی برکت سے تمہاری قوم کو برکت ہو - مگر میں اصل بات کو چھپانا نہیں چاہتا یہ تیسرا جلسہ ہے - میں اِن جلسوں کی نسبت دو امر خیال کرتا ہوں - پہلا امر شاید ایک جزوی ہے یا شاید جزوی نہ ہو بلکہ نہایت مقدم و معظم ہو کہ ہر سال مُسلمانوں کا جو یہ جلسہ ہوتا ہے جس میں نہ ناچ ہے نہ رنگ نہ کوئی اَور تماشہ بجز ایک ذکر تعلیم کے اور اُسمیں اسقدر مسلمان جمع ہوجاتے ہیں اور نہایت دلچسپی سے تعلیم کا ذکر سُنتے ہیں اور تعلیم ہی کا ذکر کرتے ہیں اگر یہ جلسے ایسے ہی ہوتے رہے تو ضرور ایک تحریک تعلیم کی اور قوم کی تعلیم کا خیال اور تعلیم کا لفظ کان میں پڑتے پڑتے دل تک پہونچ جاوے گا - اس فایدہ کو تو میں تسلیم کرتا ہوں اور قبول کرتا ہوں کہ ضرور ہو جاوے گا ۔

لیکن میرے دوستو - زبانی باتیں کرنا اور زبانی باتیں بنانا میری رائے میں شیخ چلی کے خیالات سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا - دلی جوش سے اسپیچیں ہوتی ہیں کہ شاید کچھ تحریک پیدا کریں مگر بجز اسکے کہ ایک شاعرانہ بحث کیجاتی ہے اور کچھ نتیجہ نہیں ہوتا - ایک نے غزل پڑھی دوسرے نے واہ واہ کی تیسرے نے کچھ جلی کٹی کہی - ہر ایک نے اپنا دِل خوش کر لیا پھر کچھ نہیں - کانگریس میں جس امر کو سب نے پسند کیا تھا سب نے اُس پر اتفاق کیا تھا - بہت زور شور سے اسپیچیں کی تھیں دلی درد بیان کیا تھا جب متفرق ہوئے اور چلے گئے اور چڑیوں کی طرح اُڑ گئے پھر نہ وہ خیال ہے نہ وہ درد اور نہ وہ صدا اُس پر عمل تو درکنار - اب یہ تیسرا جلسہ لاہور میں ہے - لاہور کے دوست بہادر بھی ہیں دل چلے بھی ہیں - اشراف خاندانوں کے نشان بھی ہیں - اپنی قوم پر دباؤ بھی رکھتے ہیں - مجھ کو اُمید ہے کہ لاہور کے لوگ ایسا کریں گے جس سے اس کانگریس کو اصلی نتیجوں سے مایوسی ہو - پاس شدہ رزولیوشنوں کو عمل میں لانا اور اُن کے عملدرآمد پر کوشش کرنا اصلی مقصد کانگریس کا ہے - جب یہ ہوگا اُس وقت توقع بندھ سکتی ہے اور خُدا سے توقع ہو سکتی ہے ورنہ خدا سے خالی دُعا ہی دُعا ہے ۔

آپ نے اپنی اڈریس میں ایک بات نہایت ٹھیک لکھی ہے میں نے نہ صرف پنجاب بلکہ شمال مغرب اور اودھ کے لوگوں کو بھی کرنیل ھالرائڈ صاحب کا

دل سے شکرگزار رہنا چاہیئے۔ جہاں تک کہ ہو سکا میں نے کلکتہ مدراس بمبئی یونیورسٹیوں کی کتابوں کو جو انہوں نے اسکولوں میں جاری کی ہیں دیکھا ہے۔ مگر پنجاب کے سررشتہ تعلیم سے جو کتابیں ترجمہ ہوئیں یا اُردو زبان میں لکھی گئیں وہ بلحاظ مطالب کے ایسی عمدہ اور بلحاظ زبان کے ایسی شستہ ہیں کہ اپنا نظیر نہیں رکھتیں اور عام تعلیم کی لاثانی ہیں اور ان سب باتوں کے کرنیل ہالرائیڈ شکرگزاری کے مستحق ہیں۔ اُنہیں کی بدولت اور اُنہیں کی کوشش سے ملک میں یہ مفید کتابیں پیدا ہو گئی ہیں مگر میں فخر سے کہوں گا کہ یہ کام اُنہیں دلی والوں کا ہے جو اُن کے پاس موجود ہیں۔ بہرحال وہ کوئی ہوں تلوار ایک اناڑی کے ہاتھ میں کچھ کام نہیں کرتی۔ مگر وہ تلوار کرنیل ہالرائیڈ کے ہاتھ میں تھی۔ تلوار بھی عمدہ تھی۔ اور اُنہوں نے نہایت عمدگی سے اُس سے کام لیا اور جتنی کتابیں پنجاب کے سررشتہ تعلیم سے نکلی ہیں ہر ایک کی نہایت عزت وقدر کرتا ہوں۔

اے عزیزو۔ یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ایک درد دل کی کہانی ہے یا تمہاری مہربانی کی شکرگزاری۔ اور یہ دونوں چیزیں ایسی لمبی ہیں کہ شاعروں کی درازی زُلف معشوق کو بھی مات کرتی ہیں لیکن ہمکو ابھی اَور کچھ کام کرنا باقی ہے اس لیئے میں بس کرتا ہوں کیونکہ اگر معشوق کی دراز زلفوں کو کاٹ دو اور صرف کانوں ہی تک رہنے دو وہ بھی ایک عجیب لطف دکھاتی ہیں میں ایڈریس کا شکریہ ادا کرکے اخیر کو دو نصیحتیں کرتا ہوں۔ اپنے بزرگوں کا ادب اور اپنے خدا کا تمغہ (نماز پنجگانہ) جہاں تک ہو سکے نچھوڑو۔

میرے دل میں ایک اَور بات پھر رہی ہے۔ یہ مت سمجھو کہ میں کسی کے ساتھ بدگمانی کرکے کہتا ہوں مگر دل میں جو ہے اسکو بتلانا چاہتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ لوگوں میں شراب خواری نہایت ہی بڑھتی جاتی ہے کہ جس کو ہمارے خدا اور رسول نے اُم الخبایث کہا ہے مسلمانوں میں بھی اُس کا رواج ہوتا جاتا ہے۔ لیکن اسکے لخت جگرو لوگ سمجھتے ہیں کہ انگریزی تعلیم کا یہ اثر ہے۔ تم اس سے بہت خبردار رہنا اور اسبات کے کہلانے کا باعث نہ ہونا کہ انگریزی تعلیم اور شراب خواری دونوں ساتھ ساتھ چلتی ہیں قطع نظر اَور خرابیوں کے جو اُم الخبایث سے پیدا ہو سکتی ہیں قوم کی تعلیم کے لیئے جس میں ہم اور تم سب کوشش کر رہے ہیں نہایت سدراہ ہوگی۔ تم سب مسلمان طالب علموں کو ایک بہت زبردست کمیٹی بنانی چاہیئے اور نہایت کوشش سے نگراں رہنا چاہیئے کہ تمہارے جرگے کا کوئی شخص ایسا تو نہیں کرتا اس میں دین و دنیا دونوں میں بھلا ہوگا۔ اب میں آپکی مہربانیوں کا دوبارہ شکر ادا کرتا ہوں اور تمکو دونوں جہان کی برکتیں ملنے کی خدا سے دُعا کرتا ہوں۔ خدا قبول کرے۔ آمین (چیئرز نہایت زور سے) فقط

۵۵

ھوالمستعان

لکچر

آنریبل سیّد احمد خاں بہادر۔ ایل ایل ڈی۔ کے سی۔ ایس آئی۔ کا

مدرسۃ العلوم علیگڈھ کے

تاریخانہ حالات اور جدید واقعات

پر

متعلق اجلاس چہارم

محمڈن ایجوکیشنل کانگریس منعقدہ مقام علیگڈھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب صدر انجمن ۔

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ مدرسۃ العلوم علیگڈھ جس کے سب سے بڑے ہال (مگر افسوس ہے کہ ناتمام) میں آپ اجلاس فرمارہے ہیں ایک بہت بڑا انسٹیٹیوشن ہے جو قوم کی تعلیم کے لیئے قایم ہوا ہے۔ اور اسی سبب سے اسکو ہماری محمڈن ایجوکیشنل کانگریس سے بہت کچھ تعلق ہے۔ پس نہایت مناسب ہے کہ میں اس انسٹیٹیوشن کے تاریخانہ حالات اور جدید واقعات سے اپنی قوم کے اسقدر بزرگوں کو جو اس ہال میں جمع ہیں اطلاع دوں۔ میرا لکچر اس غرض سے نہوگا کہ سُننے والوں کے دل میں کسی امر کا جوش پیدا کروں یا

اپنے زعم میں اپنے آپ کو ایک بڑا اسپیکر فرض کر کے فصاحت و بلاغت کی داد چاہوں بلکہ میرا مطلب نہایت صاف لفظوں میں کالج کی حالت سے قوم کو اطلاع دینا ہے ٭

مگر ایک عبرت خیز واقعہ کو جس نے ایک شخص کے دل کو دین و دنیا دونوں سے مستغنی کر کے قوم کی محبت و ہمدردی میں محو کر دیا اور درحقیقت وُہی واقعہ اس کالج کے فونڈیشن کا پہلا پتھر ہے - میں اپنے دل سے بھلا نہیں سکتا - اور گو میں اُس کو کبھی ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا مگر اَب ظاہر کیے بغیر نہیں رہ سکتا ٭

کمبخت زمانہ غدر ۱۸۵۷ء کا ابھی لوگوں کی یاد سے بھولا نہیں ہے - اُس زمانہ میں مَیں بجنور میں تھا - جو مصیبت کہ وہاں کے موجودہ حکّام انگریزی اور عیسائیوں کے زن و مرد اور بچّوں پر پڑی - صرف اِس خیال سے کہ انسانیت سے بعید ہے کہ ہم مصیبت کے وقت اُن کا ساتھ نہ دیں میں نے اُن کا ساتھ دیا - غدر میں جو حال انگریزوں اور بچّوں اور عورتوں پر گُذرا اور جو حال ہماری قوم کا ہوا اور نامی نامی خاندان برباد و تباہ ہو گئے اِن دونوں واقعات کا ذکر بھی دل کو شق کر دینے والا ہے - غدر کے بعد مُجھ کو نہ اپنا گھر لُٹنے کا رنج تھا نہ مال و اسباب کے تلف ہونے کا - جو کچھ رنج تھا اپنی قوم کی بربادی کا اور ہندوستانیوں کے ہاتھ سے جو کچھ انگریزوں پر گذرا اُس کا رنج تھا - جب ہمارے دوست مرحوم مسٹر شکسپیر نے جن کی مصیبتوں میں ہم اور ہماری مصیبتوں میں وہ شریک تھے بعوض اُس وفاداری کے تعلقہ جہان آباد جو سادات کے ایک نہایت نامی خاندان کی ملکیت تھا اور لاکھ روپیہ سے زیادہ کی مالیّت کا تھا مجھ کو دینا چاہا تو میرے دل کو نہایت صدمہ پُہنچا - میں نے اپنے دل میں کہا کہ مُجھ سے زیادہ کوئی نالایق دنیا میں نہ ہو گا کہ قوم پر تو یہ بربادی ہو اور مَیں اُن کی جائداد لیکر تعلقہ دار بنوں - مَیں نے اُس کے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ میرا ارادہ ہندوستان میں رہنے کا نہیں ہے اور درحقیقت یہ بالکل سچ بات تھی - میں اُس وقت ہرگز نہیں سمجھتا تھا کہ قوم پھر پنپے گی اور کچھ عزّت پائیگی اور جو حال اُس وقت قوم کا تھا وہ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا تھا ٭

چند روز مَیں اسی خیال اور اسی غم میں رہا - آپ یقین کیجیئے کہ اس غم نے مجھے بڈّھا کر دیا اور میرے بال سفید کر دیئے - جب مَیں مراد آباد میں آیا جو ایک بڑا غمکدہ بربادی ہماری قوم کے رئیسوں کا تھا اُس غم کو کسی قدر ترقی ہوئی - مگر اُس وقت یہ خیال پیدا ہوا کہ نہایت نامردی اور بے مروّتی کی بات ہے کہ اپنی قوم کو اِس تباہی کی حالت میں چھوڑ کر مَیں خود کسی گوشۂ عافیت میں جا بیٹھوں - نہیں اُس کے ساتھ مصیبت میں رہنا چاہیئے اور جو مصیبت پڑی

ہے اُسکے دُور کرنے میں ہمت باندھنی قومی فرض ہے ۔ میں نے ارادۂ ہجرت موقوف اور قومی ہمدردی کو پسند کیا میں نے پسند نہیں کیا مگر میں نہیں جانتا کہ کس نے پسند کیا اور کس نے آمادہ کیا ۔ ہنوز سیاست ہائے ایام غدر جاری تھیں کہ میں نے ایک رسالہ قوم کی بے گناہی کا لکھا جو کازز آف انڈین رِوولٹ کے نام سے موسوم ہے ۔ میں بیان کرنا نہیں چاہتا کہ وہ کیا وقت تھا اور میرے دوست کیا یقین کرتے تھے کہ اُس جوشِ قومی ہمدردی سے جس کو میں خود دیوانہ پن کہہ سکتا ہوں مجھپر کیا گذرنے والا تھا ۔ یہ میرا پہلا سبق قومی ہمدردی کا تھا میرے غمخوار مجھ کو اُس سے مانع آتے تھے اور میرا دل اُن سے یہ کہتا تھا ؎

حریفِ کاوشِ مژگانِ خوں ریزم نۂ ناصح
بدست آور رگِ جانی و نشتر را تماشا کن

اُسی زمانہ میں میں نے چند رسالے لکھے اور مشتہر کیئے جو لائل محمڈنز آف انڈیا کے نام سے مشہور ہیں مگر میں نے غور کیا کہ یہ سب فروعی باتیں ہیں اصلی سبب سوچنا چاہیئے کہ قوم پر یہ مصیبت کیوں پڑی اور کیونکر دُور ہو سکتی ہے ۔ اُس کا یہ جواب ملا کہ قوم میں تعلیم و تربیت نہیں تھی اور انگریزوں سے جن کو خدا نے ہمپر مسلط کیا ہے میل جول اور اتحاد نہ تھا اور باہم اُن دونوں میں مذہبی اور رسمی منافرت بلکہ مثل آب زیرِ کاہ عداوت کا ہونا تھا میں نے یقین کیا کہ اگر یہ دونوں باتیں نہوتیں تو یا غدر واقع نہوتا اگر ہوتا تو جو سخت مصیبت گورنمنٹ پر نہ ملک پر ہماری قوم پر واقع ہوئی اسقدر نہ ہوتی ؛

پھر میں نے اپنے دل سے پوچھا کہ قوم کو اِس زمانہ کی ضرورت کے موافق تعلیم دینا اور یورپ کے علوم کا اُن میں جاری کرنا آیا درحقیقت اسلام کے برخلاف ہے ۔ مجھے جواب ملا کہ نہیں ۔ پھر میں نے سوچا کہ انگریزوں سے جو ہمارے حاکم ہیں اور عموماً عیسائیوں سے سچی دوستی اور بے ریا اتحاد اور دل کھول کر دوستانہ میل جول اور دوستانہ معاشرت اور آپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی ۔ کیا اسلام کے برخلاف ہے ۔ جواب ملا کہ نہیں بس انہیں دونوں اصولوں کو میں نے اختیار کیا اور انہیں اصولوں پر جن کو میں کبھی نہیں چھوڑنے کا قومی بھلائی پر کمر باندھی ۔ جبکہ میں نے قومی بہتری کے وہ دو اُصول مستحکم طور پر قایم کرلیئے ایک تعلیم دوسرا انگریزوں سے اصلی اتحاد و دوستی ۔ تو اوّل ۱۸۵۸ء میں میں نے ایک اسکول مرادآباد میں قایم کیا جہاں اُس زمانہ میں کسی قسم کے اسکول کا وجود نہ تھا ۔ مگر سر جان اسٹریچی کی مہربانی سے وہاں ایک اُردو انگریزی اسکول قایم ہوا اور دونوں کو ملا دیا گیا ؛

پھر مَیں غازی پور گیا جہاں میں نے ایک اسکول قایم کرنے کی نبیاد ڈالی جس میں اُردو انگریزی عربی فارسی پڑھایا جاوے اُسکا فونڈیشن اسٹون میرے دوست مرحوم راجہ سر دیو نراین سنگھ بہادر اور جناب مولانا محمد فصیح رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ سے رکھوایا گیا وہ اسکول نہایت کامیابی سے چلتا ہے اور وکٹوریا اسکول کے نام سے موسوم ہے ✦

اُس زمانہ میں میرے خیالات یہ تھے کہ بذریعہ ترجموں کے جو اُردو زبان میں ہوں اپنی قوم کو اعلےٰ درجہ کے یورپین علوم و فنون سے بہرہ یاب کر سکتا ہوں اسپر کوشش کی ۔ اور ۱۸۶۴ء میں سین ٹیفک سوسئٹی قایم کی جس کی عالی شان عمارت اسی علیگڈھ میں آپ دیکھتے ہیں ۔ بہت سی کتابوں کا اُردو میں ترجمہ ہوا اور اُس کا ایک اخبار ابتک میرے اہتمام سے جاری ہے ۔ مَیں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ اُردو زبان میں کتابوں کا ترجمہ ہونا بیشک مُلک کے لیئے مفید ہے ۔ مگر مجھ کو یقین ہوگیا کہ اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت جس کی ضرورت قوم کو ہے اور سوشیل حالت کی ترقی اور حاکم و محکوم کا میل جول جو میرے اُصولوں کا منشا ہے بغیر انگریزی پڑھنے اور یورپین سینس و لٹریچر میں اعلےٰ درجہ تک ترقی کیئے ناممکن ہے ۔ میں ہر ایک بات سوچتا تھا اور نہیں سمجھتا تھا کہ کیا کروں ✦

اُسی زمانہ میں گورنمنٹ نے اضلاع شمال و مغرب کے طالب علموں میں سے سید محمود کو لنڈن میں جا کر تعلیم پانے کو منتخب کیا جسکے لیئے سب سے اول سر جان اسٹریچی کا اور اُسکے بعد سر ولیم میور اور لارڈ لارنس مرحوم کا ممنون ہوں ۔ مجھے موقع ملا کہ میں بھی لنڈن جاؤں اور تعلیم و تربیت کے اُن طریقوں سے واقف ہوں جن طریقوں سے انگلش قوم نے ایسے اعلےٰ درجہ کی ترقی پائی ہے ۔ مَیں وہاں گیا اور وہاں رہا اور جو دیکھا سو دیکھا اور جو سوچا وہ سوچا مگر اپنی قوم کو دین و دنیا دونوں کے اعتبار سے ایسے پست و تاریک گڑھے میں گرا ہوا پایا جس سے نکلنا محال معلوم ہوتا تھا اور معاف کیجئے اب بھی بعض ملکوں کی نسبت قریب محال کے معلوم ہوتا ہے ۔ مگر اپنی ہمت نہیں ہاری اور جب تک زندہ ہوں نہ ہاروں گا ✦

لندن ہی میں مینے اس مدرسہ کے قایم کرنے کی اور تعلیم کی تمام تجویزوں کو پورا کیا یہاں تک کہ جس نقشہ پر آپ اس کالج کی عمارتوں کو بنتا ہوا دیکھتے ہیں یہ بھی لندن ہی میں قرار پاچکا تھا میں بدنصیبی سے انگریزی سے ناواقف تھا میں سید محمود کا نہایت شکر گذار ہوں کہ تمام واقفیت اور اطلاعیں جو مجھ کو حاصل ہوئیں اُس میں سید محمود نے میری بہت بڑی مدد کی مجھ کو اس بات کے اقرار کرنے سے نہایت خوشی ہے کہ اگر اُن کی مدد نہوتی تو جس مقصد سے میں لنڈن گیا تھا میرا جانا فضول تھا ✦

مدرسہ کے بورڈنگ ہوس کی اور تعلیم کے طریقے کی جسپر اسوقت مدرسہ چل رہا ہے اور جسپر آیندہ چلیگا اُن کی نسبت یہ کہنا کہ میں اُن کا تجویز کرنے والا اور قرار دینے والا تھا ایک ناانصافی ہوگی بلکہ صاف صاف کہنا چاہیئے کہ اُسکا بہت بڑا حصّہ سید محمود کا تجویز کیا ہوا تھا جو اُنہوں نے اپنی واقفیت اور اپنے نہایت لایق دوستوں سے صلاح و گفتگو کرنے کے بعد قرار دیا تھا۔ سید محمود کا خیال تھا کہ کالج ایسا اعلےٰ درجہ کا قایم ہو جس میں تمام یورپین علوم و فنون مع اُن ایشیائی علوم کے جو ہمارے بزرگوں کے لیئے مایۂ فخر تھے اعلےٰ درجہ پر تعلیم ہوسکیں اور وہ کالج محمڈن یونی ورسٹی کے نام سے موسوم ہو۔ اُن کا خیال ہے کہ عربی فارسی لٹریچر مُسلمانوں کا قومی تمغا ہے اُسکو ہرگز چھوڑنا نہیں چاہیئے۔ اور ہی اُنٹل ڈپارٹمنٹ جو صرف اُنہیں کی تجویز سے مدرسہ میں قایم ہوا تھا اُس کے ٹوٹ جانے کا اُن کو نہایت افسوس ہے ہمیشہ وہ اس کا الزام مجھپر دیتے ہیں کہ میں نے اُن کی سرپرستی نہیں کی مگر اُن کا یہ خیال غلط ہے۔ ملک کی حالت ایسی ہے کہ وہ چل نہیں سکا اُن کا مصمم ارادہ ہے کہ وہ خود کسی وقت اُس کو قایم کرینگے خدا کرے کہ اُس میں اُن کو کامیابی ہو ؀

غرضکہ ان تجویزوں کو مکمل کرکے میں نے لنڈن سے واپس آنے کا ارادہ کیا اور لنڈن ہی میں اس کام کے جو نہایت اہم تھا شروع کرنے کے تین طریقے قرار دیئے ؀

اوّل ایک ایسی تدبیر اختیار کیجاوے جس سے عموماً خیالات تعصب جو مسلمانوں کے دلوں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور یورپین سینس و لٹریچر کا پڑھنا کفر اور مذہب اسلام کے خلاف سمجھتے ہیں دور ہوں ؀

دوم۔ خود مسلمانوں سے پوچھا جاوے کہ وہ یورپین سینس اور لٹریچر کو کیوں نہیں پڑھتے اور اُس میں اُن کو کیا اندیشہ ہے ؀

سوم۔ کالج کے لیئے چندہ شروع کیا جاوے اور جس وقت موقع ہو علیگڈھ میں کالج قایم کیا جاوے۔ لنڈن ہی میں علیگڈھ کا مقام قرار پا چکا تھا ؀

ہندوستان میں پہونچکر تجویز اوّل کے مطابق میں نے **تہذیب الاخلاق** جاری کیا۔ آپکو معلوم ہے کہ اُس کے سرے پر جو اُسکا نام اور اُسکے گرد خوبصورت بیل چھپتی تھی وہ ٹیپ لنڈن ہی میں بنوایا تھا اور اپنے ساتھ لایا تھا۔ گو تہذیب الاخلاق کی بہت مخالفت ہوئی۔ خاص اخبار اور پرچے اُسکی مخالفت پر جاری ہوئے لیکن اُسکو بڑی کامیابی ہوئی۔ اگر لوگوں کا یہ خیال صحیح ہے کہ تہذیب الاخلاق نے تمام ہندوستان کو ہلا دیا اور لوگوں کے دلوں کو قومی ہمدردی پر مائل کر دیا تو شاید میری نجات کے لیئے بھی کافی ہوگا ؀

دوسری تجویز کے مطابق ایک کمیٹی قایم ہوئی اور کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان اُس کا نام رکھا اور بذریعہ جواب مضمونوں کے عموماً مسلمانوں سے اُسکی نسبت استفسار کیا آپ اس بات کے سُننے سے کچھ متعجب نہونگے کہ اُسکا اشتہار لنڈن ہی میں چھپوا لیا تھا اور وہ مضمون جس کا جواب پوچھا گیا تھا سب سید محمود کے لکھے ہوئے اور تجویز کیئے ہوئے تھے اس کمیٹی کو نہایت کامیابی ہوئی اور بہت بڑی کامیابی کے ساتھ اُس کا کام ختم ہوا۔ اور کام ختم ہونے پر اس کالج کا قایم ہونا قرار پایا ❊

کالج کا قایم ہونا ہی مقصود تھا جو تجویز سوم میں قرار پایا تھا ۱۸۷۲ء میں چندہ جمع کرنے کے لیئے بمقام بنارس ایک کمیٹی قایم ہوئی جس کا نام **محمڈن اینگلو اورینٹل کالج فنڈ کمیٹی** رکھا گیا اور کامیابی سے اُس کا کام چلنا شروع ہوا۔ اس کمیٹی نے ۱۸ جون ۱۸۷۲ء کے اجلاس ہی میں مختلف مقامات میں سب کمیٹیاں واسطے وصول چندہ کے مقرر کیں منجملہ اُن سب کمیٹیوں کے ایک سب کمیٹی علیگڈھ میں مقرر کی اور مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب - راجہ سید باقر علیخاں صاحب - محمد عنایت اللہ خاں مرحوم - کنور محمد لطف علیخاں صاحب منشی محمد شتاق حسین صاحب کو سب کمیٹی کا ممبر مقرر کیا ❊

اُسی سال بنارس کی کمیٹی میں تجویز پیش ہوئی کہ مدرسہ کہاں بنایا جاوے اور بعد تحقیقات اور طلب آرا کے ۸ - نومبر ۱۸۷۲ء کے اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا کہ مدرسہ بمقام علیگڈھ بنایا جاوے ❊

دسویں فروری ۱۸۷۳ء کے اجلاس میں **سید محمود** نے ایک نہایت کامل تجویز تعلیم علوم کی جو اُنھوں نے لنڈن ہی میں بصلاح وہاں کے لایق پروفیسروں اور عالموں کے مرتب کی تھی پیش کی - اگر اُس درجہ تعلیم تک مدرسہ پہنچ جاوے تو قوم کے نصیب کھل جاوینگے مگر ابھی اس درجہ تک پہونچنے میں بہت دیر ہے ❊

چودھویں اپریل ۱۸۷۳ء کے اجلاس میں چھوٹے چھوٹے مدرسوں کے مختلف مقامات پر قایم ہونے پر بحث ہوئی جو آخرکار مدرسۃ العلوم کے ماتحت اور اُسکی ایک شاخ قرار پاویں اس مضمون پر ممبروں سے رائے طلب کرنے اور مباحثہ ہونے کے بعد ۳ مئی ۱۸۷۳ء کے اجلاس میں مدرسہائے ماتحت کے لیئے جو سوائے علیگڈھ کے دوسرے مقاموں میں قایم ہوں متعدد قواعد اور شرایط قرار دی گئیں - علیگڈھ کے مدرسہ کے لیئے **مولوی محمد سمیع اللہ خاں بہادر سی ایم جی** سے التماس کیا گیا کہ ابتدائی مدرسہ کھولنے کی تدبیر کریں اور وہاں کے رئیسوں سے اُس کے لیئے چندہ جمع کرنے کی کوشش فرماویں چنانچہ اُنھوں نے کوشش کی جس کے لیئے ہم سب کو اُن کا شکرگزار ہونا چاہیئے ❊

دسویں جنوری ۱۸۷۲ء کے اجلاس میں کمیٹی نے متعدد تجویزیں منظور کیں (۱) علیگڈھ میں جو زمین پرانی چھاونی فوج کی بیکار پڑی ہے تعمیر مدرسہ کے لیئے گورنمنٹ سے لیجاوے (۲) سکرٹری کو اجازت دی گئی کہ اگر زمین ملجاوے تو اُسمیں تعمیر مدرسہ کا کام شروع کرے مگر تعمیر میں روپیہ اور سرمایہ مدرسہ کا خرچ نہ ہو بلکہ اُسکی آمدنی یا چندہ خاص تعمیر کا صرف کیا جاوے ❊

۱۹ - مارچ ۱۸۷۲ء کے اجلاس میں سکرٹری نے اطلاع دی کہ گورنمنٹ نے اُس زمین کے دینے کا وعدہ کرلیا ہے جہاں مدرسۃ العلوم کا تعمیر ہونا تجویز کیا گیا ہے ❊

اُس زمین کے متصل جس کا گورنمنٹ نے دینا قبول کیا تھا چار بنگلہ لوگوں کی ملکیت تھے جن کا خریدنا لازمی تھا اُن میں سے تین بنگلوں کے خریدنے کا معاملہ **مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب** نے بعوض پندرہ ہزار روپیہ کے قرار دیا - اور یہ درخواست کی کہ اگر آٹھ ہزار روپیہ کمیٹی دے تو سات ہزار روپیہ کا میں اُس چندہ سے جو مینے کھولا ہے بندوبست کرلونگا اور یہ بھی چاہا کہ **راجہ سید باقر علی خاں** نے جو صد کمیٹی بنارس میں دو ہزار روپیہ چندہ لکھا ہے اُس کو بھی وہ اسی چندہ میں جو اُنہوں نے علیگڈھ میں کھولا تھا شامل کرلیں چنانچہ صد کمیٹی نے اپنی فہرست میں سے راجہ صاحب کا نام خارج کردیا ❊

چوتھی اکتوبر ۱۸۷۲ء کو وہ تینوں بنگلے خرید لیئے گئے - مگر مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب نے دو ہزار روپیہ منجملہ قیمت بنگلہا اَور طلب کیئے وہ بنارس سے بھیجے گئے اور ۱۷ - اکتوبر ۱۸۷۲ء کے اجلاس میں مذکورہ بالا دو ہزار روپیہ جو دیا گیا تھا کمیٹی سے اُسکی منظوری ہوگئی - چوتھا بنگلہ جس میں اب یونین کلب ہے خود کمیٹی نے اُس کے مالک سے جو لکھنؤ میں تھا خرید کیا ❊

۲۰ - فروری ۱۸۷۳ء کے اجلاس میں بنارس کی کمیٹی نے علیگڈھ میں ابتدائی تعلیم کے لیئے مدرسہ کھولنا تجویز کیا اور مندرجہ ذیل رزولیوشن پاس ہوا ❊

رزولیوشن نمبر ۳ - سوائے سکرٹری کے باقی ممبروں نے اتفاق کیا کہ تعلیم ابتدائی یعنی تعلیم صیغہ مدرسہ جاری کیجاوے اور مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب سے درخواست کیجاوے کہ وہ اس بات کی تجویز پیش کریں کہ اس تعلیم کے لیئے کس قدر مدرس اور کس کس علم و زبان کے درکار ہونگے اور کیا کیا تنخواہیں اُن کی مقرر کرنی ضرور ہونگی اور بہتر ہے کہ وہ اس باب میں اپنی سب کمیٹی سے اور نیز اپنے دوستوں سے صلاح و مشورہ کرکے اُسکی رپورٹ کمیٹی میں ارسال فرماویں - اخراجات میں کرایہ مکانات بھی جن میں مدرسہ جاری ہوگا شامل کیا جاوے ❊

میں اس تجویز کا بالکل موید تھا اور ممبروں سے اپنے نام کا علیحدہ رکھنا بوجہ اختلاف نہ تھا کیونکہ ہر شخص یقین کرسکتا ہے کہ اگر میری رائے و مرضی ابتدائی تعلیم جاری کرنے کی نہوتی تو ایک ممبر بھی کمیٹی کا اُسکی رائے نہ دیتا ✤

مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب نے رپورٹ بھیجی اور لمامعہ ماہواری کا خرچ تنخواہ مدرسان اور مالعہ ماہواری واسطے تقرر اسکالرشپوں کے کل لاملعہ ماہواری کا اور زیادہ سے زیادہ لعمالعہ ماہواری خرچ تجویز کیا کمیٹی بنارس نے ۱۸- اپریل ۱۸۷۵ء کے اجلاس میں یہ خرچ دینا منظور کیا اور مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب کو لکھا کہ یکم جون ۱۸۷۵ء سے مدرسہ جاری کریں اور اُس کا اشتہار اخباروں میں دیدیں ✤

بعد اس کے ۲۰ مئی ۱۸۷۵ء کے اجلاس میں اُسی کمیٹی نے جو بنارس میں تھی تاریخ افتتاح مدرسہ تبدیل کی اور بعوض اُس کے ۲۴ مئی ۱۸۷۵ء روز سالگرہ ملکہ معظمہ تاریخ افتتاح مدرسہ قرار دی اور مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب کو لکھا کہ رسمیات افتتاح تاریخ مذکور کو عمل میں آویں چنانچہ میں خود اور بعض ممبر اُس تاریخ پر علیگڈھ میں آئے اور مدرسہ کھولا گیا ✤

جس وقت علیگڈھ میں مدرسہ کھولنے کا ارادہ ہوا اُسی وقت میں نے پنشن لینے کا قصد کیا اور بذریعہ صاحب جج ہائی کورٹ کو اطلاع دی کہ میرا ارادہ پنشن لینے کا ہے اور اکونٹنٹ جنرل سے نقشہ طلب کیا اور درخواست کی کہ میری مدت ملازمت اور استحقاق پنشن کی تصدیق فرماویں۔ جس قدر زمانہ اُسکی تکمیل میں لگا وہ لگا اور اوسط ۱۸۷۶ء میں علیگڈھ میں آگیا۔ جو کہ سید محمود کا بھی ارادہ ہے کہ وہ کالج کی سرپرستی کے لیئے علیگڈھ میں سکونت اختیار کرینگے جس کا زمانہ کچھ بہت دور نہیں ہے۔ اُنہوں نے مجھ کو صلاح دی کہ آپ اپنی کوٹھی کو جو علیگڈھ میں ہے اور بسبب اخراجات سفر لنڈن رہن ہوگئی ہے وہ چھوٹی ہے اُس کو فروخت کرکے زر رہن ادا کر دیجئے اور ایک دوسری کوٹھی جس میں میرے اور آپکے دونوں کے رہنے کی گنجایش ہو میں خرید لیتا ہوں چنانچہ سید محمود نے یہ کوٹھی جس میں میں اب رہتا ہوں خرید لی میں نے اپنی کوٹھی مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب کے ہاتھ فروخت کردی جس میں خدا کرے وہ آکر رہیں اور ترقی اور تکمیل مدرسہ میں کوشش کریں ✤

بعد اس کے کہ مدرسہ ابتدائی کھولا گیا تمام اخراجات مدرسہ جز و کل کالج فنڈ کمیٹی ادا کرتی رہی ۱۸۷۵ء کے چند مہینوں کی بابت صمملالعہ ۷ روپیہ ۹ پائی اُس کمیٹی نے بنارس سے بھیجے اور آئندہ اُس وقت تک کہ ہیڈ کوارٹر کالج فنڈ کمیٹی کا علیگڈھ میں آیا تمام اخراجات مولوی محمد سمیع اللہ خان بہادر کے پاس بھیجتے رہے ✤

اُس وقت طالب علموں کی تعداد قلیل تھی اور کوئی بورڈنگ ہوس نہ تھا طالب علم جسقدر تھے چھوٹے چھوٹے کمروں میں بھر دیئے جاتے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ ہر ایک چیز میں ترقی ہوتی گئی تعمیر کا کام جو میں نے شروع کر دیا تھا اُس میں بھی ترقی ہوتی گئی اور یہ ارادہ ہوا کہ ویسرائے ارل نارتھ بروک کے ہاتھ سے رسم فونڈیشن ادا ہو مگر اُن کے دفعتہً تشریف لیجانے سے وہ ارادہ پورا نہ ہوا۔ لارڈ لٹن کے زمانہ میں بعد دربار قیصری فونڈیشن کی رسم کا اُن کے ہاتھ سے عمل میں آنا قرار پایا آٹھویں جنوری ۱۸۷۷ء کو حضور ممدوح علیگڈھ میں تشریف لائے اور ایک نہایت پر تکلف جلسہ میں رسم فونڈیشن ادا ہوئی۔

ہمارے ملک کے رئیس اعظم والی ملک حاجی حرمین الشریفین نواب محمد کلب علیخاں بہادر خلد آشیان والی رامپور نے جو مربی مدرسہ تھے فرمایا کہ اخراجات رسم فونڈیشن اور دعوت لارڈ لٹن سب اُن کی طرف سے کیجاوے۔ مگر ہمارے ضلع کے فیاض رئیس کنور محمد لطف علیخاں صاحب نے جو پریسیڈنٹ کمیٹی تھے چاہا کہ اُن کی طرف سے اور اُن کے نام سے وہ دعوت و رسم ادا ہو اور ہمارے عالی ہمت راجہ سید باقر علی خاں صاحب وس پریسیڈنٹ نے چاہا کہ اُن کی طرف سے اور اُن کے نام سے ہو۔ مولوی محمد سمیع اسد خاں صاحب نے یہ مصلحت سمجھی کہ دونوں رئیسوں کی طرف سے ہو۔ چنانچہ میں نے ہز اکسلنسی لارڈ لٹن سے بذریعہ پرایویٹ سکرٹری خط کتابت کی اور سر جان اسٹریچی کی سعی و سفارش سے ہز اکسلنسی ارل لٹن نے اُس کو منظور کیا۔ میں نے ہز ہائنس نواب صاحب رامپور کا اس فیاضی کے لیئے شکریہ ادا کیا اور اُن دونوں فیاض رئیسوں کی طرف سے رسم فونڈیشن ادا ہوئی جس کا شکر ادا کرتے ہیں اور اُن کے احسانوں کے ہم ممنون ہیں۔ جب ہز اکسلنسی لارڈ لٹن بعد ادائے رسم فونڈیشن کلکتہ ہو کر شملہ میں پہونچے تو حضور ممدوح نے پریسیڈنٹ کمیٹی کنور محمد لطف علی خاں کو تمغۂ قیصری عطا فرمایا ہم نے بھی اُن کے اس احسان کو نقش کالحجر کیا اور کالج کے دو کمروں میں اُن کے آنریں نہایت خوشخط حرفوں اور خوبصورت پتھروں میں دو کتبے کھدوا کر لگا دیئے اور ایک کمرے میں جناب مولوی محمد سمیع اللہ خاں کے آنریں ایک کتبہ لگایا۔

اسکول جو ۱۸۷۵ء میں انٹرنس تک کی پڑھائی کے لیئے کھولا گیا تھا ۱۸۷۸ء میں ایف اے کی پڑھائی تک اور ۱۸۸۱ء میں بی اے اور ایم اے کی پڑھائی تک ترقی کر گیا اور ہر نواح کے بزرگوں اور قومی بھلائی چاہنے والوں بلکہ انسان کے ساتھ نیکی کرنے والوں اور علی الخصوص پنجاب کے زندہ دل بزرگوں اور والیان ریاست اور وہاں کے دیگر اُمرا و رئیسان نے اور بالتخصیص اسلامی سلطنت حیدر آباد نے نہایت فیاضی سے امداد کی اُن بزرگوں کا خاص کر

مجھ کو اپنی ذات سے بے انتہا شکر ادا کرنا لازم ہے کہ انہوں نے مجھ ناچیز پر اسقدر بھروسہ کیا کہ لاکھوں روپیہ کا چندہ مجھ کو دیدیا کسی کمیٹی کو پوچھا نہ کسی ممبر کو اور نہ یہ جانا کہ روپیہ جو وہ دیتے ہیں کہاں جاتا ہے اور کیا ہوتا ہے ❊

میں اپنی تمام زندگی میں کسی امر پر اسقدر فخر نہیں کرسکتا جس قدر کہ اُس اعتماد اور طمانیت پر فخر کرتا ہوں جو میری قوم اور غیر قوم کے بزرگوں نے مجھپر کیا ❊

ابتداءً جب کالج فنڈ کمیٹی قایم ہوئی جو درحقیقت اصل کالج قایم کرنے والی ہے تو اُس نے ایک نہایت مختصر بائے لاجو اُس وقت کی ضرورتوں کے مناسب تھا بنایا - پھر بلحاظ اُن ضرورتوں کے جو ترقی کالج سے پیش آئیں اُس بائے لا کو ترمیم و تبدیل کیا اور ۱۸۸۳ء میں جدید بائے لا مرتب کیا جو اُس وقت کے مناسب تھا - کالج کے انتظام کے لیئے اور تعلیم کی درستی کے لیئے کالج فنڈ کمیٹی نے اپنے ماتحت اور اپنے اختیار اور تجویز سے چار کمیٹیاں اور قایم کیں جن میں اکثر کالج فنڈ کمیٹی کے ممبر شریک تھے ❊

ایک کمیٹی مدبران تعلیم السنہ مختلفہ و علوم دنیویہ - اس کمیٹی میں یوروپین دوستوں کو بھی جن سے تعلیمی امور میں مشورہ و صلاح لینی ضرور تھی شامل کیا ❊

ایک کمیٹی مدبران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت - اور اسیطرح کی ایک کمیٹی مدبران تعلیم مذہب اشیعہ اثنا عشریہ - ایک کمیٹی منتظم مدرسہ و بورڈنگ ہوس ❊

ان کمیٹیوں نے مختلف اوقات میں اور حسب ضرورت اُن امور کے لیئے متعدد قواعد اور دستور العمل بنائے تھے جن پر کارروائی ہوتی تھی ❊

مگر کالج کی اور اُس کی جایداد کی ایسی ترقی ہوگئی تھی اور لوگوں کا اعتبار اُسپر ایسا بڑھگیا تھا کہ ہزاروں روپیہ لوگوں نے بعوض تعلیم اپنے اطفال کے کمیٹی میں امانت کردیا تھا جو ابتک امانت ہے اور علاوہ اسکے بہت سی وجوہات ایسی درپیش ہوئیں کہ کالج کا ایک عام طور پر معمولی کمیٹی کے سپرد رہنا مناسب نرہا تھا اور ضرور ہوا کہ اسکے لیئے سرکاری قانون مروجہ وقت کے مطابق ٹرسٹی مقرر ہوں اور اُسکی کارروائی کے لیئے ایسے لا اور رگولیشن بنائے جاویں جو تمام ضروریات و جزئیات کالج کے لیئے حاوی ہوں اور جو علاقہ آمد اب ہو رہا ہے اُسکو بھی رگولیشن میں شامل کردیا جاوے تاکہ کوئی کارروائی لا اور رگولیشن سے خارج نرہے اور جہاں تک ممکن ہو کالج کی آیندہ بقا اور استحکام اور اسی اسکیل و مقاصد پر قایم رہنے کا جسپر کہ قایم کیا ہے انتظام کیا جاوے ❊

ہمارے یورپین دوست جو دل سے ہمارے کالج کی ترقی و بھلائی کا خیال رکھتے تھے اور خصوصاً مسٹر ویٹ ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن ہمکو دوستانہ نصیحت کرتے تھے اور صلاح دیتے تھے کہ اب کالج کی حالت ایسی ہوگئی ہے کہ اُس کے لیئے باضابطہ ٹرسٹی مقرر کرنی اور تمام کارروائی کے لیئے ایک مکمل کوڈ بنانا نہایت ضرور ہے - ان تمام حالات کے لحاظ سے میں نے ممبروں کے اجلاس منعقدہ گیارہ مارچ ۱۸۸۹ء میں اس امر کو پیش کیا اور ٹرسٹیوں کے مقرر کرنے اور اُن کے لیئے ایک کوڈ لا اور رگولیشن کا بنانے کی اجازت لی اور یہ بھی اجازت لی کہ مسٹر اسٹریچی بیرسٹرایٹ لا اُسکے مرتب کرنے کو مقرر ہوں - یہ تحریک کمیٹی نے منظور کی اور میں نے وہ مجموعہ لا اور رگولیشن کا جو زیر بحث ہے بشرکت سید محمود و مسٹر اسٹریچی تیار کیا - اور جو کہ اُس میں بہت سے احکام نسبت یورپین اسٹاف کے داخل کرنے تھے اس لیئے اُس حصہ کی ترتیب میں پرنسپل صاحب کو بھی شامل کیا تاکہ بعد اُسکے یورپین اسٹاف کو کسی قسم کے عذر کی گنجایش نہ رہے *

اگرچہ ہماری کالج فنڈ کمیٹی میں بیاسی ممبر تھے مگر موجودہ قواعد کی رو سے کسی ممبر سے کسی معاملہ میں رائے پوچھنی یا اُن کو تجویزوں اور انتظاموں سے اطلاع دینی ضرور نہیں تھی صرف پانچ آدمی ملکر جو چاہتے تھے کر ڈالتے تھے - درحقیقت یہ بڑا نقص اور نامناسب طریقہ تھا میں خیال کرتا ہوں کہ تمام بزرگوں نے اس وجہ سے کہ اُن کو مجھپر پورا بھروسہ تھا اس نامناسب کارروائی پر کچھہ التفات نہیں کیا لیکن اس جدید قانون ٹرسٹیان میں یہ نقص رفع کیا گیا ہے *

اُس کی دفعہ ۲۲ و ۲۳ میں ایک قاعدہ بنایا گیا ہے کہ ہر ایک جلسہ کی تاریخ مقررہ سے تیس دن پہلے اُس کی اطلاع بذریعہ تحریر رجسٹری شدہ ہر ایک ٹرسٹی کو دیجاوے اور جو امر اُس جلسہ میں پیش ہونے والا ہو اُسکی کیفیت بھی ہر ایک ٹرسٹی کے پاس مرسل ہو - پھر دفعہ ۳۰ میں یہ قاعدہ بنایا گیا ہے کہ جو ٹرسٹی خود نہ آسکیں اپنا ووٹ بذریعہ تحریر سکرٹری کے پاس بھیجدیں اس ذریعہ سے آیندہ کارروائی میں کُل ٹرسٹی شریک رہیں گے اور اُن کو کالج کی جملہ کارروائی سے دلچسپی اور واقفیت زیادہ ہوگی اور نہ اب سکرٹری کو اور نہ کسی ممبر کو اختیار ہے گا کہ پانچ آدمی ملکر جو چاہیں سو کر ڈالیں *

ٹرسٹیوں کے انتخاب کا ایسا قاعدہ بنایا گیا ہے کہ جس سے ہر صوبہ کے بزرگ ٹرسٹیوں میں شامل ہوں ٹرسٹیوں کی تعداد کو ہر صوبہ پر تقسیم کیا ہے مثلاً پنجاب سے اسقدر - اودھ شمال مغرب سے اسقدر ہندوستانی ریاستوں سے اسقدر - حیدرآباد سے اسقدر وغیرہ وغیرہ - اور اس

تقسیم میں اضافہ کرنے یا تغیر تبدیل کرنے کا ٹرسٹیوں کو اختیار دیا ہے اس تدبیر سے ہر صوبہ کے لوگ کالج کے کاروبار میں رائے دے سکیں گے اور دلچسپی رکھینگے ۔

کارروائی شروع ہونے کے لیئے ایک گروہ اشخاص کا جیسا کہ یونیورسٹیوں کے قانون کا دستور ہے اسی قانون میں ٹرسٹی نامزد کرنا ضرور تھا میں نے کالج فنڈ کمیٹی کے ممبروں میں سے ہر ایک صوبہ کے چند بزرگوں کو منتخب کر کے ٹرسٹیوں میں نامزد کیا اور جن ممبروں کو بطور ٹرسٹی منتخب نہیں کیا تھا اُن کی فہرست بھی شامل کی تاکہ اُن میں سے جس کو چاہیں ٹرسٹیاں نامزد شدہ منتخب کر سکیں ضلع علیگڈھ اور بلند شہر کے معزز خاندانوں میں سے بلالحاظ اس کے کہ وہ مخالف ہیں یا موافق ایک ایک رئیس خاندان کو ٹرسٹیوں میں منتخب کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے یہ کارروائی نہایت صاف دلی اور نیک نیتی سے کی ہے ۔ مگر بدبختی سے میری یہ کارروائی بدنیتی پر محمول ہوئی اور اُن لوگوں کو جو ٹرسٹیوں میں نامزد نہیں ہوئے تھے مخالفت پر برانگیختہ کرنے کی اشتعالک دیگئی اور اُس میں اُن کو کسی قدر کامیابی بھی ہوئی۔ یہاں تک کہ ایک بزرگ نے جو ٹرسٹیوں میں منتخب نہیں ہوئے تھے لکھا کہ "اگر جملہ بیاسی ممبران ٹرسٹی مقرر کیئے جاتے تو اختلاف کا دیا طوفان پیدا نکرتا اور اعتراضات کی آندھی نہ چلتی" علاوہ اسکے یہ بھی اعتراض ہوا ہے کہ باقیماندہ ممبروں کو ٹرسٹیوں کے ساتھ ووٹ دینے کا حق نہیں دیا ۔

اے صاحبو مسودۂ قانون ٹرسٹیاں میں کل تعداد ٹرسٹیوں کی ستتر قرار دیگئی ہے اُن میں سے صرف اُنچاس نامزد کیئے ہیں اس وقت مجھ کو ضرور نہ تھا کہ پوری تعداد ٹرسٹیوں کی نامزد کرتا بلکہ ایسی گنجایش رکھنی ضرور تھی کہ اگر ٹرسٹیاں نامزد شدہ کسی کو منتخب کرنا چاہیں تو منتخب کر سکیں ۔

یہ بیان کہ کالج فنڈ کمیٹی کے تمام ممبر لیف ممبر تھے اور اُن سب کو بلا استثنا ٹرسٹیوں میں داخل ہونے کا حق تھا صحیح نہیں ہے ٹرسٹیان کے مقرر ہونے سے کالج فنڈ کمیٹی ابالش یعنی برخاست ہو جاتی ہے اُس کے ممبروں کو جب تک وہ کمیٹی تھی اپنی زندگانی تک اُسمیں ممبر رہنے کا حق تھا جب وہ کمیٹی ابالش ہوگئی تو نہ کوئی ممبر رہا نہ آیندہ اُس کا کوئی ممبر ہوگا۔ یہ کونسی منطق ہے کہ اُن ممبروں کی زندگی تک وہ کمیٹی کبھی نہ برخاست ہونے پاوے اور نہ کوئی جدید انتظام عمل میں آوے ۔

میں نے جہاں تک ممکن ہوا ہے مسودۂ قانون میں ان کا ادب قایم رکھا ہے مگر ٹرسٹیوں کے ساتھ ووٹ دینے میں وہ کیونکر شریک ہو سکتے تھے موجودہ قواعد کی رو سے کالج فنڈ کمیٹی کے ممبروں کو صرف اخراجات کی منظوری یا نامنظوری کے ووٹ کا اختیار تھا یا اختیار ہی

ہر ایک ممبر کے لیئے لازمی تھا اب ٹرسٹیوں کو نہایت وسیع اختیارات اور تمام امورات متعلق کالج کا اخیر فیصلہ سپرد ہوا ہے پس اُن کا کوئی حق نہیں ہے کہ اُن تمام امور میں ٹرسٹیوں کے ساتھ ووٹ دیں ●

موجودہ قواعد کی رُو سے ممبروں کا اجلاس ہونا صرف سکرٹری کی رائے و خواہش پر منحصر تھا۔ ممبروں کو مطلق اختیار نہیں تھا کہ کسی قاعدے کی بنا پر کسی امر کے لیئے اجلاس منعقد ہونے کی تاکید کریں۔ حال کے مسودۂ قانون میں چار طریقے اجلاسوں کے قرار پائے ہیں اول جبکہ سکرٹری کسی کام کے انجام کے لیئے اجلاس ہونا ضروری سمجھے۔ **دوسرے** جبکہ ایک ثلث ٹرسٹی اجلاس کا منعقد ہونا ضرور سمجھیں۔ تیسرا سالانہ اجلاس ہر سال تقویمی کے اختتام پر جس میں قواعد و قوانین مروجہ کی اصلاح اور دیگر انتظامات و ضروریات کالج پر بحث و غور ہو ● **چوتھا**۔ سال حسابی کے ختم ہونے پر جس میں عام حسابات متعلق کالج پر غور ہو اور آمدنی اور اخراجات پر لحاظ کر کے آیندہ سال کے لیئے بجٹ منظور کیا جاوے ●

یہ طریقۂ کارروائی نہایت عمدہ اور مستحکم اور تمام ٹرسٹیوں کو غالباً طمانیت بخش ہے مگر اس میں ایک بڑی مشکل یہ پیش آئی کہ اگر تمام جزئیات کو اسی کارروائی پر منحصر کر دیا جاوے خصوصاً اُن امور کو جن کا فی الفور انجام دینا یا انتظام کرنا بنظر کالج کی بہتری کے جلد تر ضرور ہے تو اجرائے کار اور انتظام کالج اور بہت سی صورتوں میں تعلیم اور آسایش طلبا میں دقت پیش آوے گی اس لیئے اس مشکل کے رفع کرنے کو چند قواعد مسودۂ قانون میں داخل کیئے گئے ●

منجملہ اُن کے ایک امر متعلق بجٹ کے ہے کالج کی آمدنی و خرچ کا جو بجٹ بنایا جاتا ہے اُس میں بمد آمدنی دو قسم کی آمدنیاں مندرج ہوتی ہیں۔ ایک وہ جو گورنمنٹ یا میونسپل گرانٹ یا جاگیرات و روزینہ معینہ والیان ملک و منافع سرمایہ و کرایہ مکانات و فیس تعلیم وغیرہ سے ہوتی ہیں۔ یہ آمدنیاں خرچ ہوتی ہیں کالج کے افسروں اور ملازموں کی تنخواہوں اور دیگر تمام اخراجات کالج متعلق تعلیم میں اور انہیں آمدنیوں میں سے ایک رقم جس قدر کہ ممکن ہو طالب علموں کی اسکالرشپوں یا وظیفوں کے لیئے نامزد کر دی جاتی ہے ●

دوسری قسم آمدنی کی وہ ہے جو خیر خواہان قوم ہر سال طالب علموں کی اسکالرشپوں یا وظیفوں کے لیئے دیتے ہیں یا اور کسی طرح پر اس کام کے لیئے روپیہ حاصل کیا جاتا ہے اس قسم کی آمدنیاں بجز اسکالرشپوں یا وظیفوں کے خرچ نہیں ہوتیں۔ فرض کرو کہ اگر اس قسم کی آمدنیوں میں سے کسی سال بعد خرچ کچھ روپیہ بچا تو وہ اور کسی کام میں خرچ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اسی کام کے لیئے آیندہ سال کے خرچ کو محفوظ رکھا جاتا ہے ●

بجٹ کے مرتب ہونے کا یہ حال ہے کہ اُس میں آمدنیاں و خرچ سب بطور تخمینہ کے لکھی جاتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی سال آمدنی تخمینہ کے برابر ہوئی۔ کسی سال کم۔ کسی سال زیادہ یہی حال اخراجات کا ہے کہ بطور تخمینہ کے لکھے جاتے ہیں۔ کسی سال اُسیقدر خرچ ہوتا ہے کبھی سال کم اور کسی سال زیادہ اور کسی سال ایسا ضروری خرچ آپڑتا ہے کہ اُس تخمینہ سے یا جس مد کے لیئے روپیہ تخمینہ کیا گیا ہے اُس مد میں خرچ زیادہ پڑجاتا ہے ؛

یہ روپیہ کالج ہی کے اخراجات کے لیئے ہے پس اگر کسی مد میں توفیر ہوئی اور دوسری میں ضرورت پیش آئی اور اُس توفیر کا روپیہ دوسری مد میں خرچ ہونا ٹرسٹیوں کی اُس قسم کی کاروائی پر منحصر رکھا جاوے جس کا اوپر بیان ہوا ہے تو اُسکی تکمیل میں اسقدر تاخیر ہو کہ کام نہ چل سکے اور تمام مقاصد فوت ہوجاویں۔ اسی لیئے سکرٹری کو اجازت دی گئی ہے کہ بحالت ضرورت ایک مد کی توفیر کا روپیہ دوسری مد میں خرچ کرے اور درحقیقت وہ دو مد کا روپیہ ہے ہی نہیں کیونکہ کُل روپیہ کالج کے اخراجات کے لیئے ہے اور یہ بھی اجازت دی کہ بحالت ضرورت سال بھر میں پانسو (صما) روپیہ تک اخراجات مندرجہ بجٹ سے زیادہ صرف کرسکے ؛

مگر دفعہ ۱۳۱ میں نہایت تاکید ہے کہ جب سکرٹری نے اس اختیار پر عمل کرلیا ہو تو اُسکو لازم ہوگا کہ اُسکی کیفیت واسطے منظوری کے ٹرسٹیوں کی اجلاس میں پیش کرے ؛

اے صاحبو۔ ہماری یہ محنت صرف قوم کی بھلائی کے لیئے ہے یہ بات اب تمام ہندوستان میں تسلیم ہوچکی ہے کہ مسلمانوں کی ایسی حالت ہے کہ جو لوگ درحقیقت پڑھنے والے ہیں اور اُن سے قومی عزت قایم ہونے کی توقع ہے وہ بغیر امداد کے اپنی تعلیم اعلےٰ درجہ تک جاری نہیں رکھ سکتے۔ کبھی بلکہ اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ بجٹ میں جسقدر روپیہ اسکالرشپوں یا وظیفوں کے لیئے تخمینہ ہوا تھا اُس مقدار کے وظیفے اور اسکالرشپیں دیدی گئیں مگر دو ایک طالب علم اشراف خاندان کے لایق اور ذہین قابل تربیت ایسے آئے جو بغیر امداد کے اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکتے میرے نزدیک فی الفور اُن کی امداد کرنا اگر ہوسکے ہمارے کالج کا فرض عین ہونا چاہیئے۔ اس لیئے دفعہ ۱۳۰ میں سکرٹری کو اجازت دی گئی ہے کہ اگر گنجایش ہو تو علاوہ ترقی مندرجہ بجٹ کے بھی جو اسکالرشپ کے لیئے معین ہوئی ہے اسکالرشپ دیسکے ؛

کبھی ایسا اتفاق پیش آتا ہے کہ ایک جماعت میں لڑکے زیادہ ہوگئے اُسکی دو جماعتیں بنانی پڑتی ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک جماعت کے کم استعداد لڑکے علیحدہ اور اچھی استعداد کے لڑکے علیحدہ دو ڈویژن بنانی پڑتی ہیں اور کم استعداد لڑکوں کی استعداد بڑھانے کے لیئے جداگانہ انتظام کرنا پڑتا ہے اور اسی قسم کے اور اسباب بھی پیش آتے ہیں اور یہ انتظام ایسے

ہیں جن کا فی الفور کرنا چاہیئے اس لیئے سکرٹری کو اجازت دی گئی ہے کہ اگر کسی اڈیشنل ٹیچر کی ضرورت پیش آوے تو بصلاح پرنسپل صاحب کے اڈیشنل ٹیچر بڑھاوے ✦

بزرگان من - یہ سب امور کچھ نئے نہیں ہیں پندرہ برس سے میں اسپر عمل کرتا چلا آیا ہوں اب جو مسودہ قانون میں بنایا گیا اُس میں اسی عملدرآمد کو قانون کی دفعات میں منتظم کر دیا ہے لیکن اب سکرٹری کے ان اختیارات سے اختلاف کیا جاتا ہے اور رائے دیجاتی ہے کہ سکرٹری کو یہ اختیارات نہ دیئے جاویں میں خوش ہوں کہ نہ دیئے جاویں مگر بتاؤ کہ کام کیونکر چلے ✦

اسیطرح ایک معاملہ تعمیر عمارت کا ہے میں نے آپکے سامنے بیان کیا کہ کالج فنڈ کمیٹی نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۹ مارچ سنہ ۱۸۷۴ء میں بلا کسی شرط و قید کے مجھکو تعمیر عمارت کی اجازت دی اُس وقت سے آج تک میں اپنی رائے اور اپنے مجوزہ نقشجات کے مطابق تعمیر کا کام کرتا ہوں - پرانے مکان جو کالج کے احاطہ میں آگئے اور جن کا قایم رکھنا نامناسب تھا یا جو مارج تعمیر تھے اُن کو منہدم کیا جو قابل ترمیم تھے اُن کو ترمیم کیا نہ کبھی کمیٹی نے اُس میں دخل کیا نہ کسی ممبر نے - اور نہ ممبروں میں کوئی ایسا ہے جو تعمیر کے فن سے واقف ہو اور نہ تعمیر کا کام ایسا ہے جو مختلف ایون اور فن تعمیر سے ناواقف لوگوں کی رایوں کا زیر مشق کیا جاوے - اب کہ ایک مکمل مسودہ قانون طیار کیا گیا تو میں نے اس عملدرآمد کو قانون کی ایک دفعہ میں منتظم کیا - تو اب اُسپر اعتراض کیئے جاتے ہیں کہ سکرٹری کو ایسا بڑا اختیار کیوں دیا جاتا ہے حالانکہ یہ اختیار صرف میری ذات پر موقوف ہے اور اُس سکرٹری کو جو میرے بعد ہوگا یہ اختیار نہ ہوگا - اُسی کے ساتھ یہ الزام مجھپر لگایا جاتا ہے کہ میں ایک فنڈ کا روپیہ دوسرے فنڈ میں یا ایک خاص عمارت کا روپیہ دوسری عمارت میں لگا دیتا ہوں پس ضرور ہے کہ میں آپکے سامنے کالج میں جو فنڈ ہیں اُن کا بیان کروں - کالج میں تین فنڈ جداگانہ قرار دیئے گئے ہیں ✦

ایک کیپٹل فنڈ یعنی سرمایہ دوامی کالج - اس فنڈ کا سرمایہ کسی طرح خرچ نہیں ہو سکتا صرف اُس کی آمدنی خرچ ہو سکتی ہے ✦

دوسرا کالج اکسپنسز فنڈ یعنی فنڈ اخراجات کالج - اس فنڈ کا روپیہ اخراجات ماہواری کالج میں اور اسکالرشپوں یا وظیفوں میں اور اگر گنجایش ہو تو تعمیر کالج میں بھی خرچ ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر اس فنڈ میں روپیہ کی ضرورت ہو تو اس فنڈ سے جس قدر روپیہ تعمیر میں خرچ ہوا ہے تعمیر کے فنڈ سے واپس لے لیا جاوے - مگر جو روپیہ کہ خاص اسکالرشپوں کے لیئے ہے وہ بجز اسکالرشپوں یا وظیفوں کے اور کسی کام میں خرچ نہیں ہو سکتا ✦

سوم - بلڈنگ فنڈ یعنی فنڈ تعمیر عمارت - اس فنڈ کا روپیہ بجز تعمیر عمارت کے

اور کسی کام میں صرف نہیں ہو سکتا اور جسقدر روپیہ کسی وجہ سے اور کسی نام سے تعمیر عمارت کے لیئے آوے وہ بلڈنگ فنڈ میں شامل رہتا ہے۔ یہ کہنا کہ ایک خاص عمارت کا جو روپیہ آتا ہے وہ دوسری عمارت میں لگا دیا جاتا ہے۔ تعمیر کے کام سے ناواقف ہونے کا سبب ہے۔ تعمیر عمارت کا سامان متفرق طور پر ہر ایک کمرہ یا دیوار کے لیئے جُدا جُدا مہیا نہیں کیا جاتا لاکھوں اینٹیں تعمیر کے لیئے ایک ساتھ مہیا کی جاتی ہیں یا خریدی جاتی ہیں۔ ہزاروں من کنکر چونہ کے واسطے ایک دم سے خرید لیا جاتا ہے۔ سینکڑوں من لکڑی و کوئلہ چونہ پھونکنے کو یکمشت خریدا جاتا ہے۔ لوہے کے شہتیر ہر ایک کمرہ کے لیئے ولایت سے جُدا جُدا نہیں طلب ہو سکتے۔ بلکہ پچاس پچاس سو سو ایک شامل منگائے جاتے ہیں۔ ٹیک کی لکڑی کلکتہ سے۔ پتھر روپ باس یا دھولپور کی کان سے اکٹھا منگایا جاتا ہے۔ اور اُس کا روپیہ بلڈنگ فنڈ سے جس میں ہر ایک عمارت کا روپیہ شامل ہے دیا جاتا ہے اور یہ بالکل واجب و درست ہے کیونکہ یہ سامان تمام عمارتوں کے لیئے خواہ وہ خاص ہوں یا عام جمع ہوتا ہے اور سب میں خرچ ہوگا۔ اس طرح پر سامان جمع کر کے رفتہ رفتہ مکان تعمیر ہوتے جاتے ہیں۔ جن مکانوں کا پہلے تعمیر ہونا ضرور معلوم ہوتا ہے وہ پہلے تیار ہوتے ہیں۔ جن مکانوں کا بعد بنانا مناسب معلوم ہوتا ہے بعد کو تیار ہوتے ہیں۔ اس وقت تک جس قدر تعمیر ہو چکی ہے کوئی مکان جس کی خاص تعمیر کے لیئے چندہ شروع ہوا ہو اور اُس کا چندہ بھی پورا ہو گیا ہو ایسا نہیں ہے جس کی پوری تعمیر نہ ہو چکی ہو بجز محمد عنایت اللہ خاں صاحب مرحوم کی بورڈنگ ہوس کے کہ اُنہوں نے اُس کی تعمیر کے لیئے خاص جگہ مقرر کر دی ہے اور جب تک تعمیر عمارت کا سلسلہ وہاں تک نہ پہونچے اُس کی تعمیر غیر ممکن ہے اگر اس طرح پر تعمیر کا کام نہ ہو تو ایک اینٹ بھی دوسری اینٹ پر نہیں رکھی جا سکتی۔

اے صاحبو۔ مجھے اس بات کے کہنے سے شرم آتی ہے کہ یہ میری ہی محنت اور جانفشانی اور تدبیر تھی جو آپ آج کالج اور بورڈنگ ہوس کی اسقدر عالی شان عمارتیں بنی ہوئی دیکھتے ہیں جن کو دیکھکر نہ صرف ہندوستان کے لوگ بلکہ یورپ اور امریکہ کے سیاح بھی حیران رہجاتے ہیں جو محنت و مشقت میں نے کی ہے اور جاڑے گرمی برسات میں محنت اُٹھائی ہے قُلی کا کام میں نے کیا ہے اور میٹ کا کام میں نے کیا ہے انجنیئر کا کام میں نے کیا ہے۔ اپنا ذاتی روپیہ خرچ کرنے میں دریغ نہیں کیا اُس کا صلہ ہمارے دوستوں نے اُس پمفلٹ میں جو خاص علیگڈھ میں چھاپ کر مشتہر کیا یہ دیا ہے۔ کہ تعمیر کا کام سکرٹری اس لیئے اپنے اختیار میں رکھتے ہیں کہ اُن کو بھی نفع کثیر ہوا کرے جزاہ اللہ ثم جزاہ اللہ۔ مگر اے دوستو میں اِن باتوں سے رنجیدہ نہیں ہوتا میری قوم نے مجھ کو اس سے بھی زیادہ سخت و سست کہا ہے۔ اگر قوم کی ایسی بدتر حالت نہ ہوتی تو

ہم سب کو قومی بھلائی کی اسقدر فکر کیوں ہوتی۔ کبھی کبھی میں یہ کہہ اُٹھتا ہوں کہ ان اجری الا علی اللہ۔ مگر درحقیقت میں نے اپنی قوم کے لیئے جو کچھ کیا ہے اگر فی الواقعہ کیا ہو تو نہ بتوقع صلہ قوم کیا ہے اور نہ باُمید اجر من اللہ

فاش میگویم و از گفتۂ خود دلشادم
بندۂ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم

بزرگانِ من ۔ آپ اس بات کو ضرور تسلیم کرینگے کہ ہر ایک کام جو کیا جاتا ہے اُسکی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک حالت یہ ہے کہ وہ کام مکمل اور پورا ہو گیا ہے۔ تمام سامان مہیا ہے اور کوئی چیز جو اُس کے لیئے ضرور ہے باقی نہیں۔ دوسری حالت اُسکی یہ ہے کہ وہ تکمیل کو نہیں پہونچا اور اُس کی ہر ایک چیز تکمیل کو پہونچنی باقی ہے۔ اور سب سے بڑی محتاجی اُس کو ایک ایسے شخص یا اشخاص کے وجود کی ہے جو اُس کو تکمیل تک پہونچائے۔ ان دونوں حالتوں میں طریقۂ کارروائی بالکل مختلف ہے۔ پہلی حالت میں تمکو اختیار ہے کہ جو قواعد و قوانین چاہو بناؤ۔ جسکے اختیارات چاہو سلب کرو۔ اور جس کو چاہو عطا کرو۔ تمکو کچھ بنانا نہیں ہے بلکہ بنی بنائی چیز تمہارے ہاتھ میں ہے بجز اس کے کہ تم اُسکو حفاظت سے رکھو اَور کچھ تمہارا کام نہیں ہے ٭

مگر دوسری حالت اس سے بالکل مختلف ہے۔ پہلے اُس چیز کا پیدا کرنا ہے اور پھر اُسکے بعد اُس کی حفاظت کی فکر کرنی ہے ہمارے کالج کی حالت ابتدائی حالت سے کچھ ہی آگے بڑھی ہے ابھی اُس کے لیئے بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ پس اگر تم ایسی باتیں کرنی چاہو جو اُسکے مکمل ہو جانے کے بعد کرنی زیبا ہیں تو اُس کے ساتھ سلوک نہیں کرتے بلکہ دشمنی کرتے ہو٭

لوگوں کو یہ غلط خیال پیدا ہوا ہے کہ کالج نے بہت سا روپیہ جمع کر لیا ہے اور اُس کے پاس بہت کچھ سرمایہ ہے جس سے کالج بغیر کسی تکلیف اُٹھائے چل سکتا ہے۔ اسوقت تک کالج کی آمدنیاں بجز معدودے کے ایسی ہی بے بھروسہ ہیں جیسی کہ اُن اسکولوں کی آمدنیاں ہیں جنپر ہم طعنہ کرتے ہیں اور وہ آمدنیاں بھی اخراجات کے لیئے کافی نہیں۔ ہر مہینے کی پہلی تاریخ ایک آفت کی گھڑی ہوتی ہے اور گھنٹوں تک اس پیچ و فکر میں پڑا رہنا پڑتا ہے کہ لوگوں کی تنخواہیں کس طرح اور کہاں سے تقسیم کیجاویں۔ اس سال بجٹ میں دو ہزار روپیہ کا خرچ آمدنی متوقع سے زیادہ تخمینہ ہوا ہے اُسپر یہ آفت مزید پیش آئی ہے کہ اس سال آمدنی متوقع سے جو یقینی قابل وصول تھی چار ہزار روپیہ کم وصول ہوگا۔ ہم تو ان فکروں میں پڑے ہیں کہ کیا ہوگا اور کیونکر کام چلے گا ہارے واؤں خدا پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور ہمارے دوست بے فکر بیٹھے رائے دے رہے ہیں کہ یورپین اسٹاف سے یہ معاہدے کرنے چاہئیں اور اسطرح ایک کمیٹی لنڈن میں

قایم کرکے اُس کی معرفت یورپین اسٹاف کو نوکر رکھنا چاہیئے۔ کس برتے پر یہ رائیں بتائی جاتی ہیں۔ ہمارے پاس ہے کیا جو ہم ایسا کر سکیں۔ ہم ایسی رایوں سے گو وہ عُمدہ ہی کیوں نہ ہوں باز آئے ہمکو تو وہ طریقہ بتاؤ جس سے موجودہ حالت میں کام چلے ۔

اسی برسات میں ہمارے دوست ڈاکٹر موریارٹی سول سرجن نے جن کی سُپردگی میں بورڈروں کا علاج ہے حُکم دیا کہ بورڈروں کی صحت کے لیئے پانی کا نکاس بورڈنگ ہوس اور اُس کے اطراف سے فی الفور بنایا جاوے۔ ایک آرڈر واسطے مہیّا کرنے دواؤں کے جو ولایت سے منگانی تھیں بھیجا تاکہ بورڈنگ ہوس میں دوائیں موجود رہیں۔ نہ کمیٹی میں روپیہ موجود ہے کہ ہزار بارہ سو روپیہ خرچ کرکے پانی کا نکاس بنائے نہ شفاخانہ کے فنڈ میں گنجایش ہے کہ دواؤں کی قیمت ادا کرے پس یا تو ان سب کاموں کو جس طرح جانو انجام دو یا بورڈروں کو جن کے ماں باپ نے اپنے پیارے لخت جگروں کو ہمارے بھروسہ پر اپنی آغوش محبت سے جُدا کرکے اسقدر دُور و دراز فاصلہ پر بھیجدیا ہے معرض ہلاکت میں ڈالو۔ ہمارے دوست بیٹھے ہوئے نکتہ چینیاں کرتے ہیں کہ کمبخت سکرٹری کو فلاں اختیار کیوں دیا جاتا ہے۔ کیوں بلا اجازت کمیٹی وہ کام کر بیٹھتا ہے ارے صاحب جو حالت موجودہ کالج کی ہے بغیر اسکے کام چل ہی نہیں سکتا تم کالج کو پہلے مستقل اور مستغنی ہونے دو پھر جو تمہارا دل چاہے اُسکے لیئے قواعد بناؤ ۔

کالج کی تعمیر کے فنڈ میں ایک پیسہ موجود نہیں ہے۔ اور بعض مکانوں کا تعمیر کرنا اور ہر سال مرمت طلب مکانات کا مرمت کرنا ایسا ضرور ہے جسکے انجام کے بغیر چارہ ہی نہیں کمبخت سکرٹری بھیک مانگ کر روپیہ جمع کرتا ہے۔ اپنا ذاتی روپیہ خرچ کرتا ہے اور اپنی ذاتی ذمہ داری پر دستاویز لکھکر روپیہ قرض لیتا ہے اور اُن ضروری کاموں کو پورا کرتا ہے۔ کالج کے خزانہ میں ایک پیسہ تعمیر فنڈ کا تو موجود نہیں ہے اور ہمارے دوست قواعد تجویز کرتے ہیں کہ تعمیر میں خرچ کرنے کا سکرٹری کو اختیار نہ ہو۔ ارے صاحب تم پہلے خزانہ میں روپیہ تو جمع کرو پھر قواعد بھی بنانا سکرٹری کو نکال دینا اور جو چاہنا سو کرنا ۔

سب سے بڑی ضرورت اس وقت قوم کی بھلائی کے لیئے طالب علموں کو اخراجات تعلیم میں وظیفوں یا اسکالرشپوں سے امداد کرنا ہے امیروں کے لڑکوں سے بہت کم توقع ہے کہ وہ باعتبار علم و فضل کے قوم کے فخر کے باعث ہوں گے اگر کچھ توقع ہے تو اشراف خاندانوں کے لڑکوں سے ہے۔ مگر افسوس سے یہ بات تسلیم کرنی پڑی ہے کہ بغیر امداد کے وہ اپنی تعلیم پوری نہیں کر سکتے۔ کالج کے پاس بجز قلیل بلکہ نہایت قلیل سرمایہ کے کوئی فنڈ اسکالرشپوں یا وظیفوں کے لیئے نہیں ہے۔ ہر سال سکرٹری کو بھیک مانگنی پڑتی ہے دوستوں سے

سوال کرنا پڑتا ہے کہ دوست بھی ہر روز کے سوال سے تنگ ہوجاتے ہیں۔ کتابیں بیچکر۔ کتابوں کے بیچنے کی دوکان کرکے۔ تھیٹر میں ناچ گاکر سوانگ بھر کر کچھ روپیہ اسکالرشپوں کے لیئے جمع کرنا پڑتا ہے اور پھر آیندہ سال کے لیئے فکر لگی رہتی ہے۔ یہاں ہمارے دوست کہتے ہیں کہ کہیں دنیا میں بھی ہوا ہے کہ سکرٹری اس سے زیادہ جس کی اجازت کمیٹی نے دی ہے کوئی اسکالرشپ یا وظیفہ کیسی ہی ضرورت ہو دیسکے ٭

ارے صاحب تم پہلے اپنے خزانہ میں اسکالرشپوں اور وظیفوں کے لیئے روپیہ تو جمع کرلو پھر کسی کو خرچ کرنے مت دو ٭

ہمارے دوست بعوض اس کے کہ ان مشکلات کے حل کرنے اور اس کا سامان مہیا کرنے پر کوشش کریں ان سب مشکلات کا الزام بھی مجھ پر رکھتے ہیں۔ کوئی تو کہتا ہے کہ کالج میں یورپین اسٹاف کا خرچ بہت بڑھا دیا ہے تعلیم یافتہ بنگالی تھوڑی تنخواہ پر آسکتے ہیں اور بخوبی پڑھا سکتے ہیں اور طالب علموں کو یونیورسٹی کی ڈگریاں پاس کرادیں گے۔ اور کیا چاہیئے۔ دیکھو فلاں کالج میں صرف بنگالی ہیں۔ ایک انگریز نہیں ہے اور کس قدر طالب علم ہر سال ایف اے اور بی اے میں پاس ہوتے ہیں ٭

بعض دوست کہتے ہیں کہ نہیں یورپین اسٹاف کا ہونا ضرور ہے میں اس کے خلاف نہیں مگر نالایق سکرٹری نے یورپین اسٹاف کی تنخواہیں زیادہ کردی ہیں اس سے کم تنخواہ پر یورپین پروفیسر باسانی مل سکتے ہیں۔ اے صاحبو کیا تم اسپر یقین کرسکتے ہو اور کیا بغیر ایسے یورپین اسٹاف کے جو پورا جنٹلمین ہو آپ اپنی قوم کی کچھ بھلائی اور بہتری کرسکتے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ جس اسکیل پر اور جس نتیجہ کی امید پر ہمنے کالج قایم کیا ہے اگر اس نتیجہ کے حاصل ہونے کی ہمکو امید نہو یا اس نتیجہ کے مخالف آثار قایم ہوں تو کالج کا قایم رکھنا اور ہمکو اسقدر محنت و جانکاہی کا برداشت کرنا محض فضول ہے۔ ممکن نہیں ہے کہ بغیر عمدہ اور معزز جنٹلمین اسٹاف کے ہم اپنی قوم کو جنٹلمین بنا سکیں ٭

ایک اور امر ہے جس کا حل کرنا کچھ آسان نہیں ہے اور وہ کالج میں اسٹاف کا مقرر کرنا ہے۔ تعلیم کی ذمہ واری بتمامہ پرنسپل پر ہے۔ فرض کرو کہ ایک ٹیچر یا ماسٹر کو ٹرسٹیوں نے کالج یا اسکول میں مقرر کیا مگر پرنسپل اسکو لایق نہیں سمجھتا اور اسکے کام کو پسند نہیں کرتا۔ یہ بھی فرض کرلو کہ پرنسپل کی رائے غلط ہے اور وہ شخص نہایت لایق ہے مگر جب پرنسپل کو اسپر طمانیت نہیں ہے تو یا تو اس ماسٹر یا ٹیچر کی جگہ دوسرے شخص کو مقرر کرو اور اگر دوسرے کی نسبت بھی یہی امر پیش آوے تو تیسرے شخص کو مقرر کرو وعلیٰ ہذا القیاس یا پرنسپل پر جو تعلیم کی ذمہ داری

ہے اُس ذمہ داری سے اُسکو بری کرو*

یہ امور کچھ ہمارے ہی کالج میں پیش نہیں آتے بلکہ گورنمنٹ کالجوں میں بھی بعض اوقات پیش آتے ہیں مگر گورنمنٹ کے پاس بہت بڑا کارخانہ تعلیم کا ہے وہ بآسانی ایک کی جگہ خواہ وہ یورپین ہو یا ہندوستانی دوسرے کو تبدیل کر دیتی ہے ایسی حالت میں ہم کیا کریں ہمارے پاس تو وہی ڈھاک کے تین پات ہیں*

اس مشکل کے رفع کرنے کو ایک قاعدہ بنایا گیا ہے کہ اگر کسی ہندوستانی پروفیسر یا ٹیچر کی ضرورت پیش آوے تو سکرٹری اور پرنسپل دونوں متفق ہو کر کسی شخص کو نامزد کریں اور ٹرسٹیوں کے اجلاس میں اُس کی منظوری ہو اور اگر یورپین پروفیسر کی ضرورت ہو تو پرنسپل اور سید محمود جن کے ذریعہ اور تجویز سے تمام یورپین پروفیسر بلائے جاتے ہیں اور موجودہ سکرٹری تینوں شخص متفق ہو کر اُس کو نامزد کریں اور ٹرسٹیوں کی منظوری سے وہ مقرر ہو*

مگر یورپین پروفیسر کی نسبت جب وہ ولایت سے بُلائے جاتے ہیں ایک یہ مشکل پیش آجاتی ہے کہ کالج میں تو ضرورت ہے کہ وہ پروفیسر جو منتخب کیا گیا ہے تار برقی بھیجکر بلایا جاوے تاکہ نہایت جلد کالج میں پہونچے اور وہ پورا اطمینان چاہتا ہے کہ وہ بلا کسی شبہ و شک کے اُس عہدہ پر مقرر ہو گیا ہے پس اُس کا بُلانا اور اُس کو اُس عہدہ پر مقرر ہونے سے مطمئن کرنا ٹرسٹیوں کے اجلاس اور اُن کی منظوری پر منحصر کیا جاوے تو یہاں تعلیم کا کام ابتر ہوا جاتا ہے اور طالب علم بغیر موجود ہونے پروفیسر کے مارے مارے پڑے پھرتے ہیں اور اُن کا پڑھنا بند ہے اور یونی ورسٹی کے امتحانوں کے لیئے طیار نہیں ہو سکتے اور ہم اُس وقت تک کہ ٹرسٹیوں کا باضابطہ اجلاس ہو اور ایک مہینہ پیشتر تاریخ اجلاس سے اور جو امر اجلاس میں پیش ہوگا اُس سے ٹرسٹیوں کو اطلاع دیں کچھ نہیں کر سکتے۔ اس مشکل کے رفع کرنے کو ایک قاعدہ بنایا گیا ہے کہ اگر کوئی یورپین جو ولایت میں ہو اور اُس کا جلدتر بلانا کالج کی اغراض کے لیئے ضرور ہو تو اُن تین شخصوں یعنی پرنسپل اور سید محمود اور موجودہ سکرٹری کا انتخاب ایسا ہی تصور ہوگا کہ گویا ٹرسٹیوں نے اُس کا تقرر منظور کر لیا ہے آج تک اسیطرح پر برابر ہوتا رہا ہے اب میں نے اسی عملدرآمد کو مسودہ قانون میں داخل کیا ہے اُسپر اعتراض ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ سب اختیار ٹرسٹیوں کو ہونے چاہئیں۔ اچھا صاحب ٹرسٹیوں ہی کو ہونے چاہئیں۔ مگر بتاؤ تو سہی کہ ٹرسٹی کس طرح سے ٹیچروں اور ماسٹروں اور پروفیسروں کو منتخب کرینگے۔ اور یہ تمام مشکلات جو تعلیم میں پڑتی ہیں کیونکر رفع ہونگی اور کالج کا کام کس طرح پر چلیگا*

سب سے زیادہ مشکل کام جو بالفعل کالج میں ہے وہ یورپین اسٹاف کا ولایت سے بلانا اور کالج میں رکھنا ہے اب اُن مشکلات پر غور کرنا چاہیئے جو ہمکو ولایت سے معزز و قابل یورپین

پروفیسروں کے میسر آنے میں پڑتی ہے ٭

کالج اُن کو اسقدر تنخواہ نہیں دیسکتا جسقدر کہ اُسی حیثیت کے یورپین افسروں کو گورنمنٹ سے یا موجودہ ایڈیڈ کالجوں سے اُسی حیثیت کے پرنسپل یا پروفیسر کو ملتی ہے ٭

ہمارے کالج کی ملازمت میں نہ اُن کو ترقی کی اُمید ہے نہ پنشن کی ٭

ہمارا کالج ایک ہندوستانیوں کی کمیٹی کے ماتحت ہے جو ایک ڈسپاٹک اختیار تمام ملازموں پر رکھتی ہے اور اگرچہ یہ کہنا ایک افسوس کی بات ہے مگر جبکہ واقعی ہے تو کہنے میں کچھ شرم نہیں ہے کہ ایک یورپین جنٹلمین ایک ہندوستانی کمیٹی پر کس قدر اعتماد و طمانیت رکھ سکتا ہے ٭

ہمارے کالج کو اسقدر مقدور نہیں ہے کہ ہم یورپین افسروں سے کسی مدت کے لیئے کوئی معاہدہ کریں۔ معاہدہ میں اُس کے ایفا کے لیئے کسی بنک کی ضمانت درکار ہوگی اور کوئی بنک ضمانت نہیں کر سکتی جب تک کہ اُسقدر روپیہ جو تخلف معاہدہ کی صورت میں دینا پڑے نقد اُس کے پاس امانت نہ کر دیا جاوے یا اُسقدر مالیت کے پرامیسری نوٹ اُس کے نام انڈارس منٹ ہو کر اُس کے سپرد نہ کر دیئے جاویں۔ ہمارے کالج کو اسقدر استطاعت نہیں ہے کہ اس طرح پر کوئی معاہدہ کر کے ضمانت دیسکے ٭

معہذا ہمارے کالج کے لیئے ایسے پروفیسروں کا ہونا جو اس قسم کا معاہدہ کر کے آویں محض بے سُود ہے۔ ہمارے کالج میں تو ایسے یورپین جنٹلمین افسروں کی ضرورت ہے جو تعلیم سے خود شوق رکھتے ہوں اور اُن کے دل میں اس بات کا خود شوق ہو کہ ایک درماندہ قوم کو جو کسی زمانہ میں علم و فضل میں بھی بلند نام تھی پستی کی حالت سے نکالکر علم کی ترقی کے درجہ تک پہونچاوے۔ بلاشبہ ایسے لوگ ملنے نہایت مشکل ہیں۔ مگر میں نہایت خوشی اور فخر سے کہتا ہوں کہ کُل موجودہ یورپین اسٹاف یہی فیلنگ رکھتا ہے بشرطیکہ ہم اُس کے ساتھ ویسی ہی دوستانہ فیلنگ برتیں جیسی کہ وہ ہمارے ساتھ برتتے ہیں اور اُس سے زیادہ اُن کا اعزاز و ادب کریں جتنا کہ وہ ہم سے چاہیں ٭

ایسے کام کے لیئے جیسا کہ ہمارا کام ہے اگریمنٹ سے بدتر کوئی چیز نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ اپنا فرض صرف اسقدر سمجھیگا کہ شرایط معاہدہ کو پورا کرے۔ ہم ہر وقت اس تاک میں رہینگے کہ شرایط معاہدہ پوری ہوئیں یا نہیں اس طرح کی تاک جھانک سے تعلیم نہیں ہو سکتی ہمکو تو ایسا دل چاہیئے جو ہماری قوم کو تعلیم دے۔ ایسا دل ہاتھ آتا ہے محبت اور دوستی سے نہ کسی اگریمنٹ اور معاہدہ سے ٭

جب اسکول جاری ہوا ہمکو یورپین مگر ایک جنٹلمین ہیڈ ماسٹر کا ملنا مشکل تھا حالانکہ یورپ سے بلانا نہ تھا بلکہ ہندوستان ہی میں سے تلاش کرنا تھا مگر ہرگز ہم کامیاب نہ ہوتے اگر ہمارے اور ہمارے کالج کے دوست مسٹر آرکے ڈیٹن توجہ نکرتے۔ اُنہوں نے مسٹر سڈنس کو اور اُس کے بعد

مسٹر نسبٹ کو جو اتفاقیہ ہندوستان میں موجود تھے بلایا۔ اُن لوگوں کو مسٹر ڈیٹن پر بھروسہ تھا جو ہمارے کالج کی کمیٹیوں کے سلسلہ میں پریسیڈنٹ کمیٹی ڈائرکٹر آف سکولرزنگ اینڈ ویرنیلنگوجز تھے اور مسٹر ڈیٹن کو جو میرے بہت پُرانے دوست ہیں میری ذات پر طمانیت اور پورا بھروسہ تھا۔ مسٹر ھوسٹ ہماری خوش قسمتی سے اور بعض تقدیری واقعات سے ہمارے ہاتھ آگئے ہیں ورنہ اُن کا ہمارے کالج میں آنا ممکن نہ تھا۔

اُس کے بعد کالج کو ایسی ترقی ہوگئی تھی کہ اُس کے لیئے پرنسپل یا پروفیسر کا ہندوستان میں تلاش کرنا فعل عبث تھا اور بغیر اس کے کہ ولایت سے اور ولایت کی یونی ورسٹیوں کے گریجوٹ کو بلائیں کام ہی نہیں چل سکتا تھا۔ ہمارا مقصد پورا ہونے کو صرف گریجوٹ ہی ہونا کافی نہ تھا بلکہ ایک معزز خاندان کا اور ایک ایسے جنٹلمین مزاج کا ہونا بھی ضرور تھا جو ہم سے دوستانہ یا برادرانہ برتاؤ اور ہماری قوم کے بچوں پر پدرانہ شفقت رکھنے کے لایق ہو۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر سیّد محمود اس کام کو اپنے ذمہ نہ لیتے اور اُسکا انجام نکرتے ایک شخص بھی ہمکو ولایت سے میسر نہ آتا۔ جو لوگ ولایت سے آئے صرف سیّد محمود کی دوستی پر طمانیت کر کے اور سیّد محمود کے سبب مجھپر طمانیت کر کے اور اس یقین پر کہ اُن کو صرف اُنہیں دو شخصوں سے سروکار رہیگا بلا کسی شرط اور بلا کسی اگریمنٹ کے ہمارے کالج میں آئے۔ ایک یورپین جنٹلمین نے جس نے ہمارے کالج میں آنے کا ارادہ کیا تھا ولایت میں سر جان اسٹریچی سے پوچھا کہ مجھ کو کن شرطوں پر جانا مناسب ہوگا۔ سر جان نے جواب دیا کہ کالج سیّد احمد کے ہاتھ میں ہے اُسپر پُوری طمانیت رکھنا سب سے عمدہ شرط ہے۔ اے صاحبو ہر شخص ہر ایک کام کے انجام دینے کا دعویٰ کر سکتا ہے مگر مجھ کو بھی کالج سے کچھ تعلق ہے اور کالج کے ساتھ تھوڑی یا بہت ہمدردی ہے مجھ کو بھی تو سمجھنا چاہیئے کہ جس کام کے انجام کرنے کا وہ دعویٰ کرتا ہے کیونکر وہ اُسکو انجام دیسکتا ہی میرا یہ دلی یقین ہے کہ اگر آیندہ ہمکو کسی یورپین پروفیسر کا ولایت سے بلانا ہو اور سیّد محمود واسطہ نہوں اور نیز موجودہ یورپین افسر اُس شخص کو ہمارے برتاؤ سے جو ہم کالج کے یورپین افسروں کے ساتھ رکھتے ہیں مطمئن نکریں تو محالات سے ہے کہ کوئی شخص بھی ولایت سے آوے۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ کہدے کہ میرے یہ خیالات غلط ہیں اور توہمات ہیں۔ سینکڑوں گریجوٹ ولایت کی یونی ورسٹیوں کے مارے مارے پھرتے ہیں اور ایک تار برقی پر آسکتے ہیں مگر میں اُسپر یقین نہیں کر سکتا اور نہ میں اپنی ایمان داری سے کالج کو ایسی حالت میں چھوڑ سکتا ہوں جس سے مجھ کو یقین اُسکی آیندہ کی خرابی اور ابتری کا ہو۔

یورپین افسر جب ہمارے کالج میں آئے تو اُنہوں نے دیکھا کہ ایک کمیٹی کالج پر حکومت

کرتی ہے جس میں مختلف مزاج مختلف طبیعت اور مختلف سویلزیشن کے لوگ شامل ہیں اور پانچ آدمی جو نہ انگریزی جانتے ہیں اور نہ انگریزوں کی ضروریات و حالات سے واقف ہیں۔ ہر ایک امر کا فیصلہ کر دیتے ہیں بلاشبہ اُن کو تردد ہوا کہ موجودہ سکرٹری کے بعد کون سکرٹری ہوگا اور اُس کے ساتھ ہم ملکر کالج کا کام بہ طمانیت کر سکینگے یا نہیں۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو اُن کا یہ خیال کچھ نا واجب نہ تھا اسی کے ساتھ بدبختی سے ایسے اموریش آئے جس سے اُن کو عدم طمانیت کا خیال زیادہ پختہ ہوگیا بلکہ درجہ تقین کو پہنچ گیا۔ کسی کے یہ کہدینے سے کہ اُن کے یہ خیالات صرف توہمات ہیں اُن کے دل کو طمانیت نہیں ہو سکتی اُن کی یہ خواہش نہ تھی نہ وہ اُس میں مداخلت کرنا چاہتے تھے کہ موجودہ سکرٹری کے بعد کون سکرٹری ہو۔ مگر بلاشبہ اُن کی خواہش یہ تھی کہ یہ بات معلوم ہوجاوے اور ابھی اُس کا تصفیہ ہوجاوے کہ موجودہ سکرٹری کے بعد کون سکرٹری ہوگا اُس کے بعد وہ اپنے حال کا خود تصفیہ کرینگے اگر وہ سمجھینگے کہ اُسکے ساتھ وہ ملکر کالج کا کام بہ طمانیت کر سکتے ہیں کرینگے ورنہ خُدا حافظ کہکر اپنے لیئے کوئی اور راستہ اختیار کریں بے شک اُن کا یہ خیال ہے کہ اگر سید محمود آیندہ سکرٹری ہوں تو وہ بہ طمانیت جبتک خدا چاہے کالج کا کام کر سکینگے ❖

اُنھوں نے اپنے اس خیال کو پوشیدہ نہیں رکھا اس ضلع کے یورپین دوستوں اور اُن یورپین دوستوں سے جو ہمارے کالج کے بے انتہا دوست اور ہمارے کالج کے ہر گونہ ترقی کے خواہاں ہیں سب پر ظاہر کیا ❖

میرے کُل یورپین دوستوں نے صلاح دی کہ کالج کی بہتری کے لیئے نہایت ضرور ہے کہ یورپین اسٹاف کو کافی طمانیت سے رکھا جاوے اور تنکو بنظر بہتری کالج کے ضرور ہے کہ بہت جلد اس بات کا تصفیہ کردو کہ تمہارے بعد سید محمود کالج کے لیف سکرٹری ہوں گے ❖

اس خاص معاملہ میں یورپین دوستوں کی رائے و مصلحت کو بہ نسبت کسی ہندوستانی دوست کے زیادہ وقعت کی سمجھتا ہوں اور بے شک اُن کی مصلحت کو کالج کی آیندہ حالت کے لیئے زیادہ مفید سمجھتا تھا۔ لیکن اس سبب سے کہ سید محمود میرے فرزند ہیں اُسمیں مجھکو تامل ہوجاتا تھا ❖

علاوہ اس کے میرا یہ بھی فرض تھا کہ میں اس بات کی بھی فکر کروں کہ میرے بعد کالج کا کیا حال ہوگا یہ کہدینا کہ خدا پر چھوڑ دو بڑے بڑے دینداروں کا کام ہے میں تو دنیا کا ایک آدمی ہوں اور دنیا کے انتظام کی پابندی سے آیندہ کے انتظام کا خیال ایک قدرتی امر ہے جو ہر شخص کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ کالج اب ایک اسکول نہیں رہا ہے جس کا کام ہماں شماں چلالیں اب خدا کے فضل سے وہ اعلے درجہ تک ترقی کر گیا ہے۔ ایم اے کلاس تک

اُس میں پڑھائی ہوتی ہے یونی ورسٹی الہ آباد نے اُس کو اعلےٰ درجہ کا کالج تسلیم کرکے اُس کے پرنسپل کو جو کوئی ہو بذریعہ عہدۂ پرنسپلی سنڈیکیٹ کا ممبر تسلیم کیا ہے۔ ایسے کالج کا کام چلانے کے لیئے ایسے شخص کا سکرٹری ہونا لازم ہے جو خود انگریزی علوم اور یورپین سینس و لٹریچر سے کما حقہ واقف ہو اور انگریزی تعلیم کو سمجھتا ہو تعلیم کے معاملہ میں پرنسپل کے ساتھ صلاح و مشورہ میں شریک ہو سکتا ہو خود اِس بات کو جان سکے کہ کالج میں تعلیم کی کیا حالت ہے اگر کچھ نقص ہوں تو اُسکے سمجھنے اور اصلاح کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔ پرنسپل کا جو ہمارے کالج کی طرف سے یونی ورسٹی میں بطور کالج کے ریپریزینٹیٹو کے قرار دیا گیا ہے۔ یونی ورسٹی میں تجویزیں پیش کرنے میں جو مُسلمانوں کی تعلیم سے بالخصوص علاقہ رکھتے ہیں مشیر ہونے کی لیاقت رکھتا ہو۔ کالج کے معاملات میں تمام خط و کتابت جو ڈریکٹر پبلک انسٹرکشن سے گورنمنٹ سے گورنمنٹ آف انڈیا سے تعلیم کی نسبت اور بالتخصیص مسلمانوں کی تعلیم کی نسبت ہوتی ہیں اُن کو انجام دیسکے ؛

میں خود اقرار کرتا ہوں کہ مجھ میں ان تمام کاموں کے انجام دینے کی لیاقت نہیں ہے صرف **سید محمود** کی امداد سے وہ انجام پاتے ہیں امداد کا لفظ بھی صحیح نہیں ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ اُن سب کو **سید محمود** انجام دیتے ہیں پرنسپل صاحب کالج کے تعلیمی معاملات میں سید محمود سے مشورہ کرتے ہیں یونی ورسٹی کے معاملات میں **سید محمود** سے مشورہ کرتے ہیں ہمارے دفتر کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ تمام امپارٹمنٹ چٹھیاں متعلق کالج اُن کی لکھی یا لکھوائی ہوئی موجود ہیں ؛

ایک اَور امر ہے جس کو میں بہت بڑا عظیم الشان سمجھتا ہوں گو اَور لوگ اُس کو حقیر سمجھیں کہ یہ کالج جس مقصد اور جس پالسی سے میں نے قایم کیا ہے اور جس نتیجۂ قومی ترقی پر میں نے اُسپر محنت کی ہے میرے بعد بھی اُسیطرح اور اُسی نتیجہ پر یہ کالج چلے۔ **سید محمود** ابتدا سے آج تک اُن تمام صلاحوں میں شریک غالب رہے ہیں اور مجھ کو اس بات کا یقین کامل ہے کہ سوائے **سید محمود** کے اَور کوئی شخص کالج کو اُس طریقہ پر نہیں چلا سکتا۔ کہدو کہ یہ تمہارا خیال غلط ہے مگر میں اُسی بات کے کرنے پر مجبور ہوں جسپر مجھ کو یقین ہے مگر ہاں ایک مدت بعد جب بخوبی مستحکم ہوجاوے گا توہر کوئی چلا سکیگا ؛

ان تمام واقعات واقعی اور امورات حالی اور حالات وجدانی نے مجھ کو آمادہ کیا کہ میں مسودہ مجوزہ میں **سید محمود** کو اپنی زندگی تک جنٹ سکرٹری جس کا درحقیقت ابتدا سے وہ کام کرتے ہیں اور اپنے بعد لیف آنریری سکرٹری مقرر کروں۔ میں سمجھتا تھا کہ ایسا کرنے میں لوگ مجھ کو ہر طرح کے طعنے دیں گے اور کوئی بدگمانی اور کوئی اتہام ایسا نہ ہوگا جو مجھپر نکرینگے۔ میں نے کہا کہ اگر میں قوم کی اور کالج کی بہتری اسی میں سمجھتا ہوں اور اُسپر یقین کرتا ہوں اور صرف اپنی طعنہ زنی کے خوف سے اُس کو

نکروں تو مجھ سے زیادہ کوئی بد دیانت اور دغا باز اور قوم کا دشمن نہ ہوگا۔ پس میں نے کیا جو میں نے کیا اور لومۃ لائم کا خوف نہیں کیا میری نیت کا فیصلہ کرنے والے میرے دوست نہیں ہیں جو بیہودہ باتیں بناتے ہیں بلکہ اُس کا فیصلہ کرنے والا ایک دوسرا حاکم ہے جو میری نیت یا بدنیتی اور اُن کے ظن یا بدظنی کا فیصلہ کرے گا وَھُوَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْن ۔

اسی زمانہ میں ہمارے دوست مسٹر ڈیٹن نے جو ہماری کالج کمیٹی ٹرسٹیان کے ممبر ہیں اور جب وہ ہندوستان میں تھے تو پریسیڈنٹ تھے اسی معاملہ میں ولایت سے مجھ کو ایک چٹھی لکھی ہے جس کا انتخاب میں آپکو سناتا ہوں اور وہ چٹھی یہ ہے ۔

مائی ڈیر سید احمد

میں افسوس سے مگر تعجب سے نہیں سنتا ہوں کہ مولوی سمیع اللہ خاں آپ کی کوششیں جو کالج کو مضبوط کانسٹیٹیوشن بنانے کے لیئے ہیں روکنا چاہتے ہیں اور میں بآسانی سمجھ سکتا ہوں کہ آپ کی خواہش محمود کو اپنا جانشین مقرر کرنے کے لیئے ہے اور آپ اُسپر زور دینے سے اس لیئے ڈرتے ہیں کہ خود غرضی نہ پائی جاوے ۔ لیکن تمام لوگ جن کے دل میں کالج کی بہتری کا خیال ہے اور حالت کے سمجھنے کے قابل ہیں اس اہم کام میں اتفاق کریں گے کہ آپکا جانشین محمود کو کیا جاوے گو میں جانتا ہوں کہ اس بات کو کئی سال چاہئیں جبکہ وہ اپنے فرائض کا چارج لیں ۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ آپ مجھے معاف کرینگے اگر میں یہ کہوں کہ آپ کا فرض ہے کہ کل تعلقات رشتہ داری کو جو مابین آپکے اور سید محمود کے ہیں ایک طرف کرکے نہایت مستعدی سے اس بات پر زور دیں ۔ ۔ ۔ ۔ یہ وقت کالج کے لیئے نہایت خطرناک ہے اور اُس کی آیندہ حالت آپ کی کارروائی پر منحصر ہے ۔ ۔ ۔ میں آپ کو تاکید سے کہتا ہوں کہ آپ مضبوط ہوکر کانسٹیٹیوشن کے جاری ہونے پر پورا زور دیں ۔ ۔ ۔ اور مجھ کو نہایت رنج ہوگا اگر آپ اُس طریقہ سے جو آپ نے شروع کیا ہے باز رہیں گے ۔

مقام ڈیپٹ فورڈ لنڈن — میں ہوں آپ کا قدیم سچا دوست
۸ اگست ۱۸۸۹ء — کے ڈیٹن

اے صاحبو ۔ جس طرف سے اس تجویز کی مخالفت کی ہوا چلی مجھ کو ہرگز یقین نہ تھا کہ اُس طرف سے یہ ہوا چلیگی تمام لوگ جو کالج کی محنتوں میں میرے سکرٹری ہونے کی حالت میں شریک تھے وہ اُس وقت بھی شریک رہ سکتے تھے اور مدد کرسکتے تھے جبکہ سید محمود سکرٹری ہوتے مگر افسوس ہے کہ مخالفت ہوئی اور ایسی بُری طرح پر جس نے نہ اشخاص کو بلکہ قوم کو بدنام کیا مخالفت رائے سے نہیں بلکہ عداوت اور ذاتیات تک نوبت پہونچ گئی رسالے چھپے اخباروں میں آرٹیکل چھپے

انگریزی میں پمفلٹ چھاپ چھاپ کر ہندوستان میں تقسیم ہوئے اور کوئی وجہ مخالفت کا باقی نہیں چھوڑا اور بقول پایونیر کے ثابت ہوگیا کہ مسلمانوں میں یہ قابلیت نہیں ہے کہ کوئی بڑا کام اتفاق سے کرسکیں ۔

انہیں تحریرات پر قناعت نہیں کی بلکہ ایک گروہ مخالفین کا قایم کیا اور ایک میٹنگ کی اور جایز و ناجایز طریقہ سے اُس میں لوگوں کو شریک کیا اُس ناجایز کمیٹی کی رویدادیں چھاپ کر مشتہر کیں اور چند رزولیوشن پاس کیئے جس میں لکھا ہے کہ بالاتفاق پاس ہوئے ہیں ۔

آپ کو اس بات کے سُننے سے تعجب ہوگا کہ اُن لوگوں میں جن کی اتفاق رائے سے اُن رزولیوشنوں کا پاس ہونا لکھا ہے محمد عبدالشکور خاں صاحب رئیس بھیکم پور بھی ہیں جو شریک تھے ۔ محمد عبدالشکور خاں صاحب نہایت متین اور قابل ادب بزرگ ہیں اُن کی ذات سے اس ضلع کے شیروانی افغانوں کو فخر ہے اُنہوں نے مجھ کو لکھا ہے کہ "غرض انعقاد اُس جلسہ کی صرف غور اور مشورہ کرنا قواعد مسودہ ٹرسٹیان پر تھا کسی قواعد مسودہ مذکور کا پاس یا نامنظور کرنا" مگر اُس رویداد میں متعدد رزولیوشنوں کا پاس ہونا لکھا ہے جن میں بہت سی دفعات کو نامنظور کیا ہے ۔

نسبت سید محمود کے جنٹ سکرٹری اور بعد کو لیف سکرٹری مقرر ہونے کے وہ لکھتے ہیں کہ میں نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ جن دفعات میں اس کا ذکر ہے وہ اس طرح پر ترمیم ہوں کہ "حسب خواہش سکرٹری ایک اسسٹنٹ یا جنٹ سکرٹری منجملہ ٹرسٹیان کالج بلامعاوضہ مقرر ہونا مناسب ہے جس کو آنریری سکرٹری پسند کرے کوئی وجہ اس کی نہیں ہے کہ آنریری سکرٹری بضرورت اپنی معاونت کے اپنا اسسٹنٹ یا جنٹ منجملہ ٹرسٹیان مقرر کرنا چاہیں تو اُس سے انکار کیا جاوے اور معتبر ذریعہ سے مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ چند سال سے تمام تحریرات انگریزی خط کتابت باضابطہ اور رپورٹ وغیرہ متعلق مدرستہ العلوم آنریبل جسٹس سید محمود کی رائے سے اور قلم سے تحریر ہوتی ہیں و نیز انتخاب و تقرر یورپین اسٹاف کا آنریبل سید محمود کی تجویز و اہتمام سے ہوتا ہے لہٰذا اوّل جنٹ سکرٹری آنریبل سید محمود کا حسب خواہش آنریری سکرٹری ہونا چاہیئے لیکن لایف جنٹ سکرٹری ہونے کا استحقاق و ضرورت نہیں ہے اور بعد خالی ہونے عہدہ آنریری سکرٹری کے اوّل مرتبہ عہدہ آنریری سکرٹری پر مقرر ہونا جنٹ سکرٹری کا بوجہ اپنے استحقاق کارگذاری و اعتماد قرین انصاف ہے واسطے اُس میعاد کے جو ہر ایک سکرٹری کے لیئے سہ سالہ مندرج قانون ہے لیکن لایف آنریری سکرٹری نہ ہونا چاہیئے نہ لایف سکرٹری ہونے کا کوئی حق ظاہر کیا گیا ہے میں بحالت آنریبل سید محمود کے اوّل مرتبہ عہدہ جنٹ سکرٹری اور

آنریری سکرٹری پر واسطے میعاد معین کے جونکتہ چینیاں نسبت لیاقت انتظامی آنریبل موصوف کے کیگئی ہیں یا جو اعلےٰ درجہ ہر قسم کی لیاقتوں کا ثبوت اُن کے واسطے کر کے مستحق لایف آنریری سکرٹری کا قرار دیا ہے ان دونوں رایوں کا فیصلہ عملی طور پر اس میعاد میں ہوجائیگا اور کیا عجب ہے کہ آنریبل **مسٹر سید محمود** وقت دوسرے انتخاب عہدہ آنریری سکرٹری کے لایق لایف آنریری سکرٹری ہونے کے مستحق ثابت ہوویں اور جو حضرات اس وقت اس رائے کے مخالف ہیں بنظر انصاف اس سے اتفاق کریں۔ اس صورت میں یہ بھی ضرور ہے کہ بغرض اطمینان آیندہ یورپین اسٹاف کے شرایط خاص مابین اسٹاف مذکور اور کمیٹی ٹرسٹیان منعقد کرلیجاویں تاکہ کسی وقت میں شبہ ابتری کالج بوجہ بددلی یورپین اسٹاف باقی نہ رہے اور یہ طریقہ اطمینان باضابطہ کا بہ نسبت اطمینان ذات شخص واحد کے مستحکم بنا پر قایم ہوگا۔

بپابندی دفعہ ۴۶ سکرٹری کو اختیار تقرر رجسٹرار کا ہونا چاہیئے۔ لیکن منجملہ ٹرسٹیان واسطے میعاد معین کے جو زاید تین ماہ سے نہ ہو اس سے اگر میعاد زاید کی ضرورت ہو یا کسی غیر شخص کا ٹرسٹیان سے رجسٹرار مقرر کرنا ضروری متصور ہو تو اوّل منظوری ٹرسٹیان حاصل کیجاوے۔

نسبت دفعہ ۵ و ۱۱ متعلق تعداد ٹرسٹیان جلسہ منعقدہ ۲۷ - اگست ۱۸۸۹ء میں میں نے اپنی رائے یہ ظاہر کی تھی کہ "کُل ممبران کا ٹرسٹی مقرر ہونا ضروری نہیں ہے اس وجہ سے کہ وقت قایم ہونے کالج کے بلحاظ کثرت مخالفت اور قلت بہم رسی معاونین کالج اس امر کا محتاج تھا کہ جس طرح ممکن ہو تعداد ممبران میں ترقی کیجاوے اور زیادہ تر خوض ممبروں کی لیاقت و حیثیت پر نہ کیا جاوے اب کہ کالج حالت موجودہ تک مرتبہ ترقی کو پہونچ گیا اور تمام مخالفتیں جو نسبت تعلیم انگریزی و قایم ہونے کالج کے تھیں کالعدم ہوگئیں تو اب ضرور ہے کہ انتخاب ٹرسٹیان میں احتیاط کیجاوے و جہاں تک ممکن ہو معتمد و ذی وجاہت ٹرسٹی انتخاب کیئے جاویں مگر وقت تحریر اس رائے کے جو میں نے فہرست موجودہ ممبران پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ حقیقتاً بعض لایق اور نہایت معتمد ممبر ٹرسٹیوں میں منتخب ہونے سے باقی رہ گئے ہیں مثلاً مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رئیس شہر کول - سید اکبر حسین صاحب رئیس الہ آباد سابق منصف حوالی شہر کول وغیرہ وغیرہ" انتہی۔

مگر افسوس ہے کہ اُن کی رائے کا مطلق تذکرہ رویداد میں نہیں ہے اور جن رزولیوشنوں کو اُس میں بالاتفاق پاس ہونا لکھا ہے محمد عبد الشکور خاں صاحب کی رائے اُن میں سے اکثر رزولیوشنوں کے بالکل برخلاف ہے مگر اسے صاحبو خدا کے نزدیک اس مخالفت ہونے ہی میں کچھ بہتری ہوگی عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم و عسیٰ ان تحبوا شیئا وھو شر لکم اب صرف ایک رات بیچمیں ہے اور کل سب کو معلوم ہوجاویگا کہ ممبروں کی مجارٹی کیا فیصلہ کرتی ہے۔

اس امر کی نسبت کہ یورپین اسٹاف کے متعلق جو معاملات کمیٹی میں پیش ہوں اُن کا تصفیہ کس طرح پر عمل میں آویگا۔ کمیٹی کے اجلاس منعقدہ ۱۲- مارچ ۱۸۸۸ء میں ہو چکا ہے اور اُس کے قواعد قرار پاچکے ہیں وُہی قواعد بعینہٖ مسودۂ قانون ٹرسٹیان میں مندرج کیئے گئے ہیں۔ مگر یورپین اسٹاف کی رخصت کے بابت کوئی قاعدہ مقرر نہ تھا اُس کی نسبت قواعد جدید بنانے پڑے ہیں جو اس مسودہ میں مندرج ہیں +

حضراتِ من۔ ہمارے کالج کی ایک خاص حالت ہے گورنمنٹ میں جو قواعد رخصت ملازمان سررشتہ تعلیم کے لیئے معین ہیں وہ ہمارے کالج میں بکار آمد نہیں ہیں۔ گورنمنٹ جس افسر کو رخصت دیتی ہے اُس کے زمانۂ رخصت میں فی الفور دوسرے کو قایم مقام کرکے بھیجدیتی ہے اور تعلیم کا کچھ ہرج نہیں ہوتا۔ ہمارے کالج میں جب کسی یورپین افسر کو رخصت دی جاتی ہے تو زمانۂ رخصت میں ہمکو اُس کا قایم مقام پیدا کرنا محالات سے ہوتا ہے۔ اس لیئے قواعد رخصت ایسے انداز پر بنائے گئے ہیں جس میں تعلیم میں ہرج نہ پڑے +

ان قواعد کا بنانا اگر اُن کو یورپین اسٹاف اپنی ضروریات کے مناسب نہ سمجھے تو محض بیفایدہ تھا اس لیئے پرنسپل کالج کو اُس کے بنانے میں شریک کرنا اور دریافت کرنا کہ کس قاعدہ میں کیا ہرج پڑے گا اور کس طرح پر آسانی ہوگی ضرور تھا اُسپر نکتہ چینی کرنا بہت آسان کام ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ وہ قواعد نہایت عمدہ طور پر بنائے گئے ہیں جن سے نہ تعلیم میں ہرج پڑتا ہے نہ ہمکو زمانۂ رخصت میں کسی قایم مقام کے تلاش کی ضرورت پڑتی ہے اور یورپین اسٹاف بھی اُن سے راضی ہے یہ کہدینا کہ یورپین اسٹاف کی رضامندی کی کچھ ضرورت نہیں ہے کمیٹی جو چاہے قاعدے بنائے ہمارے کالج میں تو یہ بات چل نہیں سکتی +

ان تمام ضرورتوں پر کامل غور کرنے کے بعد میں نے مسودۂ قانون بنایا بلاشبہ سید محمود جو کالج فنڈ کمیٹی کے ممبر بھی ہیں اور خود کمیٹی کے لیئے قواعد بنانے اور کل ممبروں کے سامنے پیش کرنے کا حق رکھتے ہیں مسودہ کے بنانے میں شریک غالب تھے اور مسٹر اسٹریچی بطور لیگل ایڈویزر کے شامل تھے۔ جب یہ مسودہ تیار ہو گیا تو ہر ایک ممبر کے پاس بطلب رائے بھیجا گیا۔ اب میری نسبت کہا جاتا ہے کہ میں نے ترتیب اور تقسیم مسودۂ قانون ٹرسٹیان میں بیضابطگی کی ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ میں نے ضرورت سے زیادہ احتیاط کی ہے دفعہ ۴۵ قواعد موجودہ میں کالج فنڈ کمیٹی کو اختیار ترمیم موجودہ قواعد کا دیا گیا ہے مگر اُس میں یہ حکم نہیں ہے کہ کوئی ممبر جو کسی قاعدہ کی ترمیم و تبدیل چاہے وہ اوّل کمیٹی سے اجازت لے اور پھر اُسکو کمیٹی میں پیش کرے اور جب کمیٹی اجازت دے تو وہ تقسیم ہو۔ بلکہ ہر وقت کالج فنڈ کمیٹی کے ہر ایک ممبر کو اختیار تھا کہ

بلا اطلاع اور بلا منظوری اور اجازت کمیٹی جس قاعدہ کو ترمیم یا تبدیل کرنا چاہے اُسکی یادداشت پیش کرے اُس یادداشت کا کُل ممبران کو تقسیم ہونا اور رائے طلب کرنا واجب تھا اور کثرت رائے ممبران کمیٹی سے اُس کا منظور یا نامنظور ہونا منحصر تھا۔ اُس دفعہ میں جو لفظ کمیٹی کا ہے اُس سے کالج فنڈ کمیٹی کے وہ تین چار ممبر جو عام کارروائی کے لیئے جلسہ کرتے ہیں مراد نہیں ہیں بلکہ کُل ممبران کمیٹی مراد ہیں۔ پس بموجب اُس اختیار کے مجھ کو بحیثیت ایک ممبر ہونے کے بلا اجازت کمیٹی کے مسودۂ قانون تجویز کرنے کا اور بحیثیت سکرٹری اُس کو بطلب رائے تقسیم کرنے کا اختیار کلی حاصل تھا۔ ہاں بلاشبہ وہ مسودہ کثرت رائے سے منظور یا نامنظور ہو سکتا تھا ✦

مگر میں نے احتیاط کی اور ایک جلسہ کمیٹی میں جس میں گیارہ ممبر شریک تھے کالج کی حالت اور اُس کے لیئے ٹرسٹیز مقرر ہونے کی ضرورت کو بیان کیا اور سب نے ٹرسٹیوں کا مقرر ہونا اور اُس کے لیئے قانون بنانے کی ضرورت کو تسلیم کیا۔ اُس جلسہ میں امر مذکورہ کے پیش کرنے کی ضرورت یہ تھی کہ میری رائے میں مسودۂ قانون بنانے میں ایک لیگل اڈویزر یعنی مشیر قانونی کی ضرورت تھی جس کو اُس کی خدمات کا معاوضہ دیا جاوے۔ معاوضہ کا دیا جانا بلا منظوری ممبران کالج فنڈ کمیٹی کے کورم کے نہیں ہو سکتا تھا اور اُس کی منظوری لینی ضرور تھی۔ ورنہ مجھ کو بحیثیت ممبری ایک قانون بنانے اور بحیثیت سکرٹری رائے طلب کرنے کے لیئے تقسیم کرنے میں کسی کی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہ تھی ✦

میں یا کوئی ممبر جو کوئی تجویز نسبت ترمیم قواعد پیش کرے اُسپر کسی سلیکٹ کمیٹی کے مقرر کرنے کا اُس دفعہ میں حکم نہیں ہے اور نہ اسپر کوئی سلیکٹ کمیٹی مقرر ہو سکتی ہے اس لیئے کہ اگر سلیکٹ کمیٹی مقرر ہو تو اُس میں معدودے چند ممبر مقرر ہونگے اور اُن معدود ممبروں کو اُس تحریر یا مسودۂ مرتبہ میں مطلق اختیار تغیر و تبدیل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بموجب اُس دفعہ کے اُس میں تغیر و تبدیل یا اُس کی منظوری و نامنظوری کُل ممبران کالج فنڈ کمیٹی کی رائے کی مجارٹی پر منحصر ہے نہ معدودے چند ممبروں کی۔ معہذا کمیٹی کے معزز ممبروں نے قانون پر غور کرنے کے لیئے بطور خود ایک بہت بڑا جلسہ کیا جس میں پندرہ ممبر شامل تھے اور سب نے ملکر مسودہ پر بحث و غور کی اور متفق رائے سے جو تجویز کی وہ صرف چند دفعات کے تغیر و تبدیل سے زیادہ نہیں ہے پس اگر سلیکٹ کمیٹی مقرر نہ کرنے کا میرا گناہ ہو تو اُس کا کفارہ بخوبی ہو چکا ہے ✦

اس کام کے لیئے لیگل اڈویزر مسٹر اسٹریچی بارسٹرایٹ لا سے بہتر کوئی ہو نہیں سکتا تھا مسٹر اسٹریچی میرے اور سید محمود کے نہایت دلی اور بے تکلف دوست ہیں۔ ہمارے کالج کے جو درحقیقت اُن کے نامور باپ سر جان اسٹریچی کی مہربانی سے قایم ہوا ہے نہایت دوست

خیرخواہ ہیں ہمارے کالج کے یورپین اسٹاف میں سے مسٹر بک پرنسپل کی جو کل اسٹاف کی جانب سے ریپریزنٹیٹو ہیں نہایت دوست ہیں۔ اُن کی قانونی لیاقت ایسے اعلےٰ درجہ پر مشہور ہے کہ میرے بیان کی محتاج نہیں ہے *

مسودۂ قانون جو بنانا منظور تھا اُس میں بہت سے قواعد متعلق یورپین اسٹاف کے مثل اُن کی موقوفی معطلی وضع تنخواہ رخصت وغیرہ حقوق کے مندرج کرنے لازم تھے اور بڑی مشکل یہ تھی کہ جو حقوق گورنمنٹ کے یورپین ملازمان ایجوکیشنل ڈپارٹمنٹ کو حاصل ہیں نہ وہ حقوق ہم اپنے کالج کے اسٹاف کو دیسکتے تھے کیونکہ کمیٹی کو اسقدر مقدرت نہیں ہے اور نہ وہ حقوق و قواعد ہمارے کالج کے مناسب ہیں۔ پس نہایت مناسب تھا کہ لیگل اڈوائزر دونوں فریق کا نہایت دوست ہو ادھر وہ کالج کی حالت کا خیال رکھے اور اُدھر یورپین اسٹاف کے حقوق و ضرورتوں کو سمجھے اور نیز دونوں کو ایک معتدل امر پر متفق کرنے میں بلکہ دوستانہ طور سے زور دیکر راضی کرنے پر قادر ہو۔ پس اے دوستو اگر میرے آپکے نزدیک بھی اس کام کے لیئے مسٹر اسٹریچی کے منتخب کرنے میں اپنی شامت اعمال سے جو میری نسبت منسوب کی جاتی ہیں۔ خطا کی ہے تو مجھ کو اپنی خطا سے اقرار کرنے اور معافی چاہنے میں کچھ عذر نہیں *

مگر میں اس بات کے بیان کرنے سے نہایت خوش ہوں کہ اس تدبیر سے ہمکو بڑی کامیابی ہوئی ہے باوجودیکہ مجوزہ مسودہ میں یورپین اسٹاف کے حقوق بہ نسبت اُن حقوق کے جو ایجوکیشنل ڈپارٹمنٹ کے یورپین اسٹاف کو حاصل ہیں اکثر حالات میں سوائے بعض کے جہاں ہمنے بوجوہ قوی کسیقدر زیادہ حق دیا ہے بہت کم کر دیئے ہیں۔ لیکن یورپین اسٹاف کو بالکل طمانیت ہے اور یورپین اسٹاف یقین کرتا ہے کہ گو ہمارے حقوق میں کمی ہوئی مگر کمیٹی کو اپنی موجودہ حالت پر امکان نہ تھا کہ اس سے زیادہ کر سکتی۔ ہم نے اُن کی ضرورتوں پر خیال کیا۔ اُنہوں نے کمیٹی کی حالت پر اور مجبوری پر خیال کیا۔ مسٹر اسٹریچی پر دونوں کو طمانیت تھی نہایت رضامندی اور طمانیت سے ایسی ایسی مشکلات حل ہوئی ہیں کہ اگر کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جاتا تو اُن کا حل ہونا غیر ممکن تھا *

میں اس گناہ کا بھی گنہگار بنایا جاتا ہوں کہ میں نے بلامنظوری کمیٹی مسودہ کی نسبت رایوں کے آنے کی تاریخ اپنی تجویز سے مقرر کی مگر آپ کو معلوم ہو کہ جب سے یہ کمیٹی قایم ہوئی اُس وقت سے آج تک ہر اجلاس کے اور ہر کام کے لیئے تاریخوں کا معین کرنا سکرٹری کا خاص کام رہا ہے۔ اس کمیٹی پر موقوف نہیں ہے تمام دنیا میں جو انسٹیٹیوشن اور یونیورسٹیاں اس وقت موجود ہیں اُن میں اجلاسوں کے اور ہر ایک کام کے تاریخ معین کرنا سکرٹری کا کام ہے اگر سکرٹری کا

یہ کام نہو تو کوئی کام انجام ہی نہیں پا سکتا۔ کیونکہ کسی کام کے انجام کے واسطے تاریخ معین کرنے کے لیئے اگر کمیٹی جمع کرنے کی ضرورت ہو تو اُس کے لیئے اَور ممبروں کے جمع ہونے کے لیئے کون تاریخ مقرر کرے۔ بہرحال میں نے بہ حیثیت سکرٹری اُسی قاعدہ ستر ہ کے موافق ایک تاریخ مقرر کی۔ جن ممبروں نے جواب نہیں بھیجا تھا اور زیادہ مہلت چاہی تھی مجھے حیثیت سکرٹری مہلت کو منظور کرنے اور دوسری تاریخ معین کرنے کا خود اختیار حاصل تھا مگر میں نے احتیاط کی اور کمیٹی میں پیش کیا اور کمیٹی سے ایک مہلت طویل بلکہ اطول دیگئی۔ پس با اینہمہ اگر میں گنہگار ہوں تو بجز اس کے اَور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ **مصرعہ**

کاینچنیں رفت است در روز ازل تقدیر ما

تعجب اس الزام پر ہے کہ سکرٹری نے کوئی یادداشت مراتب ترمیم طلب نہیں بھیجی حالانکہ وہ مسودۂ قانون ہے جس سے تغیر و تبدیل قواعد سابق میں ہوتی ہے یادداشت مراتب ترمیم طلب ہے میں نہیں سمجھتا کہ اور دوسری کون سی یادداشت مطلوب تھی معہذا میں نے اُس کے ساتھ ایک خط بھی بھیجا جس میں ٹرسٹیوں کے قانون بنانے کی ضرورت بقدر حاجت بیان کی ہے اور سب ممبروں سے مدد چاہی ہے کہ کالج کے آیندہ استحکام میں اور جو کام اُس میں کرنے باقی ہیں اُس میں تائید فرماویں۔ علاوہ اس کے جن ممبروں نے زیادہ حالات دریافت کیئے اُنکو اُن حالات سے اطلاع دی جن ممبروں نے دیگر کاغذات یا پُرانے قواعد طلب کیئے اُن کے پاس بھیجے گئے رائے دینے کی اسقدر مہلت طویل دی گئی تھی کہ کسی ممبر کو اس بات کی شکایت نہیں ہو سکتی کہ ہمکو کافی حالات دریافت کرنے کا موقع نہیں ملا۔

بزرگانِ من۔ ایک امر متعلق بورڈنگ ہوس کے بھی زیادہ غور کے لایق ہے مسودۂ قانون میں بورڈنگ ہوس کے لیئے ایک کمیٹی بنام مینجنگ کمیٹی قایم رکھی گئی ہے جو کہ ہندو بھی بورڈر ہیں اس لیئے اُس کمیٹی میں ہندو بھی بطور ممبر شامل ہیں۔ اس مسودہ میں منجملہ ممبران کے پرنسپل اور سول سرجن ضلع کو جس کے ذمہ بورڈروں کا معالجہ اور بورڈنگ ہوس کو بلحاظ صفائی صحت بخش حالت میں رکھنے کا تعلق ہے فہرست ممبران میں داخل کیا گیا ہے۔

جبکہ متعدد ممبر بورڈنگ ہوس میں مداخلت کرتے ہیں تو بے انتہا ابتری بورڈنگ ہوس میں واقع ہوتی ہے۔ ایک ممبر حکم دے جاتا ہے کہ فلاں کام اس طرح پر ہو دوسرا ممبر آکر حکم دیتا ہے کہ نہیں اسطرح پر ہو۔ اگر ایک ممبر کسی طالب علم کو بلحاظ اُس کے قصورات کے کوئی سزا دیتا ہے یا بورڈنگ ہوس سے خارج کرتا ہے۔ دوسرا ممبر آکر اُس کا قصور معاف کرتا ہے اور بورڈنگ ہوس میں داخل کر لیتا ہے طالب علم اس کارروائی سے نہایت خیرہ و سرکش ہوتے جاتے ہیں۔

اور کسی کا ڈر یا ادب اُن میں باقی نہیں رہتا وہ سمجھتے ہیں کہ گو فلاں ممبر نے ہمکو بورڈنگ ہوس سے خارج کیا ہے مگر ہم فلاں ممبر سے کہکر پھر داخل ہو جاویں گے اور متعدد دفعہ ایسا ہی ہوا ہے اور جو بغاوت فروری ۱۸۸۹ء میں بورڈنگ ہوس میں ہوئی اُس کی اصلی وجہ یہی تھی ✦

ان ابتریوں کے رفع کرنے کو یہ تجویز کی گئی ہے کہ ٹرسٹیوں کو اختیار ہوگا کہ منجملہ ممبران مینجنگ کمیٹی کے کسی ایک ممبر کو عام نگرانی بورڈنگ ہوس کا اختیار دیں اور اگر ایسا اختیار نہ دیا ہو تو عام نگرانی سکرٹری کے سپرد رہے سکرٹری سے **مولوی سمیع اللہ خاں صاحب** جو لیف آنریری سکرٹری مینجنگ کمیٹی کے ہیں یا سید احمد جو لیف آنریری سکرٹری کالج کے ہیں مراد ہے ✦

مینجنگ کمیٹی کے ممبروں کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر عام حالت بورڈنگ ہوس میں کچھ نقصان دیکھیں اُس کی نسبت ممبروں کا اجلاس کریں اور جو اصلاح مناسب سمجھیں اُس کی اطلاع ٹرسٹیوں کو دیں ✦

پرنسپل کو بحیثیت پرنسپلی بورڈنگ ہوس میں ڈسپلن قایم رکھنے اور قصورات کی نسبت جو سزائیں مقرر ہوں اُن کے دینے کا اختیار دیا گیا ہے ✦

جن لوگوں نے ہر ایک امر میں اختلاف کرنے کا ارادہ کر لیا ہے وہ ان صاف صاف باتوں سے بھی اختلاف کرتے ہیں اور رائے دیتے ہیں کہ بورڈنگ ہوس کی نگرانی بجز مسلمان ممبر کے اور کسی کو نہ دیجاوے۔ اس زمانہ میں جو عام نگرانی بورڈنگ ہوس کی پرنسپل صاحب نے براہ مہربانی اپنے ذمہ لی ہے جس کے لیئے میں اُن کا نہایت شکرگزار ہوں اُس کو ناپسند کرتے ہیں۔ پرنسپل کا بورڈنگ ہوس کی نگرانی لینا اُس کے لیئے لازمی نہیں ہے اُنہوں نے صرف اپنی مہربانی سے یہ تکلیف گوارا کی ہے۔ مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب لکھتے ہیں کہ "پرنسپل کو بورڈنگ ہوس میں کسی قسم کی مداخلت نہ ہونی چاہیئے ✦

اے صاحبو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یورپ میں۔ ایشیا میں۔ ہندوستان میں امریکہ میں کہیں کوئی کالج ایسا ہے کہ اُس کے ساتھ بورڈنگ ہوس ہو اور پرنسپل کو بورڈروں پر ویسی ہی حکومت نہ ہو جیسی کہ اسکو کالج میں ہو۔ کالج اور بورڈنگ ہوس کو جدا سمجھنا ایسا ہے جیسا کہ انسان کو اور اُس کی روح کو جدا سمجھنا ✦

علاوہ اس کے بورڈنگ ہوس کے ساتھ ایک یونین کلب ہے جس میں طالب علموں کو اسپیچیں کرنی اور مباحثہ کرنا سکھایا جاتا ہے اُن کو انگریزی لٹریچر میں مختلف طریقہ سے تعلیم دیجاتی ہے اور لٹریچر کی ترقی میں کوشش کرنی ہوتی ہے اگر پرنسپل اس کی نگرانی نکرے تو کون کرے

کرکٹ کلب بورڈنگ ہوس میں ہے۔ طالب علم کرکٹ کی مشق کرتے ہیں۔ یورپین افسر کالج کے اُن کے ساتھ ہوتے ہیں وہ یورپین پارٹی سویلین و میلٹری سے میچ کھیلتے ہیں اور جب کسی دوسرے شہر میں یورپین پارٹی سے میچ کھیلنے جاتے ہیں تو ایسے موقعوں پر یورپین افسر کالج کا اُن کے ساتھ جاتا ہے اگر اُن کو بورڈنگ ہوس میں مداخلت نہ ہو تو یہ کام کیونکر انجام پاویں ◆

بورڈنگ ہوس میں طالب علموں کو امپوزیشن یعنی میعاد معین تک ایک جگہ بیٹھکر پڑھنے یا لکھنے کی سزا دیجاتی ہے اس کے لیئے اور نیز مارننگ اسکول کے لیئے بورڈنگ ہوس میں ایک جگہہ بنائی گئی ہے جس کی نگرانی پرنسپل کے ذمہ ہے پس اگر اُس کو بورڈنگ ہوس میں مداخلت نہو تو یہ کام کون کرے اور اگر پرنسپل کو بورڈنگ ہوس میں ڈسپلن قایم رکھنے اور قصورات کی سزا دینے کا اختیار نہ ہو تو انتظام کیونکر رہے اور کام کیونکر چلے ◆

جس قدر وارڈ بورڈنگ ہوس میں ہیں اُن کے چال چلن کی جو بورڈنگ ہوس میں ہو صاحبان کلکٹر پرنسپل سے کیفیت طلب کرتے ہیں اور ضابطہ کے موافق بھی پرنسپل ہی کو اُسکی کیفیت لکھنی چاہیئے۔ اگر پرنسپل کو بورڈنگ ہوس میں مداخلت نہ ہو تو اُن کیفیات مطلوبہ کو کون لکھے ◆

مدت سے میرا ارادہ ہے کہ بورڈروں سے قواعد سکھانے میں محنت لیجاوے کہ اُن کی صحت اُن کی طاقت کو نہایت مفید ہوگی سستی و کاہلی دور ہوگی اور بطور ایک مستعد آدمی کے اُن میں خصلت پیدا ہوگی۔ ہمارے پرنسپل صاحب نے کسی قدر اُس کا آغاز کیا ہے اور بہت سی وجوہات سے مناسب ہے کہ اُس کا اہتمام یورپین افسروں کے ہاتھ میں رہے اور وہ خود اُس میں شریک رہیں ◆

علاوہ اس کے میرا سب سے بڑا مقصد کالج کے قایم کرنے سے یہ ہے کہ مسلمانوں میں اور انگریزوں دوستانہ راہ و رسم پیدا ہو اور آپس کا تعصب و نفرت دور ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بہت بڑی کامیابی ہوئی ہے اور اُس کامیابی کا اصلی سبب ہمارے کالج کے یورپین افسر ہیں جو بورڈروں سے پدرانہ شفقت اور دوستانہ محبت رکھتے ہیں۔ کسی دوسرے ضلع کا کوئی افسر جب علیگڈھ میں آجاتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ ہمارے ضلع کی تمام لیڈیاں اور یورپین حکام ہمارے کالج کے طالب علموں کے ساتھ اور ہمارے کالج کے طالب علم اُن کے ساتھ کیسا سچا اور دوستانہ برتاؤ رکھتے ہیں کھیلوں میں شریک ہوتے ہیں ڈنروں میں شریک ہوتے ہیں۔ بورڈنگ ہوس کی ڈنروں میں آتے ہیں میچ کے دنوں میں ہمارے ضلع کی لیڈیاں طالب علموں کو لنچ دیتی ہیں اور سب لیڈیاں اور یورپین جنٹلمین اور ہمارے

طالب علم ایک میز پر بیٹھکر کھاتے ہیں اور بے تکلف دوستانہ مگر باادب میل جول رکھتے ہیں تو وہ حیران ہوجاتا ہے اور علیگڈھ کو ایک نئی دنیا سمجھتا ہے ◆

کچھ دور عرصہ نہیں گذرا کہ سرجان ایج چیف جسٹس الہ آباد علیگڈھ میں آئے اور بورڈروں کے ساتھ بورڈنگ ہوس میں بیٹھکر ڈنر کھایا ۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ ارل ڈفرن ویسرائے وگورنر جنرل ہندوستان ہمارے کالج میں آئے اور اسی بورڈنگ ہوس کے کھانے کے کمرہ میں بورڈروں کے ساتھ بیٹھے اور چاء وغیرہ نوش فرمائی ۔ ہمارے کالج میں جو یہ رول ہے کہ شراب میز پر نہوگی تمام لیڈیوں اور یورپین جنٹلمینوں نے کس خوشی سے اس رول کو پسند کیا ہے اور ہر موقع پر خواہ ڈنر ہو یا لنچ کس خوشی سے باطاعت اس رول کے شریک ہوتے ہیں ۔ یہ نتیجہ اس کا ہے کہ ہمارے کالج کے یورپین افسر اور بورڈر آپس میں دوستانہ ملتے ہیں اور صرف ان یورپین افسران کالج کے سبب سے یہ خوبی ہمارے طالب علموں میں اور یہ عزت ہمارے بورڈنگ ہوس کو ہوئی ہے اور میرا وہ مقصد جسپر میں نے کالج کی بنیاد ڈالی ہے کسی قدر حاصل ہوا ہے پس اس باب میں جو مخالفین مخالفت کرتے ہیں اُس کی ذرہ برابر بھی وقعت نہیں کرسکتا ۔ اور نہ میں بورڈنگ ہوس کو اُس حالت میں رکھنا چاہتا ہوں جو وہ پسند کرتے ہیں اگر میرا یہ مقصد اس کالج سے حاصل نہ ہو تو کالج کو آج غارت کردینا اُس کے قایم رکھنے سے ہزار درجہ بہتر ہے ۔ ہم اس کالج اور بورڈنگ ہوس کے ذریعہ سے آپس میں مُسلمانوں اور انگریزوں کی دوستی ومحبت پیدا کرنی چاہتے ہیں نہ نفرت وعداوت ◆

پس میری یہ رائے ہے کہ ہمارے کالج کے یورپین افسر خواہ وہ پرنسپل ہو یا پروفیسر یا ہیڈ ماسٹر اپنی مہربانی سے جسقدر بورڈنگ ہوس میں مداخلت کرنی چاہیں اور جس قدر بورڈنگ ہوس کی نگرانی اور انتظام اپنے ذمہ اُٹھاتے جاویں ہم نہایت احسانمندی اور شُکرگزاری سے اُن کے ہاتھ میں چھوڑتے جاویں ۔ میرا پورا ارادہ ہے کہ اگر کالج میں اسقدر طاقت ہوئی تو ایک یورپین افسر کو مستقل بورڈنگ ہوس کا گورنر مقرر کروں گا اُس وقت سمجھوں گا کہ اب پورا انتظام بورڈنگ ہوس کا ہوا ◆

اے صاحبو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب سے میرے دوست بلکہ مسلمانوں کی قوم کے دوست مسٹر بک پرنسپل نے اپنی مہربانی سے بورڈنگ ہوس کی نگرانی اپنے ذمہ لی ہے بورڈنگ ہوس کا ایسا عمدہ انتظام ہے کہ کسی وقت میں نہ تھا ۔ ہر ایک کام میں ڈسپلن قایم ہوگیا ہے اور اُس کے سبب سے طالب علموں میں نماز کی پابندی بہت زیادہ ہوگئی ہے جو کسی زمانہ میں نہ تھی ۔ پس تمام کوششیں پرنسپل صاحب کی جو بورڈنگ ہوس کی نسبت ہیں وہ نہایت شکرگذاری کے لایق ہیں ◆

میں اس موقع پر مسٹر بک کو مبارکباد دیتا ہوں کہ گو بعض ممبروں نے بورڈنگ ہوس میں اختیارات پرنسپل کے نسبت اختلاف کیا ہے لیکن بعض بڑے دیندار ممبروں نے اُن کی خدمات کی نہایت قدر کی ہے۔ نواب انتصار جنگ **مولوی مشتاق حسین** صاحب لکھتے ہیں کہ "مسٹر تھیوڈور بک ہمارے کالج کے پرنسپل ہیں مجھ کو بورڈنگ ہوس کے اُن کے سپرد ہونے سے ایسا اطمینان ہے جیسا کہ اسی قابلیت اور اسی تہذیب اور اسی فیلنگ کے کسی مسلمان افسر کے ہاتھوں میں رہنے سے ہوتا۔ علاوہ دوسرے نہایت قابل قدر خدمات کے وہ جس دلسوزی سے مسلمان بورڈروں کی نماز و روزہ اور قرآن شریف کی تلاوت کی نگرانی کرتے ہیں اور بلحاظ اپنی اعلےٰ درجہ کی تہذیب کے جو ادب وہ ہماری ان چیزوں کا ملحوظ رکھتے ہیں اور جو محبت اُن کو اپنے طالب علموں سے ہے اُس کے لحاظ سے اُس کا جس قدر شکریہ ادا کیا جاوے وہ کم ہے۔ اور اگر وہ صرف اپنے شوق سے بورڈنگ ہوس کے اہتمام کی تکلیف بھی اپنے اوپر خوشی سے گوارا کرتے ہیں تو اُن کا مسلمانوں پر یہ بھی ایک احسان ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی یادگار دوسری قوموں کی تاریخ میں سنہری حرفوں میں چھوڑ جاتے ہیں اور جن کو قومیں اور ملک مدتوں تک یاد کرتی رہتی ہیں"۔

یہ خیال صرف نواب انتصار جنگ کا نہیں ہے بلکہ ہمارے مخدوم خان بہادر منشی قادربخش خاں صاحب نے نہایت دلی جوش سے ہمارے کالج کے پرنسپل مسٹر بک کے ہاتھ میں بورڈنگ ہوس کا ہونا پسند کیا ہے۔ مولوی محمد یوسف صاحب۔ سید ظہور حسین امروہوی بھی اُسکو پسند کرتے ہیں۔ سب سے زیادہ اس بات سے خوشی ہے کہ ہماری زندہ دل پنجاب کی تمام انجمن ہائے اسلامیہ نے یعنی انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور۔ انجمن اسلامیہ گورداسپور۔ انجمن اسلامیہ جالندھر انجمن اسلامیہ ملتان۔ انجمن اسلامیہ وزیرآباد۔ انجمن اسلامیہ امرتسر۔ و دیگر بزرگان و ترقی خواہان قوم نے اپنے بچوں کا اور بورڈنگ ہوس کا زیر نگرانی مسٹر بک رہنا پسند کیا ہے۔ پس ہمارے کالج کو اس سے زیادہ کیا فخر ہو سکتا ہے کہ اُس کے پرنسپل مسٹر بک پر اسقدر گروہ کثیر مسلمانوں کا پوری طمانیت رکھتا ہے۔

حضرات من۔ اب مجھ کو صرف ایک بات اَور کہنی باقی رہ گئی ہے کہ آپ کسی قدر گذشتہ زمانہ کی تاریخ پر توجہ فرماویں اور ملاحظہ کریں کہ بہت سے فیاض بزرگ ایسے گذرے ہیں جنہوں نے قومی یا مذہبی کاموں میں بہت کچھ فیاضی کی ہے روپیہ چھوڑا ہے مکانات و دوکانیں و دیہات و جاگیریں مسجدیں اور خانقاہیں چھوڑی ہیں مگر اب وہ ایسی خراب حالت میں ہیں اور اُس کی آمدنیاں اس طرح پر تلف ہوتی ہیں کہ اُن خیرات کرنے والوں کی روحیں بھی افسوس کرتی ہونگی ہم لوگوں میں

ابھی اسقدر قوت پیدا نہیں ہوئی ہے کہ ہم بغیر گورنمنٹ کی سرپرستی کے کوئی بڑا کام انجام دے لیں یا اُس کام کو اسلوبی سے قایم رکھ سکیں - خصوصاً تعلیمی انسٹیٹیوشن اور وہ بھی یورپین سینس اور لٹریچر کا جس میں ہمکو کیا مالی وجہ سے اور کیا دیگر امور کے لحاظ سے ہر وقت گورنمنٹ کی امداد کی ضرورت ہے اس لیئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس مسودۂ قانون میں کالج کی عام نگرانی اور جب کچھ ابتری واقع ہو تو گورنمنٹ کو اُس کی درستی کا اختیار دیا جاوے - اس نظر سے میں نے مندرجۂ ذیل امور اس مسودہ میں داخل کیئے ہ

اوّل - ڈریکٹر پبلک انسٹرکشن موجودہ وقت کا وزیٹر ہونا تجویز کیا اُسکو کالج کے تعلیمی حالات دریافت کرنے کا اور جب وہ چاہے تمام حسابات مداخل و مخارج کے جانچنے کا اختیار دیا تاکہ جو کچھ اُس کی رائے ہو وہ گورنمنٹ میں رپورٹ کرے اور گورنمنٹ اُس معاملہ میں ٹرسٹیوں سے خط و کتابت کرے ؛

دوم - گورنمنٹ کو اختیار دیا کہ جس وقت اور جس طرح وہ چاہے کالج کے حساب کتاب کو جانچے ؛

سوم - گورنمنٹ کو اختیار دیا کہ اگر اُس کو معلوم ہو کہ ٹرسٹی اپنا کام درستی سے نہیں کرتے تو ٹرسٹیوں کو درستی سے کام کرنے پر مجبور کرے ؛

چہارم - یہ بات چاہیئے کہ اگر ٹرسٹی گورنمنٹ پرامیسری نوٹوں کا جو کالج کے سرمایہ سے علاقہ رکھتے ہیں گورنمنٹ کے کسی محکمہ میں امانت رکھنا چاہیں تو گورنمنٹ اُن کا امانت رکھنا منظور کرے ؛

پنجم - کالج ڈسپنسری کا چارج سول سرجن ضلع کے سپرد رہے جس کا معاوضہ کالج دیگا ؛

ان پانچوں امور کو جو مسودۂ قانون میں مندرج ہیں گورنمنٹ نے منظور کر لیا جس سے ہمارے کالج کو بڑی تقویت متصور ہے ؛

علاوہ اسکے تین امر اور تھے جن میں گورنمنٹ کی مداخلت میں نے مناسب بلکہ ضرور سمجھی تھی ؛

اوّل - یہ کہ دفعہ ۱۸ مسودۂ قانون میں یہ تجویز کی تھی کہ اگر کسی خاص وجہ سے ٹرسٹیوں میں سے کسی ٹرسٹی کا عہدہ سے علیحدہ کرنا ضرور ہو تو دو شرطیں اُس کے لیئے ہیں - ایک یہ کہ دو ثلث ٹرسٹی اُسکو عہدہ سے علیحدہ کرنے پر متفق ہوں - دوسرے یہ کہ گورنمنٹ بھی اُسکو عہدہ ٹرسٹی سے علیحدہ کرنا منظور کر لے - گورنمنٹ نے اس امر میں دست انداز ہونا مناسب نہیں جانا ؛

دوم - یہ کہ دفعہ ۱۱ میں تجویز کی تھی کہ ٹرسٹی جب قواعد کو تغیر و تبدیل کرنا چاہیں تو گورنمنٹ سے منظوری حاصل کریں گورنمنٹ نے اس امر میں بھی مداخلت مناسب نہیں سمجھی درحقیقت

اس دفعہ میں بھی دو شرطیں ہونی لازم تھیں جیسے کہ دفعہ ۸ میں ہے یعنی دو ثلث ٹرسٹی اُس ترمیم پر متفق ہوں۔ دوسری یہ کہ گورنمنٹ اُس کو منظور کرے۔ دو ثلث ٹرسٹیوں کا لفظ میرے اصل مسودہ میں ہے مگر اتفاق سے چھپنے سے رہ گیا ❊

یہ غلطی ایسی ہے کہ جس کی اصلاح اس وقت نہیں ہو سکتی اگر مسودہ مرتبہ اور نیز یہ دفعہ بھی مجارٹی سے پاس ہو جاوے تو ٹرسٹیوں کے کسی اجلاس سے اور بعد طلب رائے کے جملہ ٹرسٹیان کے اس دفعہ کی صحت ہو جاوے گی اور اُس میں بڑھا دیا جاوے گا کہ جب دو ثلث ٹرسٹی متفق ہوں تو قواعد کی ترمیم و تنسیخ عمل میں آوے ❊

لیکن اِس وقت آپ کے سامنے جو مربّی قوم ہیں اور قوم کی صلاح و فلاح پر دل سے متوجہ ہیں اُس کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ اگر دفعات مذکورۂ بالا مجارٹی سے جس کا حال کل معلوم ہوگا پاس ہو گئے ہوں تو گو گورنمنٹ نے اُس میں دست اندازی کرنے سے انکار کر دیا ہے مگر اب سب حامیانِ قوم اُن شرطوں کو بدستور قایم رکھینگے اور کوشش فرماویں گے کہ گورنمنٹ اُن شرطوں کو منظور کرے کیونکہ جو شرط منظوری گورنمنٹ کی بہ سبب تبدیل و تنسیخ قواعد کے دفعہ ۱۱۷ میں قایم ہوئی ہے وُہی شرط کالج کے قیام اور آیندہ بخوبی قایم رہنے کی جان ہے اگر وہ خارج ہو جاوے تو کالج کا اسلوبی سے قایم رہنا نہایت معرض خطر میں پڑ جاوے گا ❊

ہز آنر لفٹنٹ گورنر نے ان دفعات کو بیجا اور ناواجب نہیں خیال کیا بلکہ لکھا ہے کہ یہ امور نہایت ذمہ داری کے ہیں جبتک وہ لفٹنٹ گورنر ہیں اس میں مدد دینگے لیکن اسقدر ذمہ داری کا کام وہ اپنے جانشین پر جو آیندہ ہو ڈال نہیں سکتے۔ پس ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ایک اسپشل قانون کی جو خاص ہمارے کالج سے تعلق رکھتا ہو۔ گورنمنٹ کی کونسل سے پاس ہونے کی کوشش کریں تاکہ ہر ایک لفٹنٹ گورنر کو اُس کے مطابق کارروائی کا منصب حاصل ہو اور کالج کے قیام و دوام اور ہر گونہ استقلال پر کلی طمانیت ہو ❊

جبکہ ٹرسٹی اُس غلطی کو رفع کر دینگے جو دفعہ ۱۱۷ میں ہو گئی ہے یعنی دو ثلث ٹرسٹیوں کے اتفاق سے ترمیم و تنسیخ قواعد کا اختیار ٹرسٹیوں کے ہاتھ میں ہی رہیں گے تو کارروائی میں کچھ ہرج واقع نہ ہوگا کیونکہ شرایط منظوری گورنمنٹ اس بات پر مشروط ہیں کہ گورنمنٹ اُن کو منظور کرے پس جبتک کہ وہ گورنمنٹ سے منظور نہوں کالعدم متصور ہونگے اور ٹرسٹیوں کو بلا پابندی اُن شرایط کے کارروائی کا اختیار حاصل رہیگا اور مجھے ہر طرح پر اُمید ہے کہ خیر خواہان قوم جو کالج کے قیام اور استقلال کے خواہاں ہیں ہر طرح کی مجھ کو اس باب میں مدد دینگے کہ کالج کے لیئے کونسل قانونی سے خاص قانون متعلق کالج پاس ہونے میں کامیابی ہو ❊

تیسرا امر جو متعلق تصفیہ حساب یورپین اسٹاف کے ٹرولینگ الاؤنس وغیرہ سے متعلق تھا اور جن میں سے ٹرولینگ الاؤنس کا تصفیہ کو لفٹنٹ جنرل نے منظور کیا ہے اور باقی کے تصفیہ سے اپنی معذوری ظاہر کی ہے وہ کوئی ایسا بڑا امر نہیں ہے جس کی تشریح سے آپ کو زیادہ تکلیف دوں ؛

اے صاحبو۔ ان پوست کندہ حالات کے بیان کرنے سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ یہ کالج ابھی آپ صاحبوں کی دلی امداد کا بہت کچھ محتاج ہے۔ مگر اس میں بھی شبہ نہیں ہے کہ آج تک کوئی نظیر نہیں ہے کہ ایک ایسا بڑا انسٹیٹیوشن اور قوم کی اعانت سے قوم کی بھلائی کے لیئے قایم ہوا ہو۔ اس لیئے اُمید ہے کہ تمام قوم اور تمام ملک اسکی تکمیل پر دل سے متوجہ ہوگا اگر خدانخواستہ یہ کوشش کامیاب نہ ہو تو آپ یقین کرلیں کہ آیندہ ہمتیں قومی بھلائی کی کوشش کرنے میں نہایت پست ہو جاوینگی اور سینکڑوں برس تک بھی کسی ایسی کوشش ہونے کی توقع نہ ہیگی ؛

اے دوستو ایسے وقت میں جو کالج کی تکمیل کے لیئے ہر ایک فرد قوم کو متفق ہو کر کوشش کرنی تھی صرف ایک امر کے سبب سے فرض کرو کہ وہ میرا ہی قصور اور میری ہی بددیانتی اور میری ہی خودغرضی ہو اسقدر اختلاف کرنا اور اُس کو اس قدر طول دینا نہایت افسوس کے قابل ہے۔ مگر اس میں خدا کی ایک حکمت بھی ہے قوم نے مجھ پر بھروسا کیا تھا اور لاکھوں روپیہ اس قومی کام کے لیئے مجھ کو دیا اور پھر نہ پُوچھا کہ وہ روپیہ کیا ہوا۔ مجھ کو خیال تھا کہ معلوم نہیں کہ میں کس قدر قومی گناہوں کا گنہگار ہونگا۔ پس میں نہایت خوش ہوں کہ دوستوں نے جو اپنے تئیں ہر امر کا بھیدی کہتے ہیں اور درحقیقت وہ ہیں بھی ایسی مخالفت کی۔ اور میرے تمام گناہوں کو تلاش کر کے ظاہر کر دیا اور پبلک کے سامنے رکھدیا۔ اگرچہ مجھ کو تعجب ہے کہ وہ بہت تھوڑے سے نکلے مگر جو اُن دوستوں سے نکل سکے وہ یہ ہیں جو پبلک کے سامنے ہیں۔ پس اب قوم کو اختیار ہے چاہے اُن کو معاف کرے چاہے نہ کرے ؛

اے صاحبو۔ کالج سے کوئی میری ذاتی غرض بجز اس کے کہ میں نے قومی بھلائی۔ قومی بہتری۔ قومی ترقی کے لیئے کیا ہے متعلق نہیں ہے اگر فرض کرو کہ اُس میں کامیابی نہ ہوئی کیا۔ ہزاروں انبیاء اور ریفارمر زمین کے تلے دبے پڑے ہیں جن کی بے انتہا کوششیں اپنی قوم کے لیئے برباد ہو گئی ہیں پھر میری ادنےٰ کوشش کی اگر برباد ہو جاوے کیا حقیقت ہے۔ نوحؑ نے نوسو برس کوشش کی گو وہ غصہ میں کہہ اُٹھا۔ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ مگر اُس کشتی میں جو طوفان کی موجوں میں ہمالیہ پہاڑ سے بھی اُونچی لہرا رہی تھی قوم کو ڈوبتے

ہوئے دیکھتا تھا اور کہتا تھا خدا تیری مرضی۔ **سقراط** قومی خدمات کے بدلے زہر کا پیالہ پی رہا تھا اور قوم کو نصیحت کرتا جاتا تھا۔ پس اگر یہ واقعات میری کوششوں پر بھی گذریں تو کوئی نئی بات نہیں ہے۔ مگر سمجھ لو کہ وہ قومی بھلائی چاہنے والے تو مر جاتے ہیں ہاں اُن کی کوششیں ضایع ہو جاتی ہیں۔ مگر خدا کی لعنت قوم پر باقی رہجاتی ہے۔ اے خدا اے خدا تو میری قوم کے ساتھ ایسا مت کیجیو۔ مجھکو معاف کر دانہ کان شقشقۃ کشقشقۃ البعیر اور ثنی جدی علی ابن ابی طالب ؕ

اے صاحبو۔ مجھے اُمید ہے کہ جس امر میں اختلاف ہوا ہے جب وہ یکسو ہو جاویگا تو پھر سب آپس میں متفق ہو جاوینگے اور سب ملکر کالج کی بہتری کی کوشش کرینگے۔ اور ایک دوسرے سے کہیں گے لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لنا ولکم وھو ارحم الراحمین ؕ

۵۶

اسپیچ نسبت ایک رزولیوشن کے جو مسلمانوں کے واسطے اعلیٰ یا عام تعلیم کے زیادہ نافع ہونے کی تحقیق کرنے کے واسطے ایک مضمون انعامی لکھوانے کی غرض سے پیش کیا گیا تھا

(اجلاس چہارم بمقام علیگڈھ)

جناب صدر انجمن و دیگر بزرگان -

جو رزولیوشن کہ اس وقت پیش ہوا ہے میں اُس کی تائید کرتا ہوں - آپ کو اس رزولیوشن سے یہ بات ظاہر ہوئی ہوگی کہ اس رزولیوشن کا مقصد اس وقت کسی مضمون پر بحث کرنے اور اُس کے فیصلہ کرنے کا نہیں ہے - ایک مضمون کانگریس کے سامنے پیش کیا گیا ہے نہ اِس لیئے کہ اُس پر بحث کیجاوے بلکہ اس لیئے اُس مضمون کو پرائیس سے لکھوایا جاوے اور اُس کے لیئے بہ پابندی بعض شرطوں کے انعام مقرر کیا جاوے - پس اس وقت یہی امر بحث طلب ہے اور اُس کے سوا اَور کوئی چیز بحث طلب نہیں ہے - حال یہ ہے کہ اسی قسم کے مضامین یا اُس کے قریب قریب چند دفعہ پچھلے تین اجلاسوں میں پیش ہوئے اور ہر ایک صاحب نے دفعتہً بلا غور کامل یا بعد کسی قدر غور کے اُس پر گفتگو شروع کی - گفتگوئیں آپس میں مختلف تھیں اور ہر ایک مؤید کی گفتگو نہ کُل پہلو پر اور نہ اُس کے کُل منافع پر جامع تھی اور مخالف گفتگو کرنے والے کی گفتگو اُس مؤید کی گفتگو کے نقصان اور اپنی تجویز کے منافع بیان کرنے کو کافی تھی - اس لیئے ضرور ہے کہ لوگ بجائے خود غور و تامّل کرکے اور ہر ایک صاحب کے تمام منافع و مضار پر غور کرکے اپنی رائے قایم کریں - اور یہ مقصد اس صورت میں کہ اُس مضمون پر متعدد پرائیس سے تحریر ہوں جس کی تحریک رزولیوشن میں کی گئی ہے بخوبی حاصل ہو سکتا ہے •

حضرات ! ہمارے ملک اور ہماری قوم کا عجیب حال ہے - کسی چیز کا ادنیٰ یا اعلیٰ ہو علی نام لو اور پوچھو کہ قوم کو اُس کی ضرورت ہے تو ہر ایک کے لیئے جواب ملے گا کہ ہاں ورکسی کی نسبت نہ کہا جاوے گا کہ نہیں - قرآن کے مکتبوں کی ہمکو ضرورت ہے - عربی فارسی کے

مکتبوں کی ہمکو ضرورت ہے۔ حدیث و فقہ کے مدرسوں کی ہمکو ضرورت ہے۔ انگریزی تعلیم میں لیوور پرائمری و اپر پرائمری ۔ مڈل و انٹرنس۔ ایف اے و بی اے اور ایم اے کی ہمکو ضرورت ہے۔ تجارت میں چھوٹی دوکانداری سے بڑے بڑے کارخانہ کی ہمکو ضرورت ہے۔ صناعت میں سوئی اور دیاسلائی بنانے سے عمدہ عمدہ جیبی گھڑیاں اور عجیب عجیب تھرمامیٹر اور نازک نازک کلیں بنانے کی ہمکو ضرورت ہے۔ سوت کاتنا۔ کاغذ بنانا۔ کپڑا بُننا غرضکہ اس زمانہ کی چیزوں میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کی ہمکو ضرورت نہ ہو۔ پس بلحاظ امورات متعلق تعلیم کے ہی ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ ادنےٰ درجہ کی تعلیم پھیلانے کی قوم میں بڑی ضرورت ہے۔ دوسرا کہہ سکتا ہے کہ اعلےٰ درجہ کی تعلیم نہ ہونے سے قوم کو روز بروز تنزل ہوتا جاتا ہے۔ دونوں کا کہنا بلحاظ قوم کی حالت کے صحیح ہے اور اُن کے دلائل قابل ردوقدح نہیں ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ لوگ جو اُس گری ہوئی قوم کو سنبھالنا چاہتے ہیں جو ادنےٰ سی چیز سے اعلےٰ تک کی محتاج ہے اُس کے سنبھالنے کو اُن کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ کیا سب چیزوں کو ایک ساتھ اختیار کرنا جس کا انجام محالات سے ہے اور قوموں کے متفرق ہوجانے سے ایک چیز کا بھی ہونا ناممکن ہے ہمکو مناسب ہے یا کسی ایک چیز کو جو سب خرابیوں کی جڑھ ہے اختیار کرنا لازم ہے ؛

فرض کرو کہ ایک شخص بیمار ہے اور متعدد بیماریاں اُس کو لاحق ہیں۔ اُس طبیب کو جو اُس کا معالج ہے دفعتہً تمام بیماریوں کا ایک دم علاج کرنا مناسب ہے یا اوّل اُس بیماری کا تدارک کرنا اُس کو مناسب ہے جو مہلک ہے۔ قوم من حیث المجموع ایک شخص واحد کا حکم رکھتی ہے درحقیقت اُس کو بہت سی بیماریاں لاحق ہیں۔ سوال بحث طلب صرف یہی ہے کہ کون سی بیماری سب سے زیادہ سخت اور مہلک ہے جس کے علاج میں سب سے اوّل ہم سب کو متفق ہوکر کوشش کرنی چاہیئے ؛

مجھے اُمید ہے کہ اس اصول سے جس کو بڑے بڑے حکمار نے تسلیم کیا ہے کوئی شخص بھی اختلاف نہیں کرے گا۔ اختلاف رائے جہاں تک ہوسکتا ہے وہ اُس بیماری کے تشخیص کرنے میں ہوسکتا ہے جس کو سب سے زیادہ سخت مہلک قرار دیا جاوے ؛

ایک مدت دراز سے ہماری قوم پر مُردنی چھائی ہوئی تھی لیکن اب کچھ ہلنے لگی ہے اور کروٹیں بدلتی ہے۔ جس کی حرکتیں غیر منضبط اور بسمل کی سی حرکتیں ہیں۔ یا اُس کی مثال ایک بند پانی کی تھی جو ایک مدت سے ایک جگہ ٹھہرا ہوا تھا۔ بیشک اُس میں حرکت آئی ہے مختلف طرح سے اُس نے بہنا شروع کیا ہے۔ اُس کا طبعی نتیجہ یہ ہے کہ مختلف مقاموں سے بہنا